

سلسلہ دار المصنفین

سیرت عمر بن عبد العزیز

یعنی

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے مفصل
سوانح زندگی اور ان کے عہد حکومت کے مجددانہ کارنامے

مؤلفاً

مولانا عبد السلام ندوی



نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد
لاہور - راولپنڈی - ملتان - کراچی - سکھر - پشاور - کوئٹہ

Added

2979 9924 ✓ جملہ حقوق محفوظ

ع 961 ع
۲۱۸

یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان نے
دارالمصنفین اعظم گڑھ سے پاکستان کے لئے
جملہ حقوق حاصل کر کے شائع کی۔

Replacement
A-3680

طبع دوم: 1992ء - ایک ہزار
کوڈ نمبر: ڈی ایم آر پی / آئی 197 / 1000
این بی ایف، اشاعت اول
مطبع: منزہ پرنٹنگ کارپوریشن، اسلام آباد

ISBN

969 - 37 - 0131 - 3

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|---------|------------------------------------|---------|----------------------------------|
| ۱۶۵-۱۶۴ | قرآن مجید، تفسیر، | ۱۶۱-۱۶۰ | فقراء اور اچھے لوگوں کے وظائف |
| " | حدیث، اصول لغت، | ۱۶۲-۱۶۱ | عمارات، ڈاک کا انتظام |
| ۱۶۸-۱۶۶ | تاریخ، یونانی علوم و فنون کے تراجم | ۱۶۳-۱۶۲ | دیوان الخاتم، باضابطہ محکمے |
| ۱۶۱-۱۶۸ | تدبیر و سیاست، دفع مطاعن | ۱۶۴-۱۶۳ | ملکی صیغوں میں عربی زبان کا رواج |
| ۱۶۵-۱۶۲ | خاتمہ | " | ٹکسال، صنعت پارچہ بافی کی ترقی |
| " | سلطنت بنو امیہ کا زوال | " | علوم و فنون کی ترویج و اشاعت |

فہرست مضامین
سیرت عمر بن عبد العزیزؓ

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|---------|-------------------------------------|---------|--|
| ۴۶ - ۴۹ | ازواج و اولاد | د - و | تہنید طبع اول |
| " | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی بیبیاں | ز - می | دیباچہ |
| " | اولاد ذکور و اناث، عبد الملک | " | خلافت بنو امیہ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ |
| " | عبد العزیز، عبد اللہ | " | کا دور حکومت، بنو امیہ کا رقبہ حکمت |
| ۵۰ - ۸۱ | اخلاق و عادات | ۷ - ۱ | نسب اور خاندان |
| " | حسن خلق، شیریں کلامی، تواضع و | " | ولادت، تعلیم و تربیت، شادی، |
| " | مساوات، حلم، صبر، تورع و دیانت | ۸ - ۷ | مدینہ منورہ کی گورنری، تعمیر مسجد نبویؐ، |
| ۶۰ - ۶۳ | جرات و آزادی، وقار، رحم دلی، | ۱۰ - ۹ | نوارہ، تعمیر چاہ و ہمواری راہ، امیر الحجاج |
| ۶۳ - ۶۴ | شرم و حیا، نصیحت پذیری، زہد و | " | کی خدمت انجام دینا، معزولی۔ |
| ۶۷ - ۷۳ | تقشف، لباس، غذا، مکان، اہل و | | خلافت |
| " | عیال، تقویٰ و تورع، توکل، | ۱۷ - ۱۲ | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خلافت، |
| ۷۴ - ۷۸ | پاس خاندان، اعزہ سے محبت، | ۲۲ - ۱۷ | اموال منصوبہ کی واپسی، باغ فدک کا |
| " | دشمنوں کے ساتھ رفق و ملامت | ۲۷ - ۲۲ | معاملہ، بنو امیہ پر اموال منصوبہ کی واپسی |
| " | اہل حاجت کی امداد و عیادت و سراداری | ۳۱ - ۲۸ | کا اثر، عزوات و فتوحات، |
| " | ہر دل عزیز، علمائے کی قدر دانی | ۳۵ - ۳۲ | عمال کی معزولی، وفات، مرثیہ خیر |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|-----------|-------------------------------------|-----------|--|
| " | یونانی تصنیفات کی اشاعت | ۷۹ - ۸۰ | شاعری و خطابت، اربابِ صحبت |
| " | رفاہ عام کے کام | ۸۲ - ۹۲ | اعمال و عبادات |
| ۱۲۶ - ۱۲۶ | عمارات | ۸۲ - ۸۳ | عبادتِ شبانہ، نماز، زکوٰۃ، |
| " | مساجد، تجدیدِ انصابِ حرم۔ | ۸۳ - ۸۶ | تلاوت، مناجات و دعا، |
| " | قصر شاہی، شہروں کی آبادی | " | خشیتِ الہی، خوفِ قیامت، |
| ۱۲۸ - ۱۵۵ | سیاست و حکومت | ۸۸ - ۹۱ | خوفِ عذابِ الہی، محبتِ رسول، |
| ۱۲۸ - ۱۳۲ | فرائضِ خلافت، خصوصیاتِ حکومت | " | محبتِ اہل بیت، محبتِ مدینہ |
| ۱۳۲ - ۱۳۹ | عمال، عمال کے لیے ہدایات | ۹۳ - ۱۱۹ | کارنامہ ہائے زندگی |
| ۱۴۰ - ۱۴۳ | ذمیوں کے حقوق، مراعات کا حکم | ۹۳ - ۹۴ | تجدید و اصلاح، خلافت، |
| ۱۴۳ - ۱۴۷ | اقامتِ عدل، بیگاری کا انسداد | ۹۶ - ۹۹ | اصلاحاتِ مذہب، بیت المال، |
| ۱۴۷ - ۱۵۴ | رعایا کی خوشحالی، عذاب کی امداد | ۱۰۱ - ۱۰۵ | محاصل و جیل خانہ، |
| ۱۵۴ - ۱۵۵ | نظامِ حکومت کا انقلاب۔ | ۱۱۰ - ۱۱۲ | اشاعتِ اسلام، احیائے شریعت |
| ۱۵۶ - ۱۶۴ | ماثرینی اُمیہ | ۱۱۵ - ۱۱۸ | عقائد، نماز، زکوٰۃ و صدقہ، |
| ۱۵۶ - ۱۵۷ | قومی عصیت کا تحفظ، | " | لہو و نیاحت کی ممانعت، انسدادِ شرابِ نجس |
| ۱۵۷ - ۱۵۹ | کثرتِ فتوحات، انتظاماتِ ملکی | " | قومی خصوصیات کا خیال۔ |
| " | زمین کی پیمائش، زرعی ہنرمیں، | ۱۲۰ - ۱۲۵ | تدریسِ حدیث |
| ۱۵۹ - ۱۶۰ | پانی پینے کے چشمے، راستوں کی ہمواری | ۱۲۱ - ۱۲۴ | تعلیمِ مذہبی کی اشاعت |
| " | شفاخانے، مہمان خانے | " | فنِ معازی اور مناقب صحابہ کی تعلیم و |
| | | " | اشاعت |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

تہذیبِ طبعِ اَوَّل

دنیا میں جن لوگوں نے انقلابات پیدا کئے ہیں ان کا روشن ترین کارنامہ صرف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کی ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم فرماں روا یا ان اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے پر عظمت کارناموں میں ہماری نگاہ صرف اس پر پڑتی ہے کہ ان کے عہد سے پہلے دنیا کا قدم کس نقطہ پر تھا اور انھوں نے اس کو کس مرکز پر پہنچا دیا۔

چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے رائل ہیروز آف اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو اسی خصوصیت کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے مختلف سلسلے کے حسب ذیل فرمانرواؤں کا انتخاب کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ولید بن عبد الملک

ماموں الرشید

عبد الرحمن ناصر

سیف الدولہ

ملک شاہ

نور الدین

خلفائے راشدین

بنو امیہ

عباسیہ

بنو امیہ اندلس

بنو حمدان

سلجوقیہ

نوریہ

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس

یعقوب بن یوسف

سلیمان اعظم

ایوبیہ

موحدین اندلس

ترکان دوم

لیکن اس باب میں اسلام کی تاریخ تمام دنیا کی تاریخوں سے مختلف ہے۔ اسلام کا روشن ترین زمانہ صرف وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا اور خلافت راشدہ تک پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اس لیے خلفائے اسلام کا قابل فخر کارنامہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دنیا کو اس نقطہ نوری سے آگے بڑھایا بلکہ ان کا حقیقی شرف یہ ہے کہ انہوں نے زمانہ کو اس قدر پیچھے ہٹایا کہ وہ عہد صحابہؓ سے چل کر مل گیا۔

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور حکومت شروع ہوا جس میں بڑے بڑے فرمانروا گزرے عبد الملک نے ۴۱ سال تک حکومت کی اور اس سلطنت کی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔ ولید نے اس کثرت سے فتوحات کیں اور اس کثرت سے عمارتیں تعمیر کرائیں کہ تمام دنیا اسلامی تمدن کا تماشا گاہ بن گئی۔ لیکن ان میں صرف حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے زمانہ کی باگ پھیر کر اس کو عہد صحابہؓ سے ملا دیا۔ اس لیے محدثین نے ان کو مجددان اسلام میں شمار کیا ہے اور ان کے فضائل و مناقب میں کتابیں لکھی ہیں۔ محدث ابن جوزی نے ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ عبد اللہ بن عبد الحکم نے جو مصر کے سب سے بڑے محدث اور امام شافعیؒ کے دوست ہیں، ان کے فضائل میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اور عبد الملک بن حبیب بن سلیمان نے ایک کتاب میں ان کے فضائل جمع کیے ہیں۔

ان کے علاوہ اسلام کی جو سیاسی تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھی ان کے دور حکومت کی اس خصوصیت کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ولید کو چھوڑ کر ان کو اس

خاندان کا بیرو قرار دیا ہے۔

محدثین نے ان کے حالات میں جو کتابیں لکھی تھیں ان میں ابن عبدالحکم اور عبد الملک کی کتابیں ناپید ہیں، البتہ محدث ابن جوزی کی کتاب کو یورپ اور مصر دونوں نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے اور طبقات ابن سعد کی تمام جلدیں بھی ہمارے سامنے آگئی ہیں لیکن اردو میں جن لوگوں نے ان کے حالات لکھے ہیں انھوں نے صرف سیاسی تاریخوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ان دونوں کتابوں سے مطلق فائدہ نہیں اٹھایا ہے، حالانکہ ان کے اخلاق و عادات، فضائل و مناقب اور مجددانہ کارناموں کا اصلی ذخیرہ ان ہی کتابوں میں مل سکتا ہے اس لئے ہم نے اور کتابوں کے ساتھ ان دونوں کتابوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنی تصنیف کا ماخذ قرار دیا ہے۔

ہماری زبان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی متعدد سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان مرقعوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تصویر کے اصلی خط و خال نمایاں نہیں ہو سکتے اس لیے ان کے شایان شان ایک دوسری تصنیف کی ضرورت تھی اور اسی ضرورت نے مجھ کو اس کتاب کے لکھنے پر مجبور کیا۔ وما توفیقی علیہ الا باللہ۔

عبد السلام ندوی
دار المصنفین عظیم گڑھ

دیکھا چہ

خلافت بنو امیہ

اسلام سے پہلے تمام عرب کی طاقت کا مرکز قریش کا قبیلہ تھا لیکن قریش میں بھی مختلف ٹکڑے ہو گئے تھے جن میں بنو ہاشم اور بنو امیہ سب میں ممتاز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اگرچہ بنو ہاشم علانیہ اپنے حریف بنو امیہ سے ممتاز ہو گئے لیکن زمانہ جاہلیت میں جمعیت اور ملکی اقتدار کے لحاظ سے بنو امیہ کا پلہ بھاری تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلافت کا سوال پیدا ہوا تو دعویٰ خلافت میں صرف بنو ہاشم نے حصہ لیا۔ بنو امیہ اس سے بالکل الگ رہے۔ حضرت عمرؓ کے بعد اگرچہ حضرت عثمانؓ جو اموی تھے خلیفہ مقرر ہو گئے، لیکن یہ خود خاندان بنو امیہ کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہ تھا بلکہ خود حضرت عمرؓ نے جن چھ اشخاص کو خلافت کے لیے انتخاب کیا تھا ان میں وہ بھی داخل تھے اور جب اس نزاع کو طے کرنے کے لئے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ ثالث مقرر ہوئے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ ہی کا انتخاب کیا اور اس فیصلہ پر خود حضرت علیؓ بھی راضی ہو گئے۔

خاندان بنو امیہ میں حضرت امیر معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خود اپنی قوت بازو سے شام میں مستقل حکومت قائم کی اور اخیر میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور تمام عرب سے اس کے ہاتھ پر بیعت لی۔ اس لیے خاندان بنو امیہ کی سیاسی تاریخ درحقیقت امیر معاویہؓ کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے جو حکومت قائم کی تھی اس نے بہت کم عمر پائی۔ یزید ان کا

جانشین ہوا تھا لیکن اس کے وفات کے بعد ہی حضرت عبداللہ ابن زبیر نے مستقل طور پر دعویٰ خلافت کیا اور شام و مصر کے سوا تمام دنیا تے اسلام ان کے قبضہ اقتدار میں آگئی۔ شام و مصر کے لوگوں نے معاویہ بن یزید کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی لیکن چند ہی دنوں کے بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی نیک نفسی سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ اب یہ دونوں ملک بھی گویا حضرت عبداللہ ابن زبیر کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے اور بنو امیہ کا نام گویا صفحہ ہستی سے مٹ گیا کہ دفعۃً بنو امیہ کی سیاسی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا جو پہلے سے زیادہ پر عظمت، زیادہ وسیع اور زیادہ شاندار تھا۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر ہی کے زمانے میں خاندان بنو امیہ میں سے مروان بن خاندان نے خلافت کے لیے دوبارہ کوشش کی اور مروان بن حکم نے بغاوت کر کے شام و مصر پر قبضہ کر لیا لیکن اس نے اس قدر کم زمانہ پایا کہ اس کے عہد میں اس خاندان کو سیاسی استقلال حاصل نہ ہو سکا۔ مروان کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک نے مروان کی حکومت کا اصلی ڈھانچہ قائم کیا اور مستقل ۲۱ برس تک سلطنت کی جس میں سات آٹھ سال اگرچہ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ خانہ جنگی میں صرف ہوئے لیکن ۱۳-۱۲ سال تک اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ تمام دنیا تے اسلام پر تہا حکومت کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جن کے حالات ہم لکھ رہے ہیں اسی عبدالملک کے بھتیجے تھے اگرچہ ان کے زمانہ تک خلافت کی جو ترتیب چلی آ رہی تھی اس کے لحاظ سے وہ اس کے مستحق نہ تھے تاہم انہوں نے اپنے طرز عمل سے اپنا استحقاق قائم کر لیا۔ مروج الذهب مسعودی میں ہے:

حضرت عمر بن عبدالعزیز بغیر استحقاق
کے خلیفہ مقرر ہوئے لیکن خلیفہ ہونے
کے بعد عدل و انصاف کی بنا پر اس
کے مستحق ہو گئے۔

اخذ عمرو بن عبدالعزیز الخلفۃ
بغیر حقہا ولا بالاستحقاق
ثم استحقها بالعدل حین
اخذها

تاریخ اسلام میں ان کا دور حکومت اس لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہے کہ انھوں نے خلافت راشدہ کے نظم و نسق کو دوبارہ قائم کیا اور ان کے عہد میں تمام دنیا کو ایک بار پھر عہد صحابہ کی خصوصیات نظر آگئیں۔

و توسطہم عمرو بن عبدالعزیز
فترع الی طریقۃ الخلفاء الاربعۃ

حضرت عمر بن عبدالعزیز مروانی سلسلہ کی درمیانی
کڑی تھے۔ انھوں نے اپنی تمام تر توجہ خلفائے

والصحابۃ جہدۃ۔
راشدین اور صحابہ کے طریقے کی طرف مبذول کی۔

بنو امیہ کا رقبہ حکومت | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس ملک پر حکومت کی وہ خوش قسمتی سے نہایت وسیع ملک تھا، اس لیے انھوں نے جس کشادہ دلی کے ساتھ ملک کو ہر قسم کی خیر و برکت سے لبریز کرنا چاہا۔ اسی وسعت کے ساتھ ان کے اثر کو پھیلنے کا موقع ملا۔

تاریخ اسلام میں بنو امیہ اور عباسیہ باہم حریف مقابل ہیں لیکن بنو امیہ کو نہ صرف عباسیہ پر بلکہ تمام فرمانروایان اسلام پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ انھوں نے اسلامی حدود حکومت کو اپنے دورِ بازو سے اس قدر وسیع کر دیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ تک صرف عرب، شام، مصر اور ایران اسلام کے حدود میں داخل تھے لیکن خلفائے بنو امیہ نے اپنے دورِ حکومت میں اس نقطہ کو دائرہ اور اس حباب کو دریا بنا دیا۔ انھوں نے ایک طرف تو افریقہ اور مغرب کے تمام شہروں کو فتح کر کے اندلس کو اسلامی یادگاروں کا سب سے بڑا مرکز بنا دیا۔ دوسری طرف مشرق میں سندھ، کابل اور فرغانہ کو فتح کر کے سرزمین چین میں اپنا جھنڈا نصب کیا۔ روم کی طرف بڑھے تو قسطنطنیہ کی چہار دیواری تک پہنچ کر دم لیا۔ جزائر میں قبرص، افریقہ (کریٹ) اور رودس وغیرہ کو فتح کیا۔ غرض مشرق، مغرب، جنوب، شمال، عرب، عجم، ترک و تاتار، چینی اور ہندی تمام قوموں نے ان کے آگے سر جھکایا اور تمام ممالک ان کے زیرِ نگیں ہوئے۔

حکومت بنو امیہ کا رقبہ اندلس کے آخری گوشوں سے لے کر سندھ تک پہنچتا تھا اور

ادھر بلا دروم سے شروع ہو کر چین کی دیواروں تک ختم ہو جاتا تھا اور اس طرح گویا اس وقت
 دمشق کا پایہ خلافت افریقیہ اور ایشیا کے بڑے بڑے اعظم کا مرکز تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز
 نے اگرچہ فاتحانہ حیثیت سے اس رقبہ حکومت کو وسیع نہیں کیا تاہم اس کو عدل و انصاف سے
 معمور کر دیا اور یہی ایک فرمانروا کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔



بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
حَادِثًا وَمُصَلِّيًا

نسب اور خاندان

ابو حفص کنیت اور عمر نام تھا۔ باپ کا نام عبدالعزیز اور ماں کا نام ام عام تھا۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے :- عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد خاندان بنو امیہ میں ایک ممتاز اور خوش قسمت بزرگ تھے۔ خود ان کا بیان ہے کہ "میں مصر میں مسلم بن مخلد کی گورنری کے زمانہ میں گیا تو وہاں میرے دل میں چند تمنائیں پیدا ہوئیں اور وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔ میری آرزو تھی کہ میں مصر کا گورنر ہوتا۔ میری خواہش تھی کہ میں مسلمہ کی دونوں بیٹیوں کو اپنے جلالہ نکاح میں لاتا۔ میری تمنائیں کہ قیس بن کلیب میرا حاجب ہوتا۔" چنانچہ خدا نے ان کی یہ تمام امیدیں پوری کیں۔ مسلمہ کی دونوں بیٹیاں ان کے نکاح میں آئیں، قیس بن کلیب ان کا حاجب مقرر ہوا اور پورے ۲۰ سال دش مہینے ۱۲ دن تک متصل مصر کی گورنری کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسلام کی تاریخ میں کسی گورنر کا دور حکومت اس قدر مدت نہیں ہوا۔

ان کی گورنری کا زمانہ رجب ۶۵ھ سے شروع ہوا جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عبدالرحمن بن محمد جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مصر کا گورنر تھا، مصر کے ان تمام خوارج کو جو مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے معین و مددگار تھے، جمع کر کے تحکیم کا دعویٰ کیا اور علی الرغم حامیان

بنی امیہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد ذوقعدہ ۶۴ھ میں عبدالعزیز کے باپ مروان بن حکم نے تمام لوگوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی۔ مصر کے لوگ اگرچہ بظاہر ابن حجدم کے طرفدار تھے لیکن درپردہ ان کا میلان مروان کی طرف تھا۔ اس لیے انہوں نے اس کو مصر میں بلایا۔ مروان اکابرِ داعیان کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ایک فوج کے ساتھ ایلہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن حجدم نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے کی تیاری کی۔ اکدر بن حمام اللخمی کی قیادت میں چند جنگی جہاز روانہ کیے کہ بحری راستہ سے شام کا رخ کرے۔ بڑی جنگ کے لیے دو فوجیں بھیجیں جن میں ایک کا مقصد یہ تھا کہ عبدالعزیز کو ایلہ میں داخل نہ ہونے دے۔ اس فوج کا سپہ سالار زہیر بن قیس تھا۔ اس نے مقام بصاق میں پہنچ کر عبدالعزیز کا مقابلہ کیا اور شکست کھاتی۔ خود ابن حجدم نے مقام عین شمس میں مروان کا مقابلہ کیا اور تقریباً دو روز تک معرکہ کی لڑائی ہوتی جس میں فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے۔ بالآخر متعدد بااثر اشخاص نے بیچ میں پڑ کر مروان اور ابن حجدم میں مصالحت کروادی اور مصالحت کے بعد مروان جمادی الاولیٰ ۶۵ھ میں داخل مصر ہوا اور دارِ نفل میں اتر جو آج مسجد جامع کے سامنے واقع ہے لیکن اس کی بلند ہمتی نے اس کو گوارا نہیں کیا، اس لئے اس نے کہا کہ ”خلیفہ ایسے شہر میں قیام نہیں کر سکتا جس میں کوئی محل نہ ہو“ چنانچہ اس کے حکم سے قصر بیضا بن تعمیر ہوا۔ اس نے لوگوں کے عطیے مقرر کیے اور قبیلہ معافر کے سوا تمام اہل مصر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مروان نے مصر میں کل دو مہینے قیام کیا اور جب ۶۵ھ میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے واپس آیا۔ رخصت کے وقت عبدالعزیز نے معذرت کی کہ ”اے امیر المؤمنین! میں ایک ایسے شہر میں جس میں میرا کوئی بھائی بند نہیں ہے کیونکر قیام کر سکوں گا؟“ مروان نے کہا ”جان پدر عام طور پر احسان کرو سب تمہارے بھائی ہو جائیں گے۔ سب سے کشادہ روتی کے ساتھ ملو سب تمہارے دوست بن جائیں گے۔ تمام روسا کو یقین دلاؤ کہ وہ تمہارے خواص ہیں تو وہ تمہارے حامی بن جائیں گے اور

ان کی تمام قوم تمھاری اطاعت کرنے لگے گی۔ میں تمھارے بھائی بشر کو تمھارا ہمدم اور موسیٰ بن نصیر کو تمھارا وزیر اور مشیر مقرر کرتا ہوں؛ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی اخلاقی نصیحتیں کر کے اس سے رحمت ہوا اور واپسی کے بعد صرف دو مہینہ تک زندہ رہا۔ یعنی رمضان ۶۵ھ میں انتقال کر گیا۔

مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوا اور اس نے بھی عبدالعزیز کو اس عہدے پر قائم رکھا۔ عبدالعزیز نے اپنے زمانہ گورنری میں بہت سے قابل یاد کار کام کئے۔ ۶۷ھ میں ایک زلزلہ کا محل بنوایا۔ ۶۸ھ میں مصر میں طاعون آیا تو اس نے وہاں سے نکل کر حلوان میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہاں متعدد محل اور مسجدیں تعمیر کروائیں اور انگوڑو خرما کے متعدد باغ لگوائے۔ ۶۷ھ میں مصر کی مسجد جامع کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کروایا اور چاروں طرف اس میں اضافہ کیا۔ ۶۹ھ میں خلیج مصر پر دو پل بندھوائے اور اس پر اپنا نام کندہ کرایا۔ مذہبی حیثیت سے تعریف کی ایجاد کی یعنی عرفہ کے دن عصر کے بعد مسجد میں بیٹھنے کا طریقہ قائم کیا۔ علماء کے حقوق و احترام کو نہایت فیاضی کے ساتھ قائم رکھا۔ عبدالرحمن بن حجاج خولانی قاضی مصر کا ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور ابو الخیر مرثد بن عبداللہ الیزنی کو خود اپنے یہاں بلاتا تھا اور اس سے فتویٰ لیتا تھا۔

شعراء کے ساتھ اس قدر فیاضانہ سلوک کیا کہ ایک بار کسی نے کثیر سے پوچھا کہ اب تم شعریوں نہیں کہتے؟ بولا عبدالعزیز کی وفات کے بعد صلہ کی کس سے توقع ہو سکتی ہے۔ عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار طبق خود اس کے مکان کے گرد چنے جاتے تھے اور سو طبق میں عموماً اہل مصر کو کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:-

کل یوم کانہ یوم اضحیٰ
عند عبدالعزیز او یوم فطر
ہر دن عبدالعزیز کے یہاں
عید یا بقر عید کا دن ہوتا ہے۔

وله الف جفنتا مترعات كل يوم يمدھا الف قدر

ان کے یہاں ہزار چھلکتے ہوئے پیالے ہیں جن کو ہزار دیگچیاں لہریز کرتی ہیں

عبدالعزیز نے ۸۶ھ میں ۱۴ جمادی الاولیٰ یومِ دو شنبہ کو حلوان میں انتقال کیا اور لاش فسطاط میں لا کر دفن کی گئی۔ مرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے "کاش میں کوئی قابل ذکر چیز نہ ہو کاش میں ایک تنکا یا حجاز کا ایک چرواہا ہوتا" متعدد شعراء نے پر درد مرثیے لکھے جن کو کند نے اپنی کتاب ولایۃ مصر میں نقل کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ام عامم حضرت عامم بن عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ایک روز رات کو حضرت عمرؓ مدینہ کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک دیوار کے کنارے تھک کر بیٹھ گئے۔ گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ "اٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے" لیکن لڑکی نے کہا کہ "امیر المؤمنین نے عام منادی کرادی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے" ماں نے کہا کہ "اس وقت عمرؓ اور عمرؓ کے منادی والے دیکھ نہیں سکتے، تم دودھ میں پانی ملاؤ" اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں امیر المؤمنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤں" حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سُن لی اور عامم سے کہا کہ اس دروازے اور اس جگہ کو یاد رکھو۔ صبح ہوئی تو ان کو بھیجا کہ پتہ لگائیں کہ یہ کون عورتیں تھیں اور وہ صاحب شوہر ہیں یا نہیں؟ وہ آئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری اور ماں بیوہ ہے، اب حضرت عمرؓ نے اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کر لیتا، لیکن تم میں جو پسند کرے میں اس سے اس کا نکاح کر سکتا ہوں۔ عبداللہؓ اور عبدالرحمنؓ کے بیبیاں موجود تھیں، البتہ عامم کو نکاح کی ضرورت تھی اس لیے انھوں نے اس سے عقد کر لیا اور اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

کی ماں اُمّ عام پیدا ہوئیں اور اس لحاظ سے حضرت عمر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے پرانا ہوتے۔
ولادت حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ مصر کے ایک گاؤں
 حلوان میں جس کے امیر ان کے باپ تھے، ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں پیدا ہوئے لیکن علامہ ذہبی نے
 تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ وہ یزید کے زمانہ خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ
 کی گورنری کے زمانہ میں مصر میں نشوونما پائی۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ عبد العزیز بن مروان کی
 گورنری کا زمانہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ۶۵ھ سے شروع ہوتا ہے اس لیے ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں
 حلوان میں ان کی ولادت قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی۔

تعلیم و تربیت بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیزؓ مدینہ میں پیدا ہوئے اور جب بڑے ہوئے
 تو ان کے والد عبد العزیز مصر کے گورنر مقرر ہو گئے اور وہاں سے انہوں نے اپنی بی بی اُمّ عام
 کو لکھا کہ اپنے بچے کو لے کر مصر چلی آئیں۔ وہ اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آئیں اور
 اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا کہ تم تو چلی جاؤ لیکن اس بچے کو ہمارے ہاں چھوڑ دو کیونکہ وہ تم
 میں ہم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اُن
 کے یہاں چھوڑ کر مصر چلی گئیں۔ عبد العزیز بن مروان نے ان کو نہیں دیکھا تو پوچھا کہ عمر کہاں ہے؟
 انہوں نے واقعہ بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے بھائی عبد الملک کو اس کی اطلاع دی۔
 اس نے ہزار دینار ماہوار ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ کے یہاں آئے اور
 قیام کیا، پھر ایک واقعہ کے پیش آجانے سے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان کی تعلیم مدینہ ہی میں ہو،
 چنانچہ ان کو مدینہ بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہیں صالح بن کیسان کی اتالیقی میں تعلیم و تربیت پائی اور
 صالح بن کیسان نے جس دیانت کے ساتھ ان کی مذہبی و اخلاقی نگرانی کی اس کا اندازہ اس سے

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۶، سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۷۱ میں جو روایت ہے وہ اس سے کسی قدر مختلف ہے
 اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود عام کو اس لڑکی کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا اور ان سے کہا کہ تم اس سے نکاح کر لو کیونکہ اس
 ہاں ایک ایسا شہسوار پیدا ہوگا جو عرب کا سردار ہوگا۔ ۲۔ تذکرۃ الخلفاء تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۳۵ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ
 ۳۔ سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۹-۲۰۔

ہو سکتا ہے کہ ایک بار انہوں نے نماز میں تاخیر کی اور صالح بن کیسان نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ "بال سنوارنے میں دیر ہو گئی"۔ بولے کہ اب بالوں کی آرائش کو نماز پر بھی ترجیح دیتے ہو، چنانچہ عبد العزیز کو اس واقعہ کی خبر کی اور انہوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا جس نے آکر پہلے ان کے بال منڈوائے اس کے بعد بات چیت کی۔ غالباً یہی اثر تھا جس کی بناء پر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کو اپنی اولاد کا اتالیق بھی مقرر کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور عربیت اور شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی۔

حدیث کی روایت اگرچہ مختلف شیوخ سے کی جن میں تابعین کے علاوہ متعدد صحابہ بھی شامل تھے لیکن وہ اس مقدس فن میں زیادہ تر عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کے مرہون منت ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں بالتخصیص لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے موذب تھے۔ خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جن لوگوں سے روایت کی ہے ان میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی روایتیں سب سے زیادہ ہیں۔

ان بزرگوں کے فیض صحبت سے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے یہ درجہ حاصل کیا کہ بڑے بڑے محدثین کو ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑا۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

کان اماماً فقیہاً مجتہداً عارفاً
بالسنن کبیر الشان ثباجة حافظاً
وہ بڑے امام، بڑے فقیہ، بڑے مجتہد حدیث کے
بڑے ماہر اور معتبر حافظ اور سند تھے

میمون بن مہران کا قول ہے کہ "ہم ان کے پاس اس خیال سے آئے تھے کہ وہ ہمارے محتاج ہوں گے لیکن ہم کو معلوم ہوا کہ ہم خود انہی کے شاگرد ہیں"۔ بڑے بڑے علماء ان سے مشکل

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۹۔ ۲۔ تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۳ تذکرہ صالح بن کیسان۔ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۸،
تذکرہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ۴۔ یہ تمام تفصیل سیرت عمر بن عبد العزیزؓ میں از ص ۸ تا ص ۹ میں ہے۔

مسائل کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ نہایت برجستگی کے ساتھ جواب دیتے تھے۔ ایک

بار حجاز اور شام کے متعدد علماء جمع ہوئے اور ان کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ آپ ان سے

انھی لهم التناوش من مکان بعید وہ دور سے کیونکر پائے جاسکتے ہیں

کسی تفسیر کے متعلق سوال کیجئے۔ انھوں نے پوچھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تناوش من

مکان بعید سے وہ تو بہ مراد ہے جس کی ایسی حالت میں خواہش کی جائے جس میں اس پر انسان

قادر نہ ہو۔ لیکن تحصیل علم سے نارغ ہونے کے بعد ان کو اموی سلطنت کی مصروفیت نے مزاحمت

علمیہ کا موقع نہیں دیا اس لیے وہ اپنے علمی سرمایہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں

مدینہ سے نارغ ہو کر نکلا تو وہاں مجھ سے کوئی بڑا عالم نہ تھا لیکن شام میں اگر سب کچھ بھول گیا۔

امام زہری کا بیان ہے کہ ”میں نے ایک رات ان سے گفتگو کی تو انھوں نے کہا کہ جو حدیثیں

آپ نے بیان کیں میں نے وہ سب سنی تھیں لیکن آپ نے ان کو یاد رکھا اور میں بھول گیا۔“

شادی | عبدالعزیز بن مروان کے انتقال کے بعد عبدالملک نے اپنی لڑکی فاطمہ سے ان کی شادی

کردی اور انھوں نے نہایت بلیغ الفاظ میں اس کا شکر یہ ادا کیا۔^{۲۵}

مدینہ منورہ کی گورنری | اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نسل و کمال کا سب سے زیادہ

موزوں مظہر صرف مسند دس ہو سکتا تھا لیکن خاندان خلافت کے تعلقات نے اس کے لیے

مسند حکومت کا انتخاب کیا۔ پہلے وہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے خناصرہ کے گورنر تھے۔

لیکن ۸۶ھ میں جب ولید بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے ربیع الاول ۸۶ھ

میں ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس عہدہ کے قبول کرنے میں

لیت و لعل کیا اور جب ولید نے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے چند شرطیں پیش کیں جن میں

پہلی شرط یہ تھی کہ جو گورنر ان سے پہلے تھے ان کے ظلم و عدوان پر ان کو مجبور نہ کیا جائے۔ ولید

۱۵ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ۔ ۱۵ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۷-۲۸۔ ۱۶ تاریخ الخلفاء

تذکرہ عمر بن عبدالعزیزؓ و سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۷-۲۸۔ ۱۷ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۲۲۔

نے جواب دیا کہ آپ حق پر عمل کیجئے گو ہم کو ایک درہم بھی وصول نہ ہو۔ اس معاہدے کے بعد وہ شام سے مدینہ کو روانہ ہوئے لیکن اس وقت عمر بن عبد العزیزؓ وہ عمر بن عبد العزیزؓ تھے جو کبھی حضرت ابو ہریرہؓ اور کبھی حضرت معصب بن عمیرؓ کے قالب میں نمایاں ہوتے تھے۔ اس لیے شام سے نکلے تو ۱۳۰ اونٹوں پر ان کا ذاتی ساز و سامان لہ کر روانہ ہوا۔ مدینہ میں پہنچے تو مروان کے مکان میں اترے۔ نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر فقہائے مدینہ میں سے دس بزرگوں کو طلب کیا اور ان کے سامنے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لیے طلب کیا ہے جس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا اور آپ حامی حق قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کی رائے و مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا پس اگر آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوتے دیکھیں یا آپ لوگوں میں سے کسی کو میرے کسی عامل کے ظلم کا حال معلوم ہو تو میں خدا کی قسم دلوں کہتا ہوں کہ وہ مجھ تک اس معاملے کو ضرور پہنچائے۔ فقہار نے یہ تقریر سنی تو ان کو جزائے خیر کی دعا دیتے ہوتے واپس آئے۔

تعمیر مسجد نبویؐ | گورنری مدینہ کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جو ناقابل فراموش یادگاریں قائم کیں ان میں ایک ابدی یادگار مسجد نبویؐ ہے۔ مسجد نبویؐ میں اگرچہ حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے تعمیر و اضافہ شروع ہو گیا تھا۔ بالخصوص حضرت عثمانؓ نے تو اس کو بہت کچھ شاندار بنا دیا تھا، لیکن ان کے بعد حضرت علیؓ کے زمانہ سے لے کر عبد الملک کے زمانہ تک کسی خلیفہ نے اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کیا۔ ولید کا زمانہ آیا تو اس نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی اور مسجد کو نئے آب و رنگ کے ساتھ تعمیر کروانا چاہا۔ چنانچہ جب وہ مسجد دمشق کی تعمیر سے فارغ ہوا، تو ربیع الاول ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو لکھا کہ مسجد نبویؐ نے سرے سے تعمیر کی جائے اور اس کے پاس الدواجِ مطہرات کے جو حجرے اور دوسرے مکانات ہیں وہ بہ قیمت لے کر مسجد میں شامل کر لئے جائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے نہایت مستعدی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد کو شہید کرانا شروع کیا تو اکثر فقہائے مدینہ مثلاً

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۳۲۔ ۲۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۳۹۔ ۳۔ طبری ص ۱۸۳ اور طبقات ابن سعد ص ۲۲۵ و ۲۲۶

قاسم، سالم، ابوبکر بن عبدالرحمن وغیرہ ساتھ تھے۔ ان بزرگوں نے مسجد کی داغ بیل ڈالی اور اس کی بنیاد قائم کی۔

صفر ۸۸ھ میں تعمیر کا کام شروع ہوا اور اسی وقت ولید نے شاہ روم کو لکھا کہ ”ہم اپنے پیغمبر کی مسجد تعمیر کر رہے ہیں ہم کو مدد دو“ چنانچہ شاہ روم نے لاکھ مثقال سونا، سو مزدور اور چالیس بورے سیفسا کے بھیجے اور حکم دیا کہ مدائن کے کھنڈروں میں سے سیفسا تلاش کی جائے۔ چنانچہ جب یہ سال مہیا ہو گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس اہتمام کے ساتھ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا کہ جب کوئی کاریگر سیفسا کا ایک بڑا درخت بناتا تھا تو اس کو ۳۰۰ درہم بطور انعام کے دیتے تھے۔

مسجد نبوی میں اگرچہ مختلف قسم کے تغیرات ہو چکے تھے لیکن کنگرہ اور محراب کی طرف اب تک کسی کا خیال رجوع نہیں ہوا تھا اس کی ایجاد کا شرف صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو حاصل ہوا، چنانچہ انھوں نے مسجد کے چاروں کنارے محراب قائم کروائی اور پر تلے وغیرہ سیسے کے بنوائے۔ تعمیر کا کام ۸۸ھ میں شروع ہوا تھا اور ۹۰ھ میں ختم ہوا، اس کے بعد ۹۱ھ میں ولید نے حج اور حج کے ساتھ مسجد کا معائنہ کرنا چاہا۔ چنانچہ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اکابر مدینہ کو ساتھ لے کر نہایت شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا۔ ولید نے مسجد میں جا کر ہر طرف گھوم گھوم کے دیکھنا شروع کیا۔ مسجد کے مقصورہ کی چھت پر نظر پڑی تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے کہا کہ تمام چھتیں اسی وضع کی کیوں نہیں بنوائیں؟ بولے ”صرف زیادہ پڑتا تھا صرف قبلہ کی دیوار اور دونوں چھتوں کے درمیان ۵۰ ہزار دینار صرف ہوتے۔“

فوارہ ولید کے ایما سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے مسجد کے ساتھ ساتھ ایک فوارہ بھی تعمیر کرایا۔ چنانچہ ولید نے حج کیا تو فوارہ اور محزن اب کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور اس کے لئے بہت

لے طبری ص ۱۱۹۳، ۱۱۹۴۔ لے خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۹۔ لے خلاصۃ الوفاء ص ۱۴۰۔ لے یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۰،

طبری ص ۱۲۳۲ میں اس استقبال کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ لے خلاصۃ الوفاء ص ۱۴۰۔

سے ملازم رکھے اور حکم دیا کہ اہل مسجد کو اس سے پانی پلایا جائے۔

تعمیر مساجد اطرافِ مدینہ | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد نبویؐ کو نئے سرے سے تعمیر کروایا

تو اطرافِ مدینہ کی جن جن مسجدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی، ان کی طرف بھی توجہ کی اور ان کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔

تعمیر چاہ و بہواری راہ | اسی سال ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور دوسرے عمال کو لکھا کہ مدینہ

اور عموماً دوسرے شہروں میں بکثرت کنویں کھدوائے جائیں اور پہاڑوں کے دشوار گزار راستے ہموار کئے جائیں۔

امیر الحج کی خدمت انجام دینا | اسلام میں پالٹیکس اور مذہب چونکہ ہمیشہ سے شہر و شکر ہے

اس لئے خلفائے راشدینؓ ہی کے زمانہ سے یہ رسم قائم ہو گئی تھی کہ خود خلفاءِ ایام حج میں امیر الحج بنتے تھے اور لوگوں کو اپنے ساتھ حج کراتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بھی اپنے زمانہ گورنری میں یہ مقاسم خدمت متعدد بار انجام دی۔ چنانچہ یعقوبی نے ان تمام سالوں کی تصریح کی ہے جن میں انہوں نے لوگوں کو اپنے ساتھ حج کرایا۔

معزولی | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ۸۷ھ سے لے کر ۹۳ھ تک گورنری کی اور مدینہ کے

ساتھ مکہ اور طائف بھی ان کے زیر حکومت رہے لیکن آخر کار ۹۳ھ میں ان کو اس عہدہ سے الگ ہونا پڑا۔ تاریخ طبری میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ولید کو ایک خط لکھا جس میں حجاج کے مظالم کی شکایت کی۔ حجاج کو اس کی خبر ہوئی اس نے جل کر ولید کو ایک خط لکھا کہ عراق سے بہت سے مفسدہ پرداز لوگ جلا وطن ہو کر مکہ اور مدینہ میں آباد ہو گئے ہیں جو ایک قسم کی سیاسی کمزوری ہے۔ ولید نے لکھا کہ مجھے دو شخصوں کے نام بتاؤ جو مدینہ اور مکہ کی گورنری کر سکیں۔ حجاج نے خالد بن عبد اللہ اور عثمان بن حیان کے نام لکھ بیچے اور ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو معزول کر کے خالد کو مکہ اور عثمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

۱۱۹۶ھ فتح الباری ج اول ص ۴۲۔ طبری ص ۱۱۹۶۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۹۔ طبری ص ۱۲۵۴۔ طبری ص ۱۲۵۴۔

لیکن سیرت عمر بن عبد العزیزؓ میں لکھا ہے کہ ۹۳ھ میں ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

کو لکھا کہ حبیب کو سزا دی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اگرچہ اس حکم کی تعمیل کی اور ان کو سب کوڑے لگوائے۔ قید خانہ میں محبوس رکھا اور ان کے جسم پر ٹھنڈا پانی چھڑکوا یا، تاہم اس قسم کی سفاکیاں ان کی فطرت کے بالکل مخالف تھیں، چنانچہ جب ان سزاؤں کے بھگت لینے کے بعد لوگ ان کو لے گئے اور وہ گھر جا کر مر گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ماجستون کو بھیجا کہ جا کر ان کی حالت دریافت کر آئیں۔ وہ آئے تو لوگوں نے ان کے چہرے سے چادر الٹ دی اور انہوں نے ان کو مردہ پایا۔ وہ پلٹے تو ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ پر لیشانی میں کبھی اٹھتے تھے، کبھی کھڑے ہو جاتے تھے، انہوں نے انتقال کی خبر سنائی تو وہ زمین پر گر پڑے اور ان اللہ پڑھتے ہوئے اٹھے اور گورنری سے استعفاء دے دیا۔

خلافت

اگرچہ تمام خاندان بنو امیہ مہمات امور میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی طرف رجوع کرتا تھا لیکن سلیمان بن عبدالملک کو اس پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس نے ان کو گویا اپنا وزیر بنا لیا تھا۔ اس بنا پر اس کے بعد جو لوگ خلافت کے مستحق ہو سکتے تھے ان میں ایک حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بھی تھے۔ چنانچہ جب عہد نامہ خلافت پر سلیمان بن عبدالملک نے گمنام طریقہ سے بیعت لی تو خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خیال پیدا ہوا کہ قرعہ فال کہیں ان کے نام تو نہیں پڑا؛ آخر کار ان کا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک جب مقام وابق میں جو فوج کا اجتماع گاہ تھا ۹۹ھ میں بیمار ہوا اور اس کو زیست سے مایوسی ہوتی تو اس نے پہلے اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ایک وصیت نامہ کے ذریعے سے اپنا ولی عہد مقرر کیا لیکن رجاء بن حیوٰۃ نے اس سے اختلاف کیا کہ خلیفہ کا سب سے زیادہ قابل یادگار کار نامہ یہ ہے کہ وہ صالح شخص کو اپنا جانشین بنائے۔ یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ ”ابھی میں نے عزم مصمم نہیں کیا ہے اس پر غور کروں گا۔“ چنانچہ اس نے دو ایک روز کے بعد اس وصیت نامہ کو چاک کر دیا اور رجاء بن حیوٰۃ کو بلا کر پوچھا کہ داؤد بن سلیمان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؛ داؤد اس وقت قسطنطنیہ میں تھے۔ رجاء نے کہا آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔ سلیمان نے کہا تو پھر تمہاری نگاہ کس پر پڑتی ہے؛ بولے ”آپ نام لیجئے میں اس پر غور کروں گا۔“ سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۲۔ ۲۔ حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۱۱۲ و تاریخ الخلفاء تذکرہ سلیمان بن عبدالملک۔ ۳۔ سیرۃ

عبدالحکم ص ۲۹ میں ہے کہ سلیمان بن عبدالملک سے پہلے ہی ایوب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے علاوہ اس کے تمام لڑکے چھوٹے اور قابل بیعت نہ تھے۔

رجاء نے کہا کہ ”وہ نہایت برگزیدہ مسلمان ہیں۔“ سلیمان بولا، میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن اگر میں ان
 خلیفہ مقرر کروں اور عبد الملک کی اولاد کا بالکل لحاظ نہ کروں تو ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا اور
 بت تک میں ان میں کسی کو ان کے بعد ولی عہد نہ بنا لوں وہ لوگ ان کی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے۔
 اس لیے یزید بن عبد الملک کو ان کے بعد ولی عہد بناتا ہوں میرا یہ طرز عمل ان کو تسکین دے دے گا۔
 رجاء نے بھی اس سے اتفاق کیا اور سلیمان نے خود اپنے ہاتھ سے عہد خلافت لکھا اور
 اس کو مہربند کر کے کعب بن جابر افسر پولیس کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے تمام خاندان کو ایک جگہ
 جمع کریں وہ لوگ جمع ہوئے تو اس عہد نامہ کو رجاء کے حوالہ کیا اور کہا کہ یہ میری تحریر ہے، ان کو
 ہم دو کہ جس کو میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے، اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ رجاء نے ان کو خلیفہ کا یہ
 نام سنایا تو سب نے سمعنا و اطعنا کہا اور پوچھا کہ کیا ہم خلیفہ کے پاس جا کر سلام عرض کر سکتے
 ہیں؟ رجاء نے کہا ہاں۔ چنانچہ جب وہ لوگ اندر گئے تو سلیمان نے رجاء کے ہاتھ کی طرف
 اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا وصیت نامہ ہے جس کو میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے، اس کے ہاتھ پر
 بیعت کرو اور اس کے فرماں بردار بنو۔ اس پر سب نے الگ الگ بیعت کی۔ چونکہ یہ بیعت
 نام تھی، اس لیے جب تمام خاندان کے لوگ ہٹ گئے تو مستحقین خلافت مثلاً ہشام بن عبد الملک
 اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے متعلق سوال کیا۔ لیکن رجاء نے اس تحریر کو بالکل صیغہ راز
 میں رکھا اور کسی کو اس کے ایک حرف کی بھی اطلاع نہ دی۔ اس کے تین دن بعد سلیمان نے انتقال
 پایا۔ لیکن رجاء نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس کی موت کو چھپایا اور دروازے پر نہایت معتبر
 شخص کو بٹھایا کہ کوئی شخص لاش تک نہ جانے پائے اور دوبارہ تمام خاندان بنو امیہ کو مسجد
 اقصیٰ میں جمع کیا اور نئے سرے سے بیعت لینا چاہی لیکن ان لوگوں نے کہا کہ جب ہم ایک بار بیعت
 رکھے ہیں تو کیا دوبارہ پھر بیعت کریں۔ رجاء نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین (سلیمان) ہیں ان کا جو

لیکن اس کے معنی یہ نہ تھے کہ وہ اس مژدہ کو سننا چاہتے تھے، بلکہ سیرۃ ابن حکم ص ۳۰ میں ہے کہ انھوں نے رجاء ابن حیوۃ کو قسم دلا کر
 کہا تھا کہ اگر ولی عہد کے متعلق سلیمان بن عبد الملک میرا نام لے تو تم روک دینا اور اگر میرا نام نہ آئے تو تم میرا نام نہ لینا۔

فرمان ہے اور جس کو انھوں نے خلافت کے لئے انتخاب کیا ہے اس کے لیے بیعت کرو۔ سب نے پھر ایک ایک کر کے بیعت کی۔ اب جب کہ رجاؤ کو یقین ہو گیا کہ معاہدہ بیعت مستحکم ہو گیا انھوں نے وصیت نامہ کا مضمون پڑھ کر سنایا اور سلیمان کی موت کی خبر دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا نام آیا تو ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ”ہم ان کے ہاتھ پر قیامت تک بیعت نہیں کر سکتے۔“ بولے کہ ”خدا کی قسم اٹھو اور بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دوں گا۔“ اس کے بولے رجاؤ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر کھڑا کر دیا اور انھوں نے اس بارِ عظیم پر ہشام نے اپنی ناکامی پر (انا للہ) پڑھا۔

ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین کا سامان لایا گیا اور خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خود اس کو قبر میں اتارا۔ تجہیز سے فارغ ہونے کے بعد تمام شاہی سواریاں جس میں خچر اور ترکی گھوڑے وغیرہ تھے حاضر کئے گئے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ ”میرا خچر میرے لئے کافی ہے“ یہ کہہ کر ان کو واپس دیا۔ افسر پولیس نیزہ لے کر آگے آگے چلا تو اس کو ہٹا دیا اور کہا کہ ”میں بھی تمام مسلمانوں کی ایک مسلمان ہوں۔“

سیرۃ ابن عبدالحکم (ص ۳۵) میں ہے کہ جب ان کے سامنے سواریاں پیش کی گئیں تو انھوں نے کہا کہ یہ کیا ہے! لوگوں نے کہا کہ ان پر اب تک سواری نہیں کی گئی ہے، جب کوئی شخص خلیفہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ ان پر سوار ہوتا ہے لیکن انھوں نے اپنا خچر طلب کیا اور اپنے غلام سے کہا کہ ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔ اسی طرح ان کے لیے خیمے نصب کئے گئے۔ ان کے متعلق بھی یہی سوال کیا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ خیمے ہیں جن میں اب تک کسی نے قیام نہیں کیا ہے، ان میں صرف وہ شخص قیام کرتا ہے جو خلیفہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ان کے متعلق بھی غلام مزاحم کو یہی حکم دیا کہ بیت المال میں داخل کر دو، پھر خچر پر سوار ہو کر آئے تو وہ فرشِ فردش جن پر صرف وہ شخص بیٹھتا تھا جو خلیفہ ہوتا تھا لیکن وہ ان کو مسلتے ہوئے چٹائی تک پہنچا دیا۔

راحم سے کہا کہ ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔

خلفائے بنو امیہ کے یہاں دستور تھا کہ جب خلیفہ مرجاتا تھا تو اس کے استعمالی کپڑے اور شہو میں اس کی اولاد کو ملتی تھیں اور غیر استعمالی کپڑوں اور خوشبوؤں کا مالک خلیفہ ہوتا تھا۔ اسی یقے کے مطابق سلیمان بن عبد الملک کے لڑکوں نے ان چیزوں کو تقسیم کرنا چاہا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ یہ تم میری ہیں نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔ یہ کہہ کر مزاحم کو حکم دیا کہ ان سب کو بت المال میں داخل کر دو۔

واپسی کے وقت لوگوں کو خیال ہوا کہ قصرِ خلافت میں نزولِ اجلال ہوگا، لیکن چونکہ اس سلیمان کے اہل دعیال تھے، اس لیے اپنے ہی خیمہ میں اترے اور کہا کہ ”میرا خیمہ میرے کافی ہے“ اندر داخل ہوئے اور لوٹنے سے ان کے بشرے کو دیکھ کر کہا کہ ”آپ شاید مرد ہیں“ بولے کہ ”یہ تشویشناک بات ہی ہے مشرق و مغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ و اطلاع اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔“ اس کے مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے:-

”لوگو مجھ پر خلافت کا بار بغیر اس کے کہ مجھ سے رائے لی جاتی یا میں اس کا خواستگار ہوتا، یا عام مسلمانوں سے مشورہ لیا جاتا، ڈال دیا گیا۔ یہ بیعت کا جو قلاوہ تمہاری گردنوں میں ہے میں اس کو خود نکال لیتا ہوں اب جس کو پسند کرو اپنا خلیفہ مقرر کرو۔“

اس خطبہ کو سن کر تمام لوگوں نے باواز بلند کہا کہ ہم نے آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اور یہی خلافت پر راضی ہوئے۔ جب یہ ہنگامہ فرود ہوا تو انہوں نے حمد و نعت کے بعد ایک مفصل نثر کی جس میں لوگوں کو تنویہ، فکرِ آخرت اور تذکرہ موت کی طرف توجہ دلائی اور آخر میں باواز بلند فرمایا کہ:

سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۶۔

” لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت واجب ہے اور جو شخص

اس کی نافرمانی کرے اس کی فرماں برداری جائز نہیں۔۔۔۔۔ جب تک میں خدا کی

اطاعت کروں میری اطاعت کرو اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو میری

فرماں برداری تم پر فرض نہیں ہے۔“

یہ سب کچھ ہو چکا لیکن عبدالعزیز بن ولید کو اب تک حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلا

اور بیعت کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لیے جب اس کو سلیمان بن عبد الملک کی موت کا حال

ہوا تو اپنے ہمراہیوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی اور ان سے بیعت لے کر دمشق کا رخ کر

وہاں بھی چل کر لوگوں سے بیعت لے۔ دمشق پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلیمان کی وصیت کے مو

لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت پر بیعت کر لی ہے۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سب

لا علمی میں ہوا مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ خود سلیمان نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس لیے میرے دل

خیال پیدا ہوا کہ لوگ مال و دولت کو لوٹ نہ لیں اس خیال سے میں نے اپنے ہاتھ پر بیعت

لی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ اگر لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور تم امورِ خلا

کو سنبھال لیتے تو میں تم سے بالکل اختلاف نہ کرتا اور اپنے گھر میں بیٹھ رہتا۔ اب عبدالع

زیز نے یہ کہہ کر کہ ”میں آپ کے سوا کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا، ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان تمام مراحل کے بعد امورِ خلافت کی طرف توجہ

ایک کاتب بلوایا اور نہایت مختصر الفاظ میں ایک بیان لکھوا کر تمام ممالکِ محروسہ

بھیجا۔ قسطنطنیہ میں جو فوج مقیم تھی وہ رسد کی کمی سے بالکل فاقہ مست ہو رہی تھی، اس کے

غلہ روانہ کیا اور اس کو واپس بلا لیا۔ سلیمان بن عبد الملک نے عام حکم دیا تھا کہ ہر جگہ

گھوڑے جمع کر کے باہم گھوڑ دوڑ کرائی جاتے، ابھی گھوڑ دوڑ کا زمانہ نہیں آیا تھا کہ اس کا

ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ بذاتِ خود اس کو ناپسند فرماتے تھے تاہم لوگوں نے

کی کہ تمام لوگ دور دور سے تکلیف اٹھا کر گھوڑے لاتے ہیں، اس لیے گھڑ دوڑ کی اجازت دی اور جن لوگوں کے ہاتھ میدان رہا ان کو انعام دلوائے۔

مختلف شہروں میں عمال و قضات مقرر فرمائے جن کے نام طبقات ابن سعد میں

بہ تفصیل مذکور ہیں۔

اموالِ مخصوبہ کی واپسی

خلفائے بنو امیہ نے رعایا کے مال و جائیداد پر جو ظالمانہ قبضہ

کر لیا تھا ان کا واپس دلانا ایک مجددِ خلافتِ اسلامیہ کا سب سے مقدم فرض تھا اور تائیدِ ایزدی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے سب سے پہلے یہی خدمت انجام دلائی۔ وہ جب سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین اور خلافت کے ابتدائی مراحل کو طے کر کے مکان پر واپس آئے تو تیلوہ کرنا چاہا، لیکن اسی حالت میں ان کے صاحبزادے عبدالملک نے آکر کہا کہ "آپ اموالِ مخصوبہ کی واپسی سے پہلے سونا چاہتے ہیں؟" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عذر کیا کہ میں نے سلیمان کی تجہیز و تکفین میں شب بیداری کی ہے، اس لیے نمازِ ظہر کے بعد یہ خدمت انجام دوں گا، لیکن عبدالملک نے کہا کہ ظہر کے وقت تک آپ کی زندگی کا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ پر اس فقرہ کا اس قدر اثر ہوا کہ ان کو پاس بلا کر لپٹا لیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا کہ "اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو ایک ایسی اولاد دی جو مجھ کو مذہبی کاموں میں مدد دیتی ہے۔" اب تیلوہ کا خیال خوابِ فراموش ہو گیا اور فوراً اٹھ کر منادی کرائی کہ لوگ اموالِ مخصوبہ کے متعلق اپنی اپنی شکایتیں پیش کریں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے میمون بن مہران مکحول اور ابو قلابہ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا تو مکحول نے دبی زبان سے اپنی رائے ظاہر کی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ناپسند فرما کر میمون بن مہران کے چہرے کی طرف دیکھا۔ میمون نے کہا کہ

۱۔ یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیزؓ اور سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ باب دوازدہم

سے ماخوذ ہے۔ ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۵۴۔

اپنے صاحبزادے عبد الملک کو بھی طلب فرمایا لیکن وہ ہم لوگوں سے کم صاحب الرائے نہیں ہیں۔
عبد الملک آئے تو ان سے پوچھا کہ لوگ اموالِ مغصوبہ کا مطالبہ کر رہے ہیں، اس کے متعلق تمہارا
کیا خیال ہے؟ بولے آپ ان کو فوراً واپس کر دیجئے ورنہ جن لوگوں نے ان پر غاصبانہ طریقہ سے
قبضہ کیا ہے آپ بھی ان کے شریکِ کار ہوں گے۔ اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے منبر پر چڑھ کر
لوگوں کی جائدادیں واپس دلانا شروع کیں چونکہ خود بھی خاندانِ بنو امیہ کے رکن تھے اس لیے سب
سے پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان سے ابتدا کی اور جاگیروں کی جو سندیں تھیں، ان کی نسبت
اپنے مولیٰ مزاحم کو شکم دیا کہ وہ پڑھ پڑھ کر سناتے جائیں، وہ ان سندوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے
جاتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز ان کو مقراض سے کترتے جاتے تھے۔ ان کی یہ جاگیریں
عرب کے مختلف حصوں مثلاً یمن اور یمامہ وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھیں، حضرت عمر بن عبد العزیز
ان سب سے دست بردار ہو گئے، یہاں تک کہ ایک انگوٹھی کا نگینہ جو ان کو ولید نے دیا تھا
اس کو بھی واپس کر دیا۔ مزاحم سے یہ دیکھنا نہ گیا اور بولے کہ اولاد کی معاش کا کیا سامان ہو گا؟ حضرت
عمر بن عبد العزیز کے رخصتوں پر اُنسیو جاری ہو گئے اور بولے کہ ”ان کو خدا پر چھوڑتا ہوں، اپنے
اور اپنے اہل و عیال کے مصارف کے لیے صرف خیبر اور ایک نہر کو محفوظ رکھا جس کو انھوں نے
اپنے عطیہ کی آمدنی سے کھدوایا تھا اور جس کا سالانہ منافع کم و بیش ۵۰ دینار تھا لیکن جب
خیبر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک تمام مسلمانوں کا عام حق تھا
لیکن حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنے عہدِ خلافت میں مردان کی جاگیر میں دے دیا تھا جو وراثتہ بعد
وراثتہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا تو اس کو بھی واپس کر دیا اور صرف نہر کو باقی رکھا۔
سب سے زیادہ اہم معاملہ باغِ فدک کا تھا جو اس وقت ان کے قبضہ میں تھا ابن سعد
نے لکھا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معاش کا تمام تر دار و مدار
صرف فدک پر تھا جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ ہزار دینار تھی لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی انھوں نے
فدک کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے طرزِ عمل کا پتہ لگانا شروع کیا

کیا جب انکشافِ حقیقت ہوا تو عام مروانی خاندان کو جمع کر کے کہا کہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا، جس کی آمدنی آپ اپنی اور بنو ہاشم کی مختلف ضروریات میں صرف کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے آپ سے اس کو مانگا تھا لیکن آپ نے انکار فرما دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک اسی کے موافق عمل ہوتا رہا، لیکن اخیر میں مروان نے اس کو اپنی جاگیر میں داخل کر لیا اس کے بعد وہ میرے قبضہ میں آیا، لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو نہیں دی اس میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو حالت عہد رسالت میں تھی اس کو اسی طرف لوٹاتا ہوں۔ چنانچہ اس کے متعلق ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو ایک خط لکھا کہ مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ فدک سے فائدہ اٹھانا میرے لیے جائز نہیں۔ اس لئے میں اس کو اسی حالت پر لانا چاہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں تھی، جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو اس کو ایک ایسے شخص کے قبضہ میں دیجئے جو تمام حقوق کی محافظت کے ساتھ اس کی نگرانی کرے۔

ان کی بی بی فاطمہؑ کی ایک لونڈی تھی جس پر وہ قبلِ خلافت فریفتہ تھے۔ خلافت کے بعد وہ ایک دن بن سسورہ کر ان کے سامنے آئی تو انھوں نے پوچھا کہ تم فاطمہ کی ملک میں کیوں کر آئی؟ بولی کہ حجاج نے کوفہ کے ایک عامل پر تاوان لگایا تھا اور میں اس کی مملو کہ تھی۔ حجاج نے مجھے انتخاب کیا اور عبد الملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ میں اس وقت بالکل سچہ تھی، اس لیے عبد الملک نے مجھے اپنی لڑکی فاطمہ کو دے دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے پوچھا کہ وہ عامل کیا ہوا بولی کہ ”مرگیا، البتہ اس کی اولاد موجود ہے جن کا حال نہایت بُرا ہے“ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فوراً ان کو طلب کر کے ان کا تمام مال مع اس لونڈی کے واپس کر دیا، لونڈی چلنے لگی تو بولی کہ آپ کے عشق کا کیا ہوا؟ بولے وہ اب تک ہے بلکہ اور بڑھ گیا ہے۔

۱۔ ابوداؤد کتاب الخراج والامارة باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اموال وطبقات ابن سعد و سیرة عمر بن عبد العزیز کے ایسیوں باب میں یہ تمام تفصیل ہے طبقات میں جس طرح فدک حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے قبضہ میں آیا، اس کی تفصیلی تاریخ بھی لکھی ہے۔
۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۱۵۶۔

فاطمہ کے پاس ایک نہایت قیمتی جواہر تھا جس کو عبد الملک نے دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان سے کہا کہ ”تم کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو اس کو واپس کر دو یا مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ“ انھوں نے کہا کہ ”میں آپ کو اس پر اور اس سے کئی گنے بیش قیمت جواہرات پر ترجیح دیتی ہوں“ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ ان کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے اس جواہر کو پھر فاطمہ کو دینا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔

عنبسہ بن سعید بن العاص ان کے ایک دوست تھے جن کو سلیمان بن عبد الملک نے ۲۰ ہزار دینار دلوانے کا حکم دیا تھا اور تمام دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی کہ سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو وہ ان کے پاس آئے اور اپنے دوستانہ تعلقات کی بناء پر اس کا مطالبہ کیا، لیکن انھوں نے کہا کہ ۲۰ ہزار دینار تو مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔ میں صرف ایک آدمی کو کیوں کر دو ادوں! حضرت عمر بن عبد العزیز کی جاگیر میں جبل الوردس ایک پہاڑ تھا، انھوں نے طنزاً کہا کہ ”پھر جبل الوردس کو خود کیلے لیتے ہو“ بولے تمہارے طعن نے مجھ کو یاد دلادیا ورنہ میں اس کو بھول گیا تھا۔ اس کے بعد عبد العزیز کی جاگیر کی تمام دستاویزوں کو منگوا کر چاک کر دیا۔

اس کے بعد عام طور پر لوگوں کے اموال منصفیہ واپس دلانے۔ ابن سعد نے طبقات لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ سے لے کر ان کے زمانہ تک جو جائدادیں غصب کر لی گئی تھیں انھوں نے سب واپس دلادیں اور یہ سلسلہ تادم مرگ قائم رہا۔ حقوق کی واپسی کے لیے کسے قطعی شہادت یا حجت کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جو شخص دعویٰ کرتا تھا۔ معمولی سے معمولی ثبوت اس کا مال واپس مل جاتا تھا۔ ایک بار بدوؤں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے ایک قطعہ زمین اٹھایا تھا جس کو عبد الملک نے اپنی بعض اولاد کو دے دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”زمین خدا کی زمین ہے اور بندے خدا کے بندے“

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۰۶ - ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۵۲ - ۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیز

جس نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مستحق ہے۔ یہ کہہ کر زمین بدوؤں کو واپس دلا دی۔

ان ذاتی سرگرمیوں کے ساتھ امراء و عمال کو ہدایتیں بھیجتے رہتے تھے کہ وہ اسی مستعدی کے ساتھ اموالِ معصوبہ کو واپس دلائیں۔ ابوالزناد کا بیان ہے کہ عراق میں ہم کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ ہم اہل حقوق کے حقوق واپس دلا دیں۔ چنانچہ ہم نے اس کام کو شروع کیا تو عراق کا بیت المال بالکل خالی ہو گیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو شام سے روپیہ بھیجنا پڑا۔ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حرم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کی کوئی تحریر ایسی نہیں آتی تھی جس میں اموالِ معصوبہ کی واپسی، احوالِ سنتِ امانت، بدعت، یا تقسیم و تفریقِ عطیہ کی ہدایت درج نہ ہو۔ ایک بار ان کو لکھ بھیجا کہ دفتروں کا جائزہ لیں اور قدیم عمال نے کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا ہو تو اس کا مال واپس کر دیں اور اگر وہ خود زندہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دے دیں۔

(جو عمال ان کے اس حکم میں لیت و لعل کرتے تھے، ان سے بہت ناراض ہوتے تھے، غروہ بن کے عامل تھے۔ ایک بار انہوں نے اس معاملہ میں لیت و لعل کی تو ان کو لکھا کہ میں تم کو لکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اموالِ معصوبہ واپس کر دو اور تم اس کے متعلق مجھ سے سوال جواب کرتے ہو، تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کس قدر بعد مسافت ہے اور تم کو اپنی موت کے وقت کی بھی خبر نہیں، اگر میں تم کو لکھتا ہوں کہ ایک مسلمان کی غضب شدہ بکری واپس کر دو تو تم لکھتے ہو کہ وہ بھوری ہو یا سیاہ۔ مسلمانوں کا مال واپس کر دو اور مجھ سے اس معاملہ میں خط و کتابت نہ کرو۔)

بعض عمال جو ان کی طرف سے مقرر ہو کر جاتے تھے وہ خود اطلاع دیتے تھے کہ ہم سے پہلے جو عمال تھے، انہوں نے بنجر خدا کا مال غضب کر لیا تھا، اگر امیر المؤمنین کا ارشاد ہو تو یہ مال ان سے بجز ضبط کر لیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کو حکم لکھوا دیتے تھے کہ اس معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں، اگر شہادت ہو تو شہادت کی رو سے اور

اقرار ہو تو اقرار کے رو سے مال واپس لو ورنہ حلف لے کر چھوڑ دو۔ عدی بن اریط اور عبد اللہ
کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

بیت المال سے جو رقمیں واپس دلانے تھے ان کے متعلق پہلے یہ حکم دیا تھا کہ جب
وہ بیت المال میں داخل ہیں اسی وقت سے ان کی زکوٰۃ وصول کی جائے لیکن بعد کو یہ حکم منسوخ
کر دیا اور صرف ایک سال کی زکوٰۃ لی۔

اموال معصوبہ کی واپسی کا اثر | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے اس طرز عمل کا اثر مختلف
خاندان بنو امیہ پر | پر مختلف پڑا۔ خوارج کے فرقہ نے جو ہمیشہ خلفاء

مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرتا رہتا تھا، اس عدل و انصاف کا حال سنا تو سب نے مجتمع ہو کر
صاف کہہ دیا کہ اب اس شخص سے جنگ کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں۔ لیکن تمام خاندان
دفعۃً برہم ہو گیا۔ اولاً تو ذاتی جائیداد کا ہاتھ سے نکل جانا خود اشتعال کا سبب ہو سکتا تھا
اس کے ساتھ قدیم تفوق و امتیاز نے ان کے لیے مساوات کو بالکل خواب فراموش بنا دیا
اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک سطح پر دوش بدوش کھڑا ہوا
تو ان کو اپنی سخت ذلت محسوس ہوتی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے
طرز عمل سے ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے پہلے خلفائے بنو امیہ
جو دوش اختیار کی تھی وہ شرعاً ناجائز اور عدل و انصاف کے مخالف تھی۔ اس لیے اس خاندان
کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن داغدار نظر آتا تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے مختلف افراد
مختلف طریقوں سے خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے اس کا اظہار کیا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام مروانی خاندان کو جمع کر کے کہا کہ "اے بنی
تم کو بہت سے حصے بہت سی عزتیں اور بہت سی دولت ملی تھی اور میں خیال کرتا ہوں کہ تمام
کا نصف یا ثلث مال تمہارے قبضہ میں آ گیا تھا" سب نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی حضرت عمرؓ

۱۔ سیرت حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۸۴ . ۲۔ طبقات تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۵۲ . ۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ

لہا کہ ”جو اب دو“ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ”جب تک ہمارا سر ہمارے دھڑ سے الگ
 جلے ہم نہ اپنے آباء و اجداد کی تکفیر کر سکتے ہیں نہ اپنی اولاد کو محتاج بنا سکتے ہیں۔“ ایک دن حضرت
 بن عبد العزیز ہشام بن عبد الملک کے سامنے گزشتہ مظالم کا ذکر کر رہے تھے۔ ہشام بے اختیار
 اٹھا کہ ”خدا کی قسم ہم نہ اپنے آباء و اجداد پر عیب لگا سکتے ہیں، نہ اپنی قوم میں اپنی عورت کو برباد
 کتے ہیں۔“

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے بہت سی لوٹدیاں پیش کی جا رہی تھیں۔
 ق سے عباس بن الولید بن عبد الملک بھی اس موقع پر موجود تھا اور جب کوئی لٹریب
 ی سامنے سے گزرتی تھی تو کہتا تھا کہ اے امیر المؤمنین! اس کو خود لے لیجئے۔“ جب اس نے
 بار اس فقرے کا اعادہ کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ ”تم مجھے زنا کی تہ غیب
 تے ہو؟“ عباس وہاں سے اٹھا اور خاندان کے چند افراد سے کہا کہ ”ایسے شخص کے دروازے
 ول بیٹھے ہو جو تمہارے آباء و اجداد کو زانی کہتا ہے۔“

ان اسباب سے تمام مروانی خاندان نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے اس عادلانہ طرز عمل
 بیت ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھا اور ان کو مختلف طریقوں سے روکنا چاہا۔ عمر بن الولید
 عبد الملک نے ان کو ایک نہایت سخت خط لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے :-

”تم نے گزشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے اور ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی
 سے ان کے مخالف روش اختیار کی ہے، تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث
 کو ظلم و عدوان سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا ہے۔ اے عبد العزیز
 کے بیٹے خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا ہے، تم نے منبر
 پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کے لیے مخصوص کر لیا، اس
 خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ منتخب
 کیا تم اپنی اس حکومت میں جس کو تم مصیبت کہتے ہو، خدا سے بہت دور ہو گئے۔“

اپنی خواہشوں کو روکو اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اس کے
قبضہ میں ہو اور اس حالت پر چھوڑے نہیں جاسکتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ سرِ پاپا علم تھے تاہم انہوں نے اس معاملہ میں کسی قسم کی نہ
اختیار نہیں کی اور اس کو نہایت سخت جواب لکھا، جس کا ترجمہ یہ ہے:

”مجھے تمہارا خط ملا اور جیسا تم نے لکھا ہے میں ویسا ہی جواب دوں گا تمہاری

ابتدائی حالت یہ ہے کہ تمہاری ماں بتاتے سکون کی لڑٹی ہے، جو جمش کے بازاروں

میں ماری ماری پھرتی تھی اور شراب کی دوکانوں میں جایا کرتی تھی۔ اس کو ذبیان

بن ذبیان نے مسلمانوں کے مالِ غنیمت سے خریدا اور تمہارے باپ کو ہدیہ

دیا اسی سے تم پیدا ہوئے تو کس قدر بری ہے ماں اور کس قدر بُرا ہے بچہ۔

اس کے بعد تم نشوونما پا کر ایک معاند اور ظالم ہوئے۔ تمہارا خیال ہے کہ میں

ظالموں میں سے ہوں۔ میں نے تم کو اور تمہارے خاندان کو خدا کے مال سے

جس میں اہلِ قربی، مساکین اور بیواؤں کا حق ہے محروم کر دیا، لیکن مجھ سے

زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے

تم کو بچپن اور سفامت کی حالت میں مسلمانوں کی ایک چھاؤنی کا افسر مقرر کیا

اور تم اپنی رائے کے موافق ان کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے۔ اس

تقرر کا بجز محبتِ پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا، پس پھٹکار ہو تجھ پر اور پھٹکار ہو

تیرے باپ پر۔ قیامت کے دن تمہارے کس قدم مدعی ہوں گے اور تمہارا

باپ اپنے مدعیوں سے کیوں کر نجات پائے گا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص

ہے جس نے حجاج کو عرب کے جنس پر مقرر کیا جو حرام خون بہاتا تھا اور حرام مال

لیتا تھا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے قرہ بن شریک جیسے اجداد کو مصر کا عامل مقرر کیا، جس نے راک، باجر، لہو و لعب اور شراب خوری کی اجازت دی، مجھ سے زیادہ ظالم اور خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے عرب کے جنس پر عالیہ بربریت کا حصہ مقرر کیا۔

اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں تجھ کو اور تیرے خاندان کو روشن راستے پر لاتا ہوں، تم نے مدتوں سے حق چھوڑ دیا، اگر تم فروخت کئے جاؤ اور تمہاری قیمت یتیموں، مسکینوں اور یتیم خانوں پر تقسیم کی جائے تو کافی نہ ہوگی، کیونکہ تم میں سب کا حق ہے، ہم پر سلام ہو۔ خدا کا سلام ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

(ایک بار تمام خاندان نے ان کی خدمت میں ہشام بن عبد الملک کو اپنا وکیل بنا کر روانہ کیا۔ ہشام نے آکر کہا کہ ”اے امیر المومنین! میں آپ کی خدمت میں آپ کے تمام خاندان کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں اور ان کے دل کی بات کہتا ہوں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی زیر حکومت چیزوں سے متعلق اپنے طریقہ پر عمل کیجئے لیکن ان کے قدیم حقوق کو قائم رہنے دیجئے“ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ”اگر تمہارے سامنے ایک معاملہ کے متعلق دو دستاویز پیش کئے جائیں جن میں ایک معاویہ کا لکھا ہوا اور ایک عبد الملک کا تو تم دونوں میں سے کس پر عمل کرو گے؟“ ہشام نے کہا ”جو مقدم ہوگا۔ اس پر عمل کریں گے“ اب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا ”تو میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم پاتا ہوں اور میں اسی پر ہر اس شخص کو اور ہر اس چیز کو جو میرے زیر حکومت ہے، میرے پہلے خلفاء کے زیر حکومت تھی، چلانے کی کوشش کروں گا“ اس پر سعید بن خالد بن عمر ابن عثمان نے کہا کہ جو چیزیں آپ کے زیر فرمان ہیں ان پر حق و انصاف کے ساتھ حکومت کیجئے۔ لیکن گزشتہ خلفاء کی بھلائی یا برائی کو اپنے حال پر رہنے دیجئے اور یہ آپ کے لیے کافی ہوگا۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ "اگر ایک شخص چند چھوٹے بڑے بچے چھوڑ کر مر جائے اور بڑے لڑکے چھوٹے بچوں کی دولت خود صرف کر ڈالیں اور چھوٹے بچے تمہارے سامنے ان کے طرز عمل کی شکایت کریں تو تم کیا کرو گے؟" خالد نے کہا "ہیں ان کے تمام حقوق واپس دلا دوں گا۔" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا "میرے نزدیک بہت سے خلفاء اور ان کے اتباع نے لوگوں پر زبردستی کی اور جب میں خلیفہ ہوا تو ان لوگوں نے مجھ سے داد رسی چاہی اور میں نے اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں دیکھی کہ قوی سے لے کر ضعیف کو واپس دلاؤں۔" خالد اس مؤثر تقریر کو سن کر بول اٹھا کہ "خدا امیر المؤمنین کو توفیق دے۔" ۱

ایک بار تمام خاندان کے لوگ ان کے دروازے پر جمع ہوئے اور ان کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ "یا تو ہمیں باریابی کی اجازت دلو اور یا خود ہمارا پیغام امیر المؤمنین تک پہنچا دو۔ انھوں نے پیغام پہنچانے پر ہامی بھری تو سب نے ان سے کہا کہ ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ہم کو عطیہ دیتے تھے اور ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے لیکن تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا۔ انھوں نے جا کر یہ پیغام سنایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ جا کر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ اگر میں اپنے خدا کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

جب سب نے آخری تدبیر یہ کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی پھوپھی کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ وہ آئیں تو کہا کہ "تمہارے قرابت دار شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے ان سے غیر کی دی ہوئی روٹی چھین لی۔" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بولے کہ "میں نے ان کا کوئی حق نہیں روکا۔ وہ بولیں کہ سب لوگ اس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ "اگر میں قیامت کے سوا کسی دن سے ڈروں تو خدا مجھے اس کی برائیوں سے نہ بچائے۔ اس کے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ میں ڈال دیا جب وہ خوب سرخ ہو گئی تو اس کو اٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھن گیا۔ اب پھوپھی کی طرف مخاطب ہو کر

کہا کہ اپنے بھتیجے کے لیے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتیں؟

دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ ”اے پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک نہر چھوڑ دی۔ پھر ایک شخص (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اس نہر کا مالک ہوا جس نے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا، پھر ایک دوسرا شخص (عمر رضی اللہ عنہ) اس نہر کا مالک ہوا اور اس نے اس سے ایک چھوٹی سی نہر نکالی۔ اس کے بعد اور لوگوں نے اس سے متعدد نہریں نکالیں یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ رہا اور وہ بالکل خشک ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تمام نہروں کو پاٹ کر پہلی نہر کو جاری کر دوں گا۔“

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پر ان شورشوں اور ان سفارشلوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تاہم انھوں نے مختلف اخلاقی طریقوں سے اپنے خاندان کی ناراضی کو کم کیا۔ ایک بار سلیمان ابن عبدالملک کا صاحبزادہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی جاگیر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور آستین سے ایک تحریر نکالی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پڑھ کر کہا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ اس نے کہا حجاج کی۔ بولے ”تو مسلمان اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں“ اس نے کہا ”اے امیر المؤمنین آپ میری دستاویز کو واپس کر دیجئے بولے کہ ”اگر تم خود اس کو نہ لاتے ہوتے تو میں اس کو تم سے نہ مانگتا۔ لیکن اب جب کہ تم خود اس کو لاتے ہو تو میں تم کو اجازت نہ دوں گا کہ بطریق باطل اس کے ذریعہ سے مطالبہ کرو وہ یہ سن کر رو پڑا۔“

ایک دن چند مروایوں کو اپنے یہاں روک رکھا اور باورچی سے کہہ دیا کہ کھانے میں جلدی نہ کرنا، دن چڑھ گیا تو یہ لوگ بھوک سے بیتاب ہو گئے اور باورچی سے کھانے کا تقاضا کیا، اس نے ان کو ستوا اور کھجوریں کھلائیں جب وہ لوگ ان چیزوں کو پیٹ بھر کے کھل چکے تو باورچی کھانا لایا، لیکن ان لوگوں نے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بار بار اصرار کیا لیکن ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم کھا ہی نہیں سکتے۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا تو پھر آگ میں کیوں گھسنے ہو؟ یعنی جب اس قدر سادہ غذا انسان کے لیے کافی ہو سکتی ہے تو وہ پیٹ بھرنے

کے لیے ناجائز ذریعہ معاش کیوں اختیار کرتا ہے، یہ کہہ کر خود روئے اور لوگوں کو بھی دلایا۔

غزوات و فتوحات | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ اسلام کی تاریخ میں بحیثیت ایک

فاتح کے مشہور نہیں ہیں۔ تاہم ان کا عہد حکومت فوجی ہنگامہ آرائیوں سے بالکل خالی نہیں ہے۔

ان کے زمانے میں جو لڑائیاں پیش آئیں، ان کا سلسلہ ان کی خلافت کے ساتھ شروع ہوا اور ان

کی وفات تک قائم رہا۔ روم کو سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں جو فوج بھیجی گئی تھی وہ رسد

کی کمی سے سخت مصیبت میں مبتلا تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس

فائقہ مست فوج کی طرف نہایت مستعدی کے ساتھ توجہ کی۔ پانچ سو عمدہ گھوڑے اور کافی غلہ روانہ

کیا اور تمام مسلمانوں کو فوجی اعانت کی طرف توجہ دلائی اور مسلمہ بن عبدالملک کو تمام فوج کے

ساتھ واپس بلا لیا۔

(اسی سال ترکوں نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل اور بہت

سے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس فتنہ کے انسداد کے لیے ابن حاتم

ابن النعمان الباہلی کو روانہ کیا، انھوں نے جا کر ان کی جماعت کے اکثر افراد کو تہ تیغ کر دیا اور

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں پچاس آدمیوں کو قید کر کے روانہ کیا۔

مغربی مہم یعنی آندلس وغیرہ کی طرف انھوں نے جو فوجیں روانہ کیں، ان کے لیے نہایت

کثرت سے ساز و سامان مہیا کئے، چنانچہ ایک افسر فوج کو لکھا کہ ”جب مغربی مہم پیش آئے

تو کسی شخص کو وہاں جانے کی اس وقت تک اجازت نہ دو جب تک وہ جماعت ساز و سامان

اور پیادہ و سوار سپاہیوں کی پشت پناہی سے قوت کا کافی سرمایہ فراہم نہ کرے تاکہ واپس

آئیں تو سب صحیح و سلامت واپس آئیں اور ہلاک ہوں تو سب ہوں۔

ہندوستان میں خلفائے بنو امیہ کی فوجی ہنگامہ آرائی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور

لے یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ کے بیسیویں باب میں مذکور ہیں بعض واقعات طبقات ابن سعد میں بھی ہیں۔

۱۳۲۶ تاریخ طبری ص ۵۶۔ ۱۳۲۶۔ لکھ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

حکومت سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بھی ان فتوحات کے حدود میں کسی قدر اضافہ کیا۔ چنانچہ عمرو بن مسلم الباہلی نے جو ہندوستان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا عامل تھا، ہندوستان کے بعض حصوں پر فوج کشی کی اور فتوحات حاصل کیں۔

(یہ وہ لڑائیاں ہیں جو غیر قوموں کے مقابل میں پیش آئیں۔ لیکن ساتھ میں عراق میں فرقہ حر دئیہ نے خروج کیا، چونکہ یہ مسلمانوں کا مقابلہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے عامل عبدالحمید کو لکھا کہ جب تک یہ لوگ خونریزی اور فتنہ و فساد نہ کریں ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ ایک مستقل مزاج اور دور اندیش آدمی کے ساتھ فوج بھیج دی جائے اور میرا یہ حکم سنا دیا جائے۔ عبدالحمید نے محمد بن جریر بن عبداللہ النجلی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا حکم سنا کر روانہ کر دیا اس کے ساتھ خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بسطام کو جو خوارج کا سردار تھا ایک خط لکھا جس میں اس کو ان الفاظ میں دعوتِ اصلاح دی اور اس کے خروج کا سبب پوچھا :-

”مجھے معلوم ہوا کہ تم نے خدا اور اس کے رسول کی حمایت میں خروج کیا ہے لیکن تم کو اس کا مجھ سے زیادہ حق نہیں ہے اور تم باہم مناظرہ کر لیں اگر تم حق پر ہوں تو تمام لوگوں کی طرح حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ اور اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کریں۔“

بسطام نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کچھ کیا، اقتضائے انصاف یہی تھا، میں آپ کی خدمت میں دو شخص بھیجتا ہوں جو آپ سے مناظرہ کریں گے۔ چنانچہ یہ دونوں شخص آئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے بعد یزید کو کیوں خلیفہ مقرر کیا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جواب دیا کہ ”اس کو دوسرے نے خلیفہ بنایا ہے“ اس نے کہا کہ ”اگر کسی دوسرے کا مال آپ کی ولایت میں آئے اور آپ اس کو ایک غیر متدین شخص کے حوالے

کر دیں تو کیا آپ نے حتیٰ امانت ادا کر دیا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کے جواب کے لیے تین دن کی مہلت مانگی اور وہ دونوں ان کے پاس سے چلے گئے۔

(طبقات ابن سعد میں عون بن عبدالمد بن عتبہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے توارج کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیزؓ پر تمہارا کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو ان پر صرف یہ اعتراض ہے کہ وہ اپنے خاندان کے گزشتہ خلفاء پر لعنت نہیں بھیجتے اور یہ ان کی کمزوری ہے۔)

سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ میں اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ یحییٰ عسائی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اطلاع دی کہ موصل کے اطراف میں جو یہ فرقہ کے چند لوگ جمع ہوتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو لکھا کہ ان میں سے چند مناظر ڈاک کی سواری پر بھیج دیئے جائیں انہوں نے اس قسم کے چند اشخاص بھیجے اور ان لوگوں نے آکر کہا کہ ”جب تک آپ اپنے خاندان والوں کی تکفیر نہ کریں، ان پر لعنت نہ بھیجیں، ان سے ابتری نہ کریں، ہم آپ کی اطاعت نہیں کر سکتے۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ ”خدا نے مجھ کو لعنت بھیجنے کے لیے نہیں پیدا کیا ہے۔ البتہ اگر ہم اور تم زندہ رہے تو میں تم کو اور اپنے خاندان کو راہِ راست پر لاؤں گا۔“ لیکن جب انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا ”تمہارے مذہب میں سچ کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے، بتاؤ تم نے کب سے یہ مذہب اختیار کیا ہے۔“ انہوں نے سالوں کی تعداد بتائی بولے تو کیا تم نے فرعون پر لعنت بھیجی اور اس سے ابتری کی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا ”تو تم نے اس کو کیوں کر چھوڑ دیا؟ میرے خاندان میں تو میرے سے پہلے ہر قسم کے برے بھلے لوگ تھے تو کیا ان سے چشم پوشی کرنا میرے لیے جائز نہ تھا۔ اس بحث و مباحثہ کے بعد ان کو ایک خط لکھا جس میں ان الفاظ میں دعوتِ اصلاح دی :-

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ طبری ص ۱۳۲۸ و ۱۳۲۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۶۴۔

ادع الی السبیل ربک بالحکمت
 والموعظۃ الحسنۃ و جادلہم
 بالتی ہی احسن۔
 اپنے خدا کے راستے کی طرف لوگوں
 کو حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ
 دعوت دو اور ان سے بہتر طریقہ
 سے مباحثہ کرو۔

” اور میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ تم اپنے ان بزرگوں کے سے کام کرو جو اپنے
 ملکوں سے شیخیاں مارتے ہوئے اور لوگوں کے سامنے اپنی نمائش کرتے ہوئے نکلے۔ وہ
 لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے خدا ان پر حاوی تھا۔ کیا تم میرے
 گناہ کی وجہ سے اپنے دین سے لکل رہے ہو، خونریزی کرتے ہو اور محرمات کی ہتک کرتے ہو؟
 اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ کے گناہ دعایا کو ان کے دین سے خروج کرنے پر آمادہ کرتے تو ان کے بھی
 گناہ تھے لیکن تمہارے آباء و اجداد ان کی جماعت میں تھے اور وہ اس سے نہیں نکلے۔ پھر تم
 جو چالیس پچاس آدمی ہو کیوں مسلمانوں کے مقابل میں خروج کرتے ہو؟ میں قسم کھا کر کہتا ہوں
 کہ اگر تم لوگ میری اولاد ہوتے اور میں جس امر حق کی طرف دعوت دیتا ہوں، اس سے روگردانی
 کرتے تو میں خالصتاً بوجہ اللہ تمہارا خون بہاتا۔ یہ میری نصیحت ہے۔ اگر اس پر بھی تم نے ظلم
 کیا تو نصیحت کرنے والوں پر ہمیشہ ظلم کیا گیا ہے۔“

اس کے ساتھ اپنے عامل کو لکھا کہ ”اگر وہ کسی ذمی یا مسلمان سے تعرض کے بغیر ممالک
 محروسہ ہیں پھرتے ہیں تو ان کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں جائیں لیکن اگر انہوں نے کسی ذمی یا
 مسلمان کے جان و مال سے تعرض کیا تو ان کے معاملہ کا فیصلہ خدا سے چاہو، لیکن خوارج
 پر اس بحث و مباحثہ اور وعظ و پند کا کچھ اثر نہ ہوا۔ انہوں نے لوگوں کے مال و دولت پر
 دستِ تطاول دراز کیا اور ڈاکے ڈالے۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے حسب ذیل پابندیوں
 کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی۔

۱۔ عورت، بچے، قیدی قتل نہ کئے جائیں اور بھاگنے والوں اور زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۲۔ فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے وہ ان کے اہل و عیال کو واپس دے دیا جاتے

۳۔ قیدی اس وقت تک مقید رکھے جاتے جب تک وہ راہِ راست پر نہ آجائیں۔

ان پابندیوں کے ساتھ عبد الحمید نے ان پر حملہ کیا اور سوتے اتفاق سے شکست کھائی
حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو شکست کا حال معلوم ہوا تو مسلمہ بن عبد الملک کی سپہ سالاری میں
اہل شام کی ایک فوج مرتب کر کے بھیجی اور مسلمہ نے چند ہی روز میں ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔

(حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے کارنامہ ہاتے جنگ میں بحری لڑائیوں کا مطلق پتہ نہیں چلتا
بلکہ نہرقانی میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے سے بحری لڑائیوں کا جو سلسلہ شروع ہو کر برابر
قائم رہا، اس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بالکل روک دیا۔ لیکن علامہ ابن عبد البر نے اس کی
یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بحری تجارت کی روک ٹوک کی تھی۔ جہاد اور حج
کے لیے وہ اس کی ممانعت نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا بحری کارنامہ صرف
یہ ہے کہ جب ذمیوں نے تادمہ میں لاذقیہ کے ساحل پر حملہ کر کے شہر کو بہر باد کر دیا اور باشندوں
کو گرفتار کر کے لے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے شہر کی آبادی اور ساحل کی قلعہ بندی کا
حکم دیا اور قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ لیکن اس میں اس کا انتقال ہو گیا اور یزید بن
عبد الملک نے اس کام کو پورا کیا لیکن دوسری روایت میں ہے کہ شہر کی تعمیر اور قلعہ بندی کا
کام خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہی کے عہد میں مکمل ہو گیا تھا۔)

عمال کی معزولی (بنو امیہ کی جابرانہ حکومت کا اثر صرف اپنی تک محدود نہ تھا، بلکہ ان سے
زیادہ ان کے عمال رعایا کی خون آشامی کے خگر ہو گئے تھے۔ اس لیے جب تک اس قسم کے
عمال کو عبرت انگیز طریقے سے معزول نہ کیا جاتا وہ نظام سلطنت قائم نہ ہو سکتا تھا، جس کا
سنگ بنیاد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ عدل و انصاف کی سطح پر رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں
نے اموالِ مفسوبہ کی واپسی کے بعد اس قسم کے اجزاء کو اس عادلانہ نظامِ حکومت کی ترکیب سے

لے طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۶۴۔ نہرقانی شرح موطا ج ۲ ص ۳۲۲۔ ۳۵ فتوح البلدان ص

الگ کرنا چاہا اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے یزید بن مہلب کو معزول کیا (یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے نا پسند فرماتے تھے اور یزید بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو دیا کار خیال کرتا تھا) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خلیفہ ہوتے تو انہوں نے شاہ میں اس کو لکھا کہ تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کر کے چلے آؤ۔ یزید اس حکم کے مطابق اپنے لڑکے خالد کو اپنا قائم مقام کر کے مع کل ساز و سامان کے خراسان سے واسط آیا اور واسط سے کشتی میں سوار ہو کر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عدی بن ارطاة کے نام اس کی گرفتاری کا فرمان پہلے ہی سے بھیج دیا تھا۔ چنانچہ عدی نے موسیٰ بن الوجبہ الحمیری کو اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا اور اس نے نہر معقل میں بصرہ کے پاس اس کو گرفتار کیا اور وہاں سے عدی نے اس کو پایہ زنجیر دار الخلافت کی طرف روانہ کیا۔ یزید حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ”مجھے سلیمان بن عبد الملک کے نام تمہارا ایک خط ملا ہے جس میں تم نے لکھا ہے کہ دو کروڑ کی رقم جمع ہوئی ہے، اب وہ رقم کہاں ہے؟ اس نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن پھر کہا کہ ”مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں سے لے کر یہ رقم واپس کر دوں۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ ایک بار تولے چکے، اب پھر دوبارہ اپنی سے لینا چاہتے ہو؟ یہ یعقوبی کی روایت ہے۔ لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس سے اس رقم کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ ”سلیمان کے دربار میں مجھے جو درجہ حاصل تھا، آپ کو معلوم ہے، میں نے سلیمان کو اس رقم کی اطلاع اس غرض سے دی تھی کہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو جائے۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ سلیمان مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کرے گا۔“ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ ”خدا سے ڈرو اور اپنی امانت ادا کرو۔ یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں اور میں ان کو واگذاشت نہیں کر سکتا۔“ یہ کہہ کر اس کو قید خانے میں

لے یعقوبی میں ہے کہ وہ کل ساز و سامان لے کر اس لیے روانہ ہوا تھا کہ اس کو خراسان والوں پر اطمینان نہ

تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود اہل خراسان اس سے برگشتہ تھے۔ ۲۷ یعقوبی جلد ۲ ملبورہ یورپ ص ۳۶۲۔

بھیج دیا اور جراح بن عبداللہ الحکمی کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ جب جراح کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا تو یہ حکم دیا کہ مخلد کو پابند سلاسل لیکن اس طرح کہ بیڑیاں نماز کے ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہوں، کر کے دوبارہ خلافت میں روانہ کر دو۔ جراح نے اس کو نہایت عزت کے ساتھ گرفتار کر کے روانہ کیا۔ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سر پر سفید ٹوپی تھی اور دامن زمین پر یا گھٹنیوں سے اونچے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم تک جو خبر پہنچی ہے، تمہاری وضع اس کے خلاف نظر آتی ہے۔ مخلد نے کہا ہم تو خلفاء کے مقلد ہیں اگر تمہارا دامن دراز ہوں گے تو ہم بھی دامن لٹکائیں گے، اگر تم دامن کو اونچا رکھو گے تو ہم بھی اس کو اونچا رکھیں گے۔

لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ جب جراح خراسان پہنچے تو مخلد وہاں سے روانہ ہوا اور جس ضلع سے گزرا، وہاں کے لوگوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ روپے دیتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حمد و نعت کے بعد عرض کی کہ "خدا نے آپ کو خلیفہ بنا کر تمام امت پر احسان کیا۔ صرف ہم لوگ آپ کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوتے، ہم کو آپ کی خلافت میں گرفتار مصائب نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے اس بڑھے (یزید) کو کیوں قید کیا ہے، اس پر جو مطالبہ عائد ہوتا ہے میں ادا کرتا ہوں، آپ مجھ سے مصالحت کیجئے" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ "جب تک تم کل مطالبہ ادا نہ کرو گے صلح نہیں ہو سکتی" اس نے کہا "اگر آپ کے پاس شہادت ہو تو اس کے مطابق عمل فرمائیے اور اگر شہادت نہ ہو تو یزید کو سچا ماننیے ورنہ اس سے حلف لیجئے، اگر وہ حلف لینے سے انکار کرے تو اس سے صلح کیجئے" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا، کل رقم لینے کے سوا کوئی صورت نہیں پاتا۔ اس گفتگو کے بعد مخلد واپس آیا اور چن ہی دنوں کے بعد مر گیا۔ اب یزید نے اس رقم میں سے ایک جہ کے ادا کرنے سے بھی انکار کیا۔

اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو اون کا ایک جیب پہنا کر اونٹ پر سوار کرایا اور دھلک
 کی طرف جلا وطن کر دیا۔ یزید جب اس حالت میں لوگوں کے سامنے سے گزرا تو بولا کیا میرا کوئی
 قبیلہ نہیں ہے؟ مجھے کیوں دھلک کی طرف جلا وطن کیا جاتا ہے؟ وہاں تو فاسق، غارتگر،
 ورمشتبہ لوگ بھیجے جاتے ہیں، سبحان اللہ! کیا میرا کوئی قبیلہ نہیں ہے؟ یزید کی قوم پران محضاً
 الفاظ کا اثر پڑا اور وہ نہایت برہم ہوتی۔ سلامہ بن نعیم الخولانی کو اس کا حال معلوم ہوا تو حضرت
 عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یزید کی قوم سخت برہم ہے۔ اگر آپ نے یزید کو روانہ
 کیا تو وہ اس کو راستے ہی میں چھین لیں گے، اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو قید خانے میں
 واپس بلا لیا اور وہ ان کے مرض الموت کے زمانہ تک قید رہا۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز مرض الموت میں بیمار ہوئے تو یزید بن مہلب کو ایک اور خواب
 پریشان نظر آیا۔ یزید نے آل ابی عقیل پر جو یزید بن عبدالملک کے رشتہ دار تھے، مظالم کئے تھے۔
 جس کی پاداش میں یزید بن عبدالملک نے قسم کھائی تھی کہ اگر موقع ملا تو یزید کے چمڑے کو کاٹ
 کر جوتے کا تلا بناؤں گا۔ اب یزید کو نظر آیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد وہی خلیفہ ہوگا
 اور اس کو اپنی قسم کے پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔ اس لیے اس نے قید خانہ
 سے بھاگنے کی تدبیر کی اور اپنے غلاموں یا چچا زاد بھائیوں (موالی) کو کہلا بھیجا کہ اس مقصد کے
 لیے سواریاں تیار کر رکھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز زیادہ بیمار ہوئے تو اس نے اونٹ طلب
 کئے اور قید خانہ سے نکل بھاگا۔ اجتماع کے لیے ایک مقام پہلے سے متعین کر لیا گیا تھا۔
 یزید وہاں پہنچا تو ان لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے اس کے رفقاء سخت پریشان
 ہوئے۔ یزید نے ان کی پریشانی دیکھی تو کہا کیا میں پھر قید خانے میں واپس جاؤں؟ خدا کی
 قسم میں ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہاں سے پھر اپنی بی بی کو ساتھ سوار کر کے روانہ ہوا اور
 حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو خدا کی قسم میں نہ
 بھاگتا، لیکن مجھے یزید بن عبدالملک پر اعتماد نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ خط پڑھا

تو بولے خدایا! اگر یزید اس امت کے ساتھ بُرائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس کے شر سے بچا اور اس کے فریب کو اس کی طرف لوٹا دے۔ یزید بن مہلب بھاگتا ہوا حدت ذقاق میں پہنچا جہاں ہذیل بن زفر قبیلہ قیس کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، ان لوگوں نے یزید کا تقاضا کیا اور اس کا کچھ اسباب لوٹ لیا اور چند غلام گرفتار کر لئے۔

(یزید کے بعد جراح ایک سال پانچ ماہ تک خراسان کا گورنر رہا۔ لیکن اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو بھی معزول کر دیا جس کا سبب یہ ہوا کہ یزید بن مہلب نے اپنے زمانہ گورنری میں جہم بن زحر کو جرجان کا والی مقرر کیا تھا، لیکن جب یزید گرفتار ہوا تو جرجان کے عامل نے جہم کی جگہ ایک دوسرے شخص کو وہاں کا عامل مقرر کر کے بھیجا، جب وہ وہاں پہنچا تو جہم نے اس کو مع رفقار کے قید کر دیا اور خود پچاس آدمیوں کے ساتھ خراسان کو روانہ ہوا۔ جرجان سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر تو میرا چچا زاد بھائی نہ ہوتا تو میں تیری اس حرکت کو گوارا نہ کرتا۔ جہم نے کہا اگر یہ قرابت نہ ہوتی تو میں تمہارے پاس نہ آتا۔ اب جراح نے اس کو اس گناہ کے کفارے کے لیے ایک لڑائی میں بھیج دیا، جہاں سے وہ کامیاب آیا۔ جراح نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کامیابی کی اطلاع دی اور تین شخصوں کا وفد بنا کر بھیجا۔ جن میں دو عرب اور ایک موالی تھا۔ وفد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو دونوں عرب نے گفتگو کی اور موالی خاموش رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے کہا کہ تم بھی تو وفد میں ہو آخر کیوں نہیں بولے اب اس نے موقع پا کر کہا کہ یا امیر المؤمنین ۲۰ ہزار موالی جہاد کرتے ہیں اور ان کو وظیفہ نہیں ملتا اور اسی قدر ذمی مسلمان ہو گئے ہیں اور اب تک ان سے خراج لیا جاتا ہے۔ ہمارے امیر ظالم اور متعصب ہے، منیر پر کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میں مہربان ہو کر آیا تھا اور اب میں عصبی ہوں۔ میری قوم کا ایک آدمی دوسری قوم کے سینکڑوں آدمیوں سے زیادہ محب کو محبوب ہے۔ اس کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اس کے کرتے کی آستین اس کے نصف کرتے

اب پہنچتی ہے۔ اب تک حجاج کی ایک تلوار رہی اور ظلم و عدوان پر عمل کرتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ وفد میں ایسے شخص کو آنا چاہیے اور حجاج کو سی وقت لکھا کہ جو لوگ قبلہ رخ نماز پڑھتے ہیں، ان کا جزیہ معاف کر دو۔

اس حکم کا اعلان ہوا تو اس کثرت سے لوگ اسلام لاتے کہ لوگوں نے حجاج سے کہا کہ لوگ صرف جزیہ کی ناگواری سے اسلام لارہے ہیں۔ ان کا ختنہ کرو تو ان کی آزمائش ہو سکے گی۔ حجاج نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے لکھا کہ خدا نے محمدؐ کو اللہ علیہ وسلم کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ خاتن۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ ایک ایسے شخص کا نام بتاؤ جس سے میں خراسان کے حالات دریافت کروں۔ لوگوں نے ابو مجلز کا نام بتایا۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے حجاج کو لکھا کہ ابو مجلز کو ساتھ لے کر فوراً چلے آؤ۔ حجاج عبدالرحمن بن نعیم غامدی کو صیغہ جنگ کا اور عبداللہ بن حبیب کو صیغہ خراج کا افسر مقرر کر کے رمضان ۱۱۷ھ میں روانہ ہوا۔ دربار خلافت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے پوچھا کہ وہاں سے کب روانہ ہوئے؟ بولا، رمضان میں۔ فرمایا کہ جس نے تم کو ظالم کہا، بالکل سچ کہا۔ رمضان گزار کر کیوں نہیں آتے۔ حجاج روانہ ہوا تھا تو بیت المال سے ۲۰ ہزار کی رقم بطور نرض کے لی تھی۔ اس لیے اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے درخواست کی کہ اس کو ادا فرما دیجئے۔ بولے اگر رمضان کے بعد آتے تو میں ادا کر دیتا۔ آخر کار اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے وظائف سے یہ رقم ادا کر دی۔

اس شکایت کے علاوہ حجاج کے ظلم و عدوان کے ثبوت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے نزدیک اور قرآن بھی جمع ہو گئے۔ حجاج جب اول اول خراسان میں آیا تھا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں لکھا تھا کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو فتنہ و فساد کر کے حقوق اللہ کو روکنا چاہتے ہیں۔ ان کو اس سے تیار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ لیکن آپ کی اجازت کے بغیر میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

نے لکھا کہ تم ان سے زیادہ فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہو۔ کسی مسلمان یا ذمی کو بغیر استحقاق کے ایک کوڑا بھی نہ مارو۔

ان اسباب سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جراح کو خراسان کی گورنری سے معزف کر دیا اور عبدالرحمان بن نعیم کو صیغہ جنگ اور عبدالرحمان قشیری کو صیغہ خراج کا افسر مقرر کیا۔ **وفات** اوپر گزر چکا ہے کہ بنو امیہ نے غاصبانہ طور پر مسلمانوں کی جو جائدادیں اپنے قبضہ کر لی تھیں۔ ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے سرسیر آرائے خلافت ہونے کے ساتھ ہی نہایت سختی کے ساتھ واپس کر دیا۔ جس نے ان کے تمام خاندان میں عام برہمی پھیلا دی۔ لیکن یہ ناراضی زبان و قلم تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے ایک خطرناک سازش کی صورت اختیار کر لی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی وفات اسی سازش کا نتیجہ ہے۔

(ابتداءً مرض میں عام خیال تھا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے لیکن خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اصلی راز معلوم ہو گیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک بار مجاہد سے پوچھا کہ میری نسبت لوگوں کیا خیال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ لوگ آپ کو مسحور سمجھتے ہیں، بولے ہیں مسحور نہیں ہو سکتے۔ وہ وقت یاد ہے جس میں مجھے ذہر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک غلام کو بلا کر پوچھا کہ مجھے ذہر دینے پر کیوں آمادہ ہوئے؟ اس نے کہا مجھے ہزار دینار دے کر آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے وہ دینار منگوا کر بیت المال میں داخل کرادیئے۔ اس سے کہہ دیا کہ تم ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ طبیب آیا تو اس نے یہی تجویز کی اور علاج کی طرف توجہ دلائی لیکن انھوں نے علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ ۲۰ دن تک بیمار رہے اور ۲۵ رجب ۱۰۰ روز چہار شنبہ کو ۳۹ سال کی عمر میں دیرسماں انتقال کیا اور وہیں دفن کئے گئے۔)

۱۔ طبری ص ۱۳۵۳ تا ۱۳۵۶۔ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۷۔ ۳۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۷۔ ۴۔ بعض روایتوں میں تاریخ وفات ۲۴ رجب

ان کی وفات کے واقعات نہایت موثر ہیں۔ ان کی بی بی فاطمہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے یہاں سے چلی جاؤں، آپ سوتے نہیں ہیں شاید آپ کو بیدار آجاتے یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں میں نے سنا کہ بار بار اس آیت کی تلاوت کر رہے ہیں۔

یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کے

لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تفریق

چاہتے ہیں، نہ فساد کرتے ہیں اور

عاقبت صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے

تلك الدار الآخرة نجعلها

للذین لا یرینون علوا

فی الارض ولا فواوالا قبة

للمستئین۔

اس کے بعد گردن جھکالی اور دیر تک مجھے کسی قسم کی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ جو خادم بیمار داری کرتا تھا میں نے اس سے کہا کہ جا کر دیکھ تو سہی۔ اس نے جا کر دیکھا تو زور سے چلایا میں نے جا کر دیکھا تو ان کو مردہ پایا۔ رُخ قبلہ کی طرف تھا۔ ایک ہاتھ منہ پر اور دوسرا آنکھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب نزع کا وقت آیا تو آنکھوں نے کہا کہ سب نکل جائیں اور میرے پاس کوئی نہ رہنے پاتے۔ سب نکل آئے اور دروازے پر مسلمہ بن عبد الملک اور ان کی بی بی فاطمہ بیٹھی رہیں۔ ان لوگوں کے کان میں یہ آواز آئی۔ کیا مبارک چہرے ہیں جو نہ آدمیوں کے ہیں، نہ جنوں کے۔ اس کے بعد متذکرہ بالا آیت پڑھ کر خاموش ہو رہے۔ مسلمہ نے فاطمہ سے کہا کہ انتقال ہو گیا، جا کر دیکھا تو واقعی انتقال ہو چکا تھا۔

(مرض الموت میں لوگوں نے مشورہ دیا تھا کہ اگر آپ مدینہ میں جا کر وفات پاتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دفن ہوتے۔ اس مدفن پاک میں ایک قبر کی جگہ اور ہے۔ بولے "خدا کی قسم آگ کے سوا اگر خداوند تعالیٰ مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں اس کو بخوشی برداشت کروں گا۔ لیکن یہ گوارا نہیں ہے کہ خدا کو یہ معلوم ہو

کہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔ اس بناء پر ایک عیسائی سے خود ہی اپنی قبر کی زمین خریدنی چاہی۔ عیسائی نے کہا یہ تو میرے لیے خیر و برکت کا سبب ہوگا۔ میں آپ کو یہ زمین پونہتی دیتا ہوں، لیکن انھوں نے اس کو گوارا نہیں کیا اور زمین کو بقیمت خریدا۔

رجاء بن حیوٰۃ کو وصیت کی تھی کہ وہی غسل دیں، وہی کفن پہنائیں اور وہی قبر میں اتار لوندی کو وصیت کی تھی کہ حنوط میں مشک نہ ملائے اور قبر کو اینٹ سے بنانے کی ممانعت کی تھی کفن کے لیے خود ہی پانچ کپڑے متعین کر دیئے تھے اور کہہ دیا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنے خاندان کے مردوں کو اسی طرح کفنا تے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال اور چننا ناخن منگوا کر کفن میں رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ یزید بن عبد الملک کے لیے ایک وصیت لکھا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں :-

”میں تم کو یہ لکھتا ہوں اور میں مرض سے لاغر ہوا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ امورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا۔ خدا خود کہتا ہے:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ
وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ
ہم ان کو علم سے قصہ سناتے
ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پاتی۔ اگر تو مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر۔ میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے آگے سے نجات دے اور اپنی رضامندی سے جنت عطا کرے۔ تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ میرے بعد تم صرف تھوڑے دنوں زندہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۲، ۲۸۳۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۳۰ و سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۲

رہو گے۔ تم کو اس سے بہت احتراز کرنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں لغزش ہو
اور تم اس کی کوئی تلافی نہ کر سکو۔)

سلیمان بن عبد الملک خدا کا ایک بندہ تھا، خدا نے اس کو وفات دی اور
اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور میرے لیے خود بیعت لی اور میرے بعد تم کو ولی عہد
مقرر کیا۔ میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیبیوں
کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سامان
دیتے تھے جو کسی بندے کو دے سکتا تھا لیکن میں سخت حساب اور نازک
سوال سے ڈرتا ہوں۔ بجز اس کے جس پر خدا میری مدد کرے!

اہل و عیال کی نسبت مسلمہ نے کہا کہ ”اے امیر المؤمنین! آپ نے اپنی اولاد کا منہ
اس مال سے ہمیشہ خشک رکھا۔ اس لیے آپ ان کو ایسی حالت میں چھوڑ جاتے ہیں کہ ان کے پاس
کچھ نہیں ہے۔ کاش مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو ان کے متعلق کچھ وصیت کر جاتے۔ بولے
مجھے ٹیک لگا کر بٹھاؤ۔ پھر فرمایا، تمہارا یہ کہنا کہ میں نے ان کے منہ کو ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا
تو خدا کی قسم میں نے ان کا حق کبھی تلف نہیں کیا اور جس چیز میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو کبھی نہیں
دی۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں تمہیں یا خاندان کے کسی شخص کو ان کے متعلق وصیت کر جاؤں تو ان کے
معاملہ میں میرا وصی اور میرا ولی صرف خدا ہے اور وہی صلحا کا ولی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر خدا
سے ڈریں گے تو خدا ان کے لیے کوئی صورت نکال دے گا اور اگر وہ مبتلا تے گناہ ہوں گے تو
میں ان کو مصیبت کے لیے طاقت و رہنمائیوں گا!“ اس کے بعد لڑکوں کو بلایا اور با چشم تر ان کو دیکھ
کر فرمایا میری جان ان نوجوانوں پر قربان جن کو میں نے محتاج و مفلس چھوڑا ہے لیکن خدا کا
شکر ہے کہ میں نے ان کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ لڑکوں کو! تم کسی عرب یا ذمی سے نہ ملو گے جس پر
تمہارا حق نہ ہوگا۔ لڑکوں! تمہارے باپ کو دو میں سے ایک کا اختیار تھا۔ ایک یہ کہ تم لوگ

لے سیرۃ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۷۷، ۲۷۸۔

دولت مند ہو جاؤ اور وہ جہنم میں داخل ہو یا تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنت میں جاتے لیکن یہ بات کہ تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنت میں جاتے اس کو زیادہ محبوب تھی، بہ نسبت اس کے کہ تم لوگ دولت مند رہو اور وہ آگ میں جاتے، اٹھو خداتم کو محفوظ رکھو۔“

ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمہ بن عبد الملک نے وصیت کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ مال کہاں ہے جس کے متعلق وصیت کروں۔ مسلمہ نے کہا میں ایک لاکھ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ اسی کے متعلق وصیت کر دیجئے۔ بولے اس کو کہاں سے لاتے ہو، وہ واپس کر آؤ۔ اس پر مسلمہ رو پڑے۔

لوگوں کو ان کی وفات کا حال معلوم ہوا تو عام و خاص، عالم و جاہل، مسلم و غیر مسلم نے عام طور پر ماتم کیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کا قاصد بصرہ میں آتا تو چونکہ وہ عموماً وظائف کے اضافہ یا کسی اچھی بات کا حکم اور کسی برائی سے ممانعت کا فرمان لاتا۔ اس لیے لوگ اس کا استقبال کر کے اس کو مسجد تک لاتے اور وہ ان کا خط پڑھ کر سناتا۔ اس لیے جب قاصد ان کی وفات کی خبر لے کر بصرہ میں آیا تو لوگوں نے حسب معمول اس کا استقبال کیا۔ لیکن جب اس نے رو کر ان کی وفات کی خبر سنانی تو سب لوگ رو پڑے۔

امام حسن بصری کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو بولے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اے نیکی کے مالک۔ تمام فقہار ان کی بی بی فاطمہ کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور کہا کہ ”یہ مصیبت امام امت کے لیے عام ہے۔“

عبد الملک بن عمیر نے موت کے بعد ان کی اخلاقی خوبیوں کو گنا گنا کر کہا کہ اے امیر المؤمنین خداتم پر رحم کرے، تم نگاہوں کو جھکاتے رکھتے تھے، پاکدامن تھے۔ حق کے ساتھ فیاض اور بخل کے ساتھ بخیل تھے۔ غصہ کے وقت غصہ ہوتے تھے اور رضامندی کے وقت راضی ہوتے تھے۔ نہ ظریف تھے، نہ کسی پر عیب لگاتے تھے، نہ کسی کی غیبت کرتے تھے۔

محمد بن معبد کا بیان ہے کہ میں شاہِ روم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو زمین پر نہایت رنج و غم کی حالت میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے، بولا جو کچھ ہوا تم کو خبر نہیں؟ میں نے کہا کیا ہوا؟ بولا مردِ صالح کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا وہ کون؟ بولا عمر بن عبد العزیزؓ۔ پھر کہا اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی مردوں کو زندہ کر سکتا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو جی کر سکتے تھے۔ مجھے اس راہب کی حالت پر کوئی تعجب نہیں جس نے اپنے دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ مجھے اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی اور اس نے اس کو پامال کر کے راہبانہ زندگی اختیار کی۔ مجاہد کا بیان ہے کہ میں جا رہا تھا کہ ایک تبعلی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تم حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی وفات کے وقت موجود تھے؟ میں نے کہا ہاں! یہ سن کر وہ رو پڑا، ان کے لیے رحمت کی دُعا مانگی۔ میں نے کہا تم ان کے لیے کیوں رحمت کی دُعا مانگتے ہو؟ وہ تو تمہارے ہم مذہب تھے۔ اس نے کہا میں ان پر نہیں روتا، اس نور پر روتا ہوں جو زمین پر تھا اور اب بچ گیا۔

علماء مدینوں ان کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ ایک بار مکہ میں مقامِ واپس سے پلٹ کر ایک منزل میں کوچ کے وقت اترے اور ایک طرف دور نکل گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ بولے پانچ میل کے فاصلہ پر عمر بن عبد العزیزؓ کی قبر تھی وہیں گیا تھا۔ خدا کی قسم! ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی خدا ترس نہ تھا۔ خدا کی قسم! ان کے زمانے میں ان سے زیادہ کوئی زاہد نہ تھا۔ علامہ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں لکھا ہے کہ اب تک ان کی قبر زیارت گاہِ خلائق ہے۔ شعراء کو اگرچہ انہوں نے اپنی زندگی میں مدح سرائی کا موقع نہیں دیا۔ تاہم ان کی وفات پر سب نے دل کھول کر مرثیے لکھے۔ جریر نے ان اشعار میں اپنے دردِ دل کا اظہار کیا:-

تغی النعاة امیر المؤمنین لنا یا خیر من حج بیتہ اللہ واعتما

خبر مرگ پہنچانے والے ہم کو امیر المؤمنین کی موت کی خبر دیتے ہیں اور ان لوگوں میں جنہوں نے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا سب بہتر

لے سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۸۸، ۲۸۹۔ ۲۹ ایضاً ص ۲۹۔ ۳۰ تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۸ تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

وسرت فیہ مجکم اللہ یا عمرا

حسنتا مرا عظمًا فاضطات بہ

آپ پر ایک بڑا بوجھ لاد گیا اور آپ نے اس کو بغل میں دبا لیا اور اے عمر تم نے اس پر خدا کے حکم کے موافق عمل کیا

تبی علیکہ نجوم اللیل والفر

الشمس طالعة لیست بکاسفة

سورج نکلا ہے گہنایا نہیں۔ تم پر رات کے ستارے اور چاند رو رہے ہیں۔

فرزوق کے قطر ہائے اشک یہ ہیں :-

کانت امیتت واخری منك قنظر

کم من شرعیة حق قد شرعت لهم

کتنی مردہ شریعتوں کو تم نے زندہ کیا اور دوسری شریعتوں کے زندہ کرنے کی تم سے توقع تھی۔

علی العدول التي تفتالها الحضی

یا لهف نفسی و لهف اللامعین معی

میرے نفس کا پچھتاوا اور میرے ساتھ تمام افسوس کرنے والوں کا پچھتاوا اس عادل پر جس کو قبر نے

اچک لیا۔

مجاہد بن وثار نے ان اشعار میں فغاں سنجی کی :-

لعدله لم یصیبک الموت یا عمر

لو اعظم الموت حلقا ان یواقه

تو اے عمر تمہیں موت نہ آتی

اگر انصاف کی وجہ سے کسی کو موت نہ آسکتی

تاتی رواحا و تیبابا و تبتکما

لو کنت املک والاقدار غالبہ

جو شام و صبح اپنے کرشمے دکھایا کرتی ہے

اگر مجھے قدرت ہوتی حالانکہ تقدیر غالب ہے۔

یدیر سمعان لکن یغلب القدر

صرفت عنہم الخیرات مصرعہ

دیر سمعان میں ٹال دیتا لیکن تقدیر غالب آتی ہے

تو میں عمر سے موت کو مقام

اسی طرح اور بھی متعدد شعراء نے مرثیے لکھے جن کو ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کر

ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی اولاد کے لیے جو تر کہ چھوڑا اس کے متعلق مختلف روایت

ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد سے کہا کہ تم خزاہی پر تہمت نہ لگانا۔

۱۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۹۳۔

صرف ۲۱ دینار چھوڑتا ہوں جس میں دیر سمعان کے لوگوں کے مکانات کا کرایہ ادا کرنا ہوگا۔ ایک مزدور اور قبر کی زمین کی قیمت دینا ہوگی۔“

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ انہوں نے تمہارے لیے کس قدر مال چھوڑا؟ وہ مسکراتے اور کہا کہ ان کے داروغہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نزع کے وقت خود انہوں نے پوچھا کہ تمہارے پاس کس قدر روپیہ ہے؟ میں نے کہا ۱۴ دینار۔ اس نے کہا کس قدر منافع کی جائیداد چھوڑی؟ بولے ۶۰۰ دینار۔ ہم بارہ مرد اور ۶ عورتیں تھے جن کو ہم نے ۱۵ سہام پر تقسیم کر لیا۔

(منصور نے عبد الرحمن بن قاسم محمد بن ابی بکر سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ بولے میں چیز کی نصیحت کروں جو میں نے دیکھی ہے یا اس چیز کی جو میں نے سنی ہے؟ اس نے کہا جو آپ نے دیکھی ہے۔ بولے حضرت عمر بن عبد العزیز نے گیارہ لڑکے چھوڑ کر وفات کی اور ان کا کل ترکہ ۱۵ دینار تھا جس میں ۵ دینار ان کے کفن میں صرف ہوتے دو دینار پر قبر کی زمین خریدی گئی اور بقیہ لڑکوں پر تقسیم ہوا اور ہر لڑکے نے انیس انیس درہم پائے۔ ہشام بن عبد الملک بھی گیارہ لڑکے چھوڑ کر مرا اور جب ترکہ تقسیم ہوا تو سب نے دس دس لاکھ پایا۔ لیکن میں نے عمر بن عبد العزیز کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لیے دیئے اور ہشام کے ایک لڑکے کو دیکھا جس کو باگ صدقہ دے رہے ہیں۔ بہر حال اگر اور خلفائے بنو امیہ کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جائے تو انہوں نے نام نیک کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔)

15/10/2020

ازواج و اولاد

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے چار بیٹیاں تھیں جن میں ایک ام الولد یعنی صاحبہ اولاد لونڈی تھی۔ بیٹیوں میں ایک کا نام لمیس بنت علی بن حارث اور دوسری کا ام عثمان بنت شعیب بن زیان اور تیسری کا فاطمہ بنت عبد الملک بن مروان تھا اور ان میں ہر ایک سے اولاد پیدا ہوئی۔ لونڈی سے لڑکے یعنی عبد الملک، ولید، عام، یزید، عبد عبدالعزیز، زیان اور دو لڑکیاں یعنی امینہ اور ام عبداللہ پیدا ہوئیں۔ ام عثمان سے صرف ایک لڑکا ابراہیم پیدا ہوا۔ عبد اللہ بکر اور ام عمار لمیس کے بطن سے تھے اور بقیہ اولاد یعنی اسحاق، یعقوب، موسیٰ، فاطمہ بنت عبد الملک کے بطن سے تھیں۔ اس طرح ان کی اولاد ذکور و اناث کی مجموعی تعداد ۱۶ تھی جن کے حالات حسب ذیل ہیں:-

عبد الملک | عبد الملک نہایت متقشف اور زاہد تھے۔ ایک دن بی بی خوب بن سے کھانا منے آئی، تو کہا کہ اب تم کو عدت میں بیٹھنا چاہیے، بعض مشائخ اہل شام کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے بیٹے ہی کو دیکھ کر عبادت گزار کی اختیار کی۔ سیار بن الحکم کا بیان ہے کہ عبد الملک حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے کبھی افضل تھے۔ میمون بن مہرا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گھر میں تین آدمیوں سے بہتر نہیں دیکھا۔ ایک عمر بن عبدالعزیزؓ دوسرے ان کے بیٹے عبد الملک اور تیسرے ان کے مولا مزاحم۔ اس بنا پر حضرت عمر بن

ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے۔ اور ان پر نہایت اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ایک خط میں ان کو لکھا کہ "اپنے بعد میں اپنی وصیت اور نصیحت کا سب سے زیادہ مستحق تم کو سمجھتا ہوں اور تم بھی ان کے محفوظ نظر کھینچنے کے سب سے زیادہ اہل ہو۔ خدا نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور جو نعمتیں رہ گئی ہیں وہ بھی عطا کیے گا۔ تو خدا کا جو احسان تم پر اور تمہارے باپ پر ہے اس کو یاد کرو اور اپنے باپ کو ہر اس معاملہ میں جس پر وہ قادر ہے اور جس سے تمہارے خیال میں وہ عاجز ہے، مدد دو۔"

عبدالملک نے اس نصیحت پر شدت کے ساتھ عمل کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت کے اہم معاملات میں ہمیشہ مدد دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اموالِ معصوبہ کو بنو امیہ کے فتنہ و فساد کے خوف سے بتدریج تمہیل واپس کرنا چاہتے تھے لیکن عبدالملک ہی کے مشورے سے انھوں نے اس کام کو سب سے پہلے انجام دیا۔

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کسی بات پر سخت برہم ہوئے۔ عبدالملک بھی اس جگہ موجود تھے۔ جب ان کا غصہ فرو ہوا تو بولے اے امیر المؤمنین! آپ اس درجہ پر پہنچ کر اس قدر غصہ ہوئے ہیں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا تو کیا تم غصہ نہیں ہوتے؟ بولے میرا توند سے کیا نائدہ اگر میں غصہ کو سہم نہ کر جاؤں۔ ان کا پیٹ بڑا تھما۔

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ دربار کر رہے تھے، دوپہر ہوئی تو تھک کر اٹھ گئے اور آرام لینے لگے۔ عبدالملک حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ اندر کیوں چلے آئے؟ فرمایا تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ بولے "رعایا دروازے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے اور آپ ان سے چھپتے ہیں۔ کیا موت پر آپ کو اعتماد ہے کہ وہ اس حالت میں نہ آجائے گی؟" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اسی وقت اٹھے اور پھر دربار کرنا شروع کیا۔

عبدالملک نے باپ کی زندگی ہی میں بوجہ رضہ طاعون انتقال کیا۔ بیماری کی حالت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کے پاس جا کر حال پوچھا تو بولے میں اپنے آپ کو حق پر پاتا

ہوں۔ لیکن خدا کی قسم آپ کی مرضی مجھے اپنی مرضی سے زیادہ محبوب ہے۔ موت کے بعد لاش کو دیکھ کر پاس گئے اور مزاحم نے ان کی موت کی خبر دی تو بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آتے تو لاش کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

لا یخترنک عشاء ساکن
قد یوافق بالمنیات السحر

تم کو بے خوف و خطر شام دھوکہ نہ دے
کیوں کہ موت صبح کو بھی آتی ہے

اور فرمایا "اے بیٹے دنیا میں تم ویسے ہی تھے جیسا کہ خدا کہتا ہے:

المال والبنون زینۃ الحیاة الدنیا
مال و اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں

اور تم دنیا کی افضل ترین زینت تھے اور مجھے توقع ہے کہ آج سے تم باقیات الصالحات میں داخل ہو گئے جس کا ثواب سب سے بڑھ کر ہے۔"

کفن پہنایا جانے لگا تو چہرے کو دیکھ کر فرمایا "اے بیٹے خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری مغفرت کرے۔ ذفن ہونے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "اے بیٹے خدا تم پر رحم کرے، بچپن میں تم خوشی کا باعث تھے۔ جوانی میں حق پوری ادا کرنے والے تھے۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی اور سب کو نوحہ و بکا سے روک دیا۔ لوگوں نے عام طور پر حاضر ہو کر رسم تعزیت ادا کی۔ ایک بدو نے کھڑے ہو کر تعزیت میں یہ اشعار پڑھے:

تعزیر امیر المؤمنین فائز
لما قدرتی یقذی الولید ویولد

هل انک الامن سلالہ آدم
الکل علی حوض المنیة مورد

عبد العزیز | یہ یزید بن عبد الملک اور مروان بن محمد کی جانب سے مکہ اور مدینہ کے گورنر تھے۔ وہ روایت حدیث میں ہیں۔

عبد اللہ | یہ یزید بن ولید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ یہ جب وہاں کے گورنر مقرر ہوئے آتے تو بصرہ والوں نے ایک نہر کھدوانے کی درخواست کی۔ انھوں نے یزید کو اس کی اطلاع

دی۔ یزید نے لکھا کہ اگر عراق کا کل خراج صرف ہو جائے تب بھی نہر کھدواؤ، چنانچہ انہوں نے تین لاکھ کے صرف سے ایک نہر کھدوائی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔

بقیہ اولاد یعنی اسحاق - یعقوب - بکر - موسیٰ - ولید - عامر - یزید - زیان - امینہ - امّ عمار اور امّ عبد اللہ میں بعض نے بچپن ہی میں وفات کی اور بقیہ نے کوئی خاص ناموری حاصل نہیں کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ صالح ابن کیسان جو علمائے مدینہ میں بڑے پایہ کے محدث تھے۔ ان کی بہ نسبت تذکرہ الحفاظ میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی اولاد کے مودب یعنی اتالیق تھے۔ ان کے علاوہ ان کے مولیٰ سہل بھی اس خدمت پر مامور تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ان کو بہترین تعلیم و تربیت دینے پر خود متوجہ کرتے رہتے تھے۔ ایک بار ان کو ایک خط میں لکھا کہ میں نے اچھی طرح سمجھ بوجھ کر تمام موالی اور خواص میں سے تم کو اپنی اولاد کی تادیب کے لیے انتخاب کیا ہے۔ ان کو خشونت سکھاؤ کہ یہ ان کے قدم کو راسخ کرے گی اور ترک صحبت کی طرف توجہ دلاؤ کہ وہ غفلت پیدا کرتی ہے اور کم ہنسنے دو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے۔ تمہارے ادب سے پہلی بات جو وہ سیکھیں وہ راگ باجے کی طرف سے نفرت ہو۔ کیونکہ میں نے ثقافت سے سنا ہے کہ راگ باجے کا سننا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ جس طرح پانی گھاس کو اگاتا ہے ان میں ہر لڑکا قرآن مجید کا ایک ٹکڑا شروع کرے اور نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی قرأت کرے جب اس سے فارغ ہو جائے تو ہاتھ میں تیر و کمان لے کر برہنہ پانکل جاتے اور سات تیر چلائے۔ پھر قیلولہ کرنے کے لیے واپس آئے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے بچو! قیلولہ کرو، اس لیے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

حلیہ | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا رنگ سفید، چہرہ پتلا اور آنکھیں گہری تھیں۔ بچپن میں گھوڑے نے پیشانی پر لات مار دی تھی جس کا نشان باقی تھا اور وہ اس لیے اشیخ بنو امیہ کہلاتے تھے۔ اخیر عمر میں بال سفید ہونے لگے تھے۔ جسم لاغر تھا اور یہ غالباً زہد و تقشف کا اثر تھا۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۲۷۷۔ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول تذکرہ صالح بن کیسان ص ۱۳۳۔ ۳۔ تمام تفصیل میرے عمر بن عبد العزیزؓ کے آرٹیکل میں ہے۔

اخلاق و عادات

حسنِ خلق | نہایت خوش خلق اور نرم خوتھے۔ چند خاص لوگ تھے جن سے رات کو معاملاتِ خلافت کے متعلق مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن جب ان کا جی چاہتا کہ یہ لوگ یہاں سے اٹھ جائیں صرف اس قدر کہتے کہ اگر آپ لوگ چاہیں۔

ایک بار عبداللہ بن حسن اپنی ضرورتوں کے لیے سلیمان بن عبدالملک کے پاس آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو واسطہ بنایا۔ اور اس لیے اکثر ان کے یہاں آنا جانا شروع کیا۔ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان سے کہا کہ آپ میرے یہاں اسی وقت آئے جب آپ کو اندر آنے کی اجازت مل سکے۔ کیونکہ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ میرے دروازے پر آئیں اور آپ کو اذہا نہ ملے۔

ایک دن وہ آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ فوج میں ایک شخص مبتلائے طاعون ہو گیا ہے۔ آپ اپنے وطن کو تشریف لے جائیں۔ کیونکہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں۔ ایک بار چند آدمیوں کے پاس غلطی سے بغیر سلام کے بیٹھ گئے۔ یاد آیا تو اٹھ کر سب سلام کر لیا تو بیٹھے۔

تواضع و مساوات | خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ایک مغرور اور جاہ پسند شخص تھے۔ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے تھے۔ نہایت عمدہ خوشبو لگاتے تھے۔ اور راہ میں اکڑتے ہوئے چلتے تھے۔ لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان کے اخلاق و عادات میں جو عظیم الشان انقلاب ہوا

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۶۲-۶۳ - ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۶۴۔

اس نے عجب و غرور کو تو واضح و انکسار سے بدل دیا۔ جب وہ مدینہ کے گورنر تھے تو وضع قطع سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہیں۔ لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کسی نے یہ نہ جانا کہ وہ خلیفہ ہیں۔ خلیفہ ہونے کے بعد جب شاہانہ سواریاں آئیں تو ان کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرا خیر میرے لیے کافی ہے۔ سوار ہو کر چلے تو کو تو وال نے ہر چھانے کر آگے آگے چلنا چاہا لیکن اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔ قصر خلافت میں داخل ہوئے تو تمام پردوں کو چاک کر دیا۔ اور خلفاء کے لیے جو فرش بچھایا جاتا تھا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کرادی۔

لوگ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا لوگو! اگر تم کھڑے رہو گے تو ہم بھی کھڑے ہو جائیں گے۔ اور تم لوگ بیٹھو گے تو ہم بھی بیٹھیں گے۔ لوگوں کو صرف خدا کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ (خلفائے بنو امیہ کا دستور تھا کہ جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تھے۔ تو سب سے پہلے ان کے بیٹھنے کے لیے ایک خاص چادر بچھانی جاتی تھی۔ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور سب معمول ان کے لیے بھی یہ چادر بچھانی گئی۔ لیکن وہ اس کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ سرکاری پہرہ داروں کو تعظیم کے لیے اٹھنے کی بالکل ممانعت کر دی تھی اور ان کے ساتھ برابر بیٹھتے تھے۔ وہ لوگ سلام میں مسابقت کرتے تھے۔ تو ان سے کہتے تھے کہ تم لوگ پہلے سلام نہ کرو۔ بلکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم لوگوں کو پہلے سلام کریں گے۔ ان کو عجب، غرور اور فحاری سے اس قدر نفرت تھی کہ جب خطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے اور اس کے متعلق دل میں غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تو خطبہ میں چپ ہو جاتے اور تحریر کو پھاڑ ڈالتے اور فرماتے کہ خدایا میں اپنے نفس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ فرمایا کرتے تھے کہ فحاری کے خوف سے میں زیادہ نہیں بولتا۔

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۵۳-۵۴۔ ۲۔ سیرۃ ابن عبدالحکم ص ۳۷۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۵۷۔ ۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۶-۸۷۔ ۵۔ سیرۃ ابن عبدالحکم ص ۳۸۔ ۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۲۔ ۷۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۸۔

اگرچہ وہ خلیفہ اور امیر المؤمنین تھے۔ مگر اپنے آپ کو ہمیشہ عمر ہی سمجھا کیجئے۔ ایک بار ان ایک بھائی آیا اور کہا کہ "اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو عمر سمجھ کر ایسی بات کہوں جو آج آپ کو ناپسند اور کل پسندیدہ ہو۔ ورنہ امیر المؤمنین سمجھ کر ایسی گفتگو کروں جو آج آپ کو محبوب اور کل مبغوض ہو۔ بولے مجھے عمر ہی سمجھ کر وہ بات کہو جو آج مجھے ناپسند اور کل پسند ہو۔"

ایک بار رات کو رجاء بن حیوٰۃ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دفعۃً چراغ جھلملانے لگا پہلو ہی میں ایک ملازم سویا ہوا تھا۔ رجاء نے کہا اس کو جگانہ دوں؟ بولے سونے دو انہوں نے کہ میں خود اٹھ کر چراغ کو ٹھیک کر دوں۔ فرمایا! مہمان سے کام لینا مروّت کے خلاف ہے۔ بالآخر چادر رکھ کر خود ہی اٹھے۔ برتن سے زیتون کا تیل لیا۔ اور چراغ کو ٹھیک کر کے پلٹے تو کہا کہ جب میں اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا۔ اور جب پلٹا تب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔

انہوں نے باوجود خلیفہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ نوٹڈی غلاموں سے بھی بالاتر نہیں سمجھا۔ ایک دن نوٹڈی ان کو پنکھا بھل رہی تھی کہ اسی حالت میں اس کی آنکھ لگا گئی انہوں نے خود پنکھا لے لیا اور اس کو جھلنے لگے۔ وہ جاگی تو شور کیا۔ بولے! تو بھی میری طرح ایک آدمی ہے۔ میری طرح تجھے بھی گرمی معلوم ہوتی۔ اس لیے میں نے چاہا کہ جس طرح تو مجھے پنکھا بھلا ہے۔ میں بھی تجھے پنکھا بھل دوں!"

جنازوں میں عموماً شریک ہوتے۔ اور عام مسلمانوں کی طرح تابوت کو کاندھا دیتے ہوئے چلتے۔ ایک بار بارش کے دن میں ایک جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اتفاقاً ایک مسافر آگیا۔ جس کا بدن پر چادر نہ تھی۔ انہوں نے اس کو بلا لیا اور اپنی چادر کا بچا ہوا حصہ اس کو اڑھا دیا۔

ایک بار ایک گرجے میں اترے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بہت سے طبقے سے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ گرجے کا پادری لوگوں کی ضیافت کر رہا ہے۔ اس کے بعد ان کے سامنے ایک طبقہ پیش کیا گیا۔ جس میں پستہ اور بادام تھا۔ بولے تمام طبقوں میں بھی یہی ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں، بولے تو پھر اس کو دیکھو۔

لے جاؤ۔

فاکساری کی وجہ سے مداحی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی تو بولے مجھے جو حال اپنے نفس کا معلوم ہے۔ اگر تم کو معلوم ہوتا تو تم میرے چہرے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔

اس تو واضح و فروتنی کا یہ اثر تھا کہ جو لوگ ان کو شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ان کو پہچان ہی نہ سکتے تھے۔ حکم بن عمر الرعینی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس حلقہ سے اٹھ کر اس حلقہ میں جا بیٹھتے تھے تو جو اجنبی لوگ آتے تھے۔ وہ نا آشنا یا نہ پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین کس حلقہ میں ہیں؟ لیکن جب تک انگلی سے اشارہ نہ کیا جاتا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں وہ لوگ ان کو پہچان نہ سکتے۔

لیکن باوجود اس عجز و خاکساری کے خودداری کا سرشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے خلیفہ ہونے کے بعد اہل خاندان سے میل جول کم کر دیا۔ تو ان میں بعض لوگوں نے کہا کہ "آپ مغرور ہو گئے" بولے میں پہلے ایک لونڈا تھا۔ خاندان کے لوگ بلا اجازت میرے پاس آتے تھے۔ میرے فرش کو روندتے تھے۔ اور ایک ایسے شخص کے ساتھ جو حاکمانہ حیثیت نہ رکھتا ہو، جو برتاؤ کیا جاسکتا ہے کرتے تھے۔ لیکن خلیفہ ہونے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ یا تو میں قدیم حالت کو قائم رکھنے کے ساتھ حق کی مخالفت پر ان کو سزا دوں۔ یا یہ کہ ان سے اختلاط چھوڑ دوں۔ تاکہ خود ان کو اس کی جرأت نہ ہونے پائے۔ میں نے یہی آخری صورت اختیار کی ہے۔ ورنہ غرور تو صرف خدا کی چادر ہے۔ میں اس کے متعلق اس سے کیونکر جنگ کر سکتا ہوں۔

حکم | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اگرچہ عنفوان شباب سے لے کر تادم مرگ حاکمانہ حیثیت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ تاہم وہ ہمیشہ حلیم، نرم خو اور متحمل مزاج رہے۔ ایک بار ایک خارجی نے سلیمان بن عبدالملک کو برا بھلا کہا جس کی پاداش میں اس نے اس کو قتل کروا دیا۔ لیکن قتل سے

لے سیرت بن عبدالحکم ص ۵۵۔ لے یہ تمام واقعات سیرت عمر بن عبدالعزیز از ص ۱۷۲ تا ۱۷۵ میں درج ہیں۔

پہلے جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ بھی اس کو برا بھلا کہہ لیجئے۔
سیلیمان عبدالملک کی زندگی میں تو یہ ان کا مشورہ تھا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد جب

خود خلیفہ ہوئے تو اس پر عمل کرنے کا وقت آیا۔ چنانچہ ایک بار ان کے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمن نے ان کو لکھا کہ میرے اجلاس میں ایک شخص اس جرم میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ وہ آپ کو گالی دیتا ہے۔ میں نے اس کی گردن اڑا دینی چاہی تھی۔ لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ اس بار میں آپ کی رائے لے لوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر تم اس کو قتل کر دو تو میں تم سے قصاص لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو گالی دے دو۔ ورنہ رہا کر دو۔

ایک بار وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ کہ اسی حالت میں ایک شخص نے کہا کہ میں گالی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو۔ یہ سن کر صرف اس قدر بولے کہ تم جھوٹے گواہ ہو۔ میں تمہاری شہادت قبول نہیں کرتا۔

ایک بار کسی نے ان کو کلماتِ ناخوشگوار کہے۔ لوگ بولے کہ آپ کیوں چپ ہیں؟ فرمایا کہ تقویٰ نے منہ میں لگام لگا دی ہے۔

ایک بار کسی نے ایک آدمی کی نسبت ان سے کہا کہ یہ آپ کو گالی دیتا ہے۔ انہوں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر کہا۔ اب کی بھی روگردانی کی۔ اس نے تیسری بار گالی دے کر بولے کہ عمر اس کو اس طرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اس کو خبر تک نہیں ہوتی۔

ایک بار دو سوار جا رہے تھے کہ ایک پاپیادہ شخص سواری کی جھپٹ میں آگیا۔ اور اس نے غصہ کی حالت میں کہا کہ دیکھ! تو دیکھتا نہیں۔ جب سواریاں نکل گئیں تو اس نے کہا کیا ہے جو مجھے اپنے پیچھے بٹھالے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو جیل تک لیتے پلو۔

ز ایک بار رات کو مسجد میں گئے۔ ایک شخص سو رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کو اُن کے پاؤں کی ٹھوک لگ گئی تو اس نے جھلا کر کہا کیا تم پاگل ہو؟ بولے نہیں چپڑا سی نے اس گستاخی پر اس کو سزا دینی چاہی۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے روک دیا اور کہا کہ اُس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو۔ میں نے جواب دے دیا کہ "نہیں"۔

ایک بار ان کو کسی شخص نے سخت بات کہی بولے تو چاہتا ہے کہ حکومت کے غرور میں بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کروں جو تو کل (قیامت کے دن) میرے ساتھ کرے گا یہ کہہ کر اس کو معاف کر دیا۔

(ایک بار وہ قیلو کہ کرنے کے لیے اٹھے۔ ایک آدمی ہاتھ میں کاغذ کا پلندا لیے ہوئے بڑھا اور پلندے کو ان کی طرف پھینک دیا۔ انھوں نے مڑ کے دیکھا تو پلندا منہ پر جا کے گرا۔ اور دھساروں پر چوٹ لگی۔ اور گالوں سے خون جاری ہو گیا۔ لیکن انھوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اُس کی عرضی پڑھی اور اس کی حاجت کو پورا کیا)

ایک بار ایک بچے نے ان کے کسی لڑکے کو مارا۔ لوگ اُس کو اُن کی بی بی فاطمہ کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز دوسرے کمرے میں تھے۔ شور سنا تو کمرے سے نکل آئے۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ اور یہ یتیم ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ اس یتیم بچہ کو وظیفہ ملتا ہے؟ بولی نہیں فرمایا کہ اس کا نام وظیفہ خوار بچوں میں لکھ لو۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر میرے بچے کو دوبارہ نہ مارے تو اس کے ساتھ خدا یہ سلوک کرے۔ بولے تم نے اس کو گھبرا دیا۔

ایک بار ایک شخص پر سخت برہم ہوئے اور اس کو بہہ نہ کر کے کوڑے لگوانے چاہے لیکن جب کوڑا لگانے کا وقت آیا تو بولے کہ اس کو رہا کر دو۔ اگر میں غصہ میں نہ ہوتا تو اس کو سزا دیتا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

صبراً ایک زمانے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز پر دفعۃً مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یعنی ان کے

لے یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۷۶ تا ص ۱۷۸ میں ہیں۔

سب سے زیادہ محبوب لڑکے عبدالملک۔ سب سے زیادہ عزیز بھائی سہیل بن عبدالعزیز اور سب سے زیادہ وفادار خادم مزاحم نے چند ہی دنوں کے وقفہ میں یکے بعد دیگرے انتقال کیا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس حالت میں صرف یہی نہیں کہ سرِ شہید صبر و سکون کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا بلکہ اس موقع پر وہ استقامت دکھائی کہ لوگوں کو ان کے ضبط و تحمل پر تعجب ہوا۔ وہ عبدالملک کو دفن کر رہے تھے کہ ایک شخص نے باتیں ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا کہ خدا امیر المؤمنین کو اس صبر پر اجر دے۔ بولے گفتگو میں باتیں ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔ داہنے سے کرو۔ اس نے کہا کہ میں نے آج سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ ہی نہیں دیکھا۔ ایک شخص اپنے محبوب ترین فرزند کو دفن کر رہا ہے پھر اس کو دائیں باتیں ہاتھ کا بھی خیال ہے۔

لوگ ان کی وفات پر تعزیت میں کتنے ہی رقت خیز فقرے استعمال کرتے لیکن ان کے جواب میں ہمیشہ صبر و شکر کا اظہار فرماتے۔ ایک بار ربیع بن سبرہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ کو اجر جزیل دے۔ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آتا کہ چند روز کے وقفہ میں اتنی عظیم الشان مصیبتوں میں مبتلا ہوا ہو۔ خدا کی قسم میں نے آپ کے بیٹے کا سا بیٹا آپ کے بھائی سا بھائی اور آپ کے غلام کا سا غلام نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے گردن جھکالی۔ ربیع کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا تم نے امیر المؤمنین کو بے قرار کر دیا۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سر اٹھایا اور کہا کہ ربیع تم نے کیا کہا؟ انہوں نے دوبارہ انہی فقروں کا اعادہ کیا بولے اس ذات کی قسم جس نے ان کی موت کا فیصلہ کیا۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ یہ واقعات نہ ہوتے۔ عبدالملک کی وفات کے بعد جو خطبہ دیا اس میں کہا کہ بچپن سے آج تک وہ میرے دل کی مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ لیکن آج سے زیادہ وہ میری آنکھوں میں کبھی خنک نہیں معلوم ہوتے۔ ان کی وفات پر تمام ممالک محروسہ میں حکم بھیج دیا کہ ماتم و نوحہ نہ کیا جائے۔

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۴-۲۶۵۔

تورغ و دیانت | ایک خلیفہ کی حفاظت میں سب سے زیادہ اہم امانت جو آتی ہے وہ بیت المال یعنی خزانہ ہے۔ اس کی دیانت کا اصلی معیار اسی کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی دیانت ہمیشہ اس معیار پر ٹھیک اُتری۔

وہ رات کو خلافت کا کام بیعت المال کی شمع سامنے رکھ کر انجام دیتے تھے۔ لیکن جب اپنا کام کرنا ہوتا تو اس شمع کو اٹھوا دیتے۔ اور ذاتی چراغ منگوا کر کام کرتے لے

فرات بن مسلمہ ہر جمعہ کو ان کی خدمت میں سرکاری کاغذات پیش کیا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے کاغذات دکھائے تو انھوں نے اس میں سے بقدر ایک بالشٹ کے سادہ کاغذ لے لیا اور اپنے ذاتی کام میں لائے۔ چونکہ فرات کو ان کی دیانت کا حال معلوم تھا اس لیے انھوں نے دل میں کہا کہ امیر المؤمنین سے بھول چوک ہو گئی۔ دوسرے دن انھوں نے ان کو صبح کاغذات کے طلب کیا۔ وہ آئے تو ان کو کسی دوسرے کام کے لیے بھیج دیا۔ وہ پلٹے تو بولے کہ اب تک تمہارے کاغذات کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس وقت جاؤ پھر بلا لوں گا۔ انھوں نے جا کر کاغذات کھولے۔ تو جتنا کاغذ کل لیا تھا اتنا اس میں موجود پایا۔

نقرار و مساکین کے لیے بیت المال کے مصارف سے جو مہمان خانہ قائم کیا تھا۔ اس سے نہ خود فائدہ اٹھاتے تھے نہ خاندان میں کسی شخص کو فائدہ اٹھانے دیتے تھے۔ عام طور پر حکم دے رکھا تھا کہ ہمارے غسل اور وضو کا پانی مہمان خانہ کے باورچی خانہ میں گرم نہ کیا جائے۔ ایک بار ان کی لائے میں ملازم نے ایک ماہ تک وضو کا پانی مطبخ عام میں گرم کیا۔ ان کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کر دی۔

ایک بار سرکاری کونسلے سے گرم کیا ہوا پانی وضو کے لیے آیا تو وضو کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۹۵۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ

عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۴ - ۲۸۵۔

ایک بار غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھوننے کے لیے دیا وہ سرکاری باورچی خانہ سے بھون لایا۔ تو بولے کہ تمہیں کھاؤ یہ تمہاری قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ میری قسمت میں نہ تھا۔ ایک دن گھر میں آئے تو دیکھا کہ لونڈی ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ لیے ہوئے ہے بولے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کی زوجہ حمل سے ہیں۔ ان کو دودھ کی خواہش ہوتی اور حمل کی حالت میں اگر عورت کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہو اور وہ پوری نہ کی جائے تو اس سے اسقاطِ حمل کا اندیشہ سوجاتا ہے۔ اس لیے میں یہ دودھ دار الضیافتہ سے لائی ہوں۔ انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور چیتے ہوئے بی بی کے پاس لے گئے اور کہا کہ اگر حمل کو فقرا اور مساکین کے کھانے کے سوا کوئی چیز قائم نہیں رکھ سکتی تو خدا اس کو قائم نہ رکھے۔ اب بی بی نے لونڈی سے کہا کہ اس کو واپس کر آؤ میں اسے نہ کھاؤں گی۔

یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خود مہمان خانہ کے کھانے سے احتراز کریں گے تو اور لوگوں کو بھی احتراز ہوگا۔ اب وہ باورچی خانہ میں معاوضہ داخل کر کے لوگوں کے ساتھ شریک طعام ہونے لگے۔

ایک بار انھوں نے اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ مجھے ایک رطل خرید دو۔ وہ ایک رطل لائے جس کو انھوں نے بہت پسند کیا۔ اور بولے کہ اس کو کہاں سے لائے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے سرکاری مال خانے میں یہ لکڑی پائی اور اسی کی یہ رطل بنوائی۔ بولے جاؤ۔ بازار میں اس کی قیمت لگواؤ۔ وہ گئے تو لوگوں نے نصف دینار قیمت لگائی۔ انھوں نے پلٹ کر خبر دی، تو انھوں نے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ ہم بیت المال میں ایک دینار داخل کر دیں تو ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ قیمت تو نصف دینار لگائی گئی ہے۔ بولے بیت المال میں دو دینار داخل کر دو۔

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۹ - ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۰ -

ایک بار بیت المال سے مشک نکال کر ان کے سامنے رکھا گیا۔ انھوں نے اس خوف سے کہ خوشبو دماغ میں پہنچ جائے گی۔ ناک بند کر لی۔ اس پر ان کے ایک ہم نشین نے کہا کہ اگر آپ خوشبو سونگھ لیتے تو آپ کا کیا بگڑتا۔ بولے مشک خوشبو کے سوا اور کس فائدہ کے لیے خریدا جاتا ہے۔

ایک بار ایک شخص نے ان کی خدمت میں کھجوریں روانہ کیں۔ آدمی کھجوریں سامنے لایا تو پوچھا ان کو کس چیز پر لائے ہو؟ اس نے کہا کہ ڈاک کے گھوڑوں پر۔ چونکہ ڈاک کا تعلق سرکاری چیزوں سے تھا۔ اس لیے حکم دیا کہ کھجوروں کو بازار میں لے جا کر فروخت کر لاؤ۔ وہ بازار میں آیا تو ایک مردانی نے اس کو خرید لیا۔ اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ جب کھجوریں سامنے آئیں تو بولے کہ یہ تو وہی کھجوریں ہیں۔ یہ کہہ کر کچھ سامنے کھانے کے لیے رکھ لیں اور کچھ گھر میں بھیج دیا۔ لیکن بیت المال میں قیمت داخل کر دی۔

ایک بار انھوں نے لبنان کے شہد کا شوق ظاہر کیا۔ ابن سعدی کرب وہاں کے عامل تھے۔ ان کی بی بی نے ان کو کہلا بھیجا اور انھوں نے وہاں سے بہت سا شہد بھیج دیا۔ شہد سامنے آیا تو بی بی کی طرف خطاب کر کے کہا کہ غالباً تم نے سعدی کرب کے ذریعہ سے اس کو منگوا یا ہے۔ پھر اس کو فروخت کروا کے بیت المال میں قیمت داخل کروادی۔ اور سعدی کرب کو لکھا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کام کیا تو میں تمہارا منہ بھی دیکھنا پسند نہ کروں گا۔

ایک بار ان کی بی بی نے ڈاک کی سواری پر ایک آدمی کو روانہ کیا اور وہ دو دینار کا شہد خرید لایا۔ شہد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سامنے آیا اور یہ واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے اس کو فروخت کر ڈالا۔ اور دو دینار واپس لے کر بقیہ قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ اور کہا کہ تم نے مسلمانوں کے جانور کو عمر کے لیے تکلیف دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو میری قے سے فائدہ پہنچ سکتا تو میں قے کر دیتا۔

ایک بار سرکاری سیدب تقسیم فرما رہے تھے۔ ان کا ایک صغیر السن بچہ آیا اور ایک

سیدب اٹھا کر کھانے لگا۔ انھوں نے سیدب کو اس کے ہاتھ سے نہایت سختی کے ساتھ چھین لیا۔
 پھر روتا ہوا مال کے پاس آیا۔ اس نے بازار سے سیدب منگا کر اس کو دے دیا۔ حضرت عمر بن
 عبدالعزیز گھر میں آئے تو سیدب کی خوشبو سونگھ کر بولے کہ کہیں سرکاری سیدب تو گھر میں نہیں آئے
 ان کی بی بی نے واقعہ بیان کیا تو بولے میں نے سیدب اپنے بچے سے چھینا تو گویا اسے دل سے
 چھینا۔ لیکن مجھے یہ پسند نہ آیا کہ خدا کے سامنے مسلمانوں کے سیدب کے لیے اپنے آپ کو برباد کر دوں۔
 ایک بار ان کی لڑکی نے ایک موتی بھیجا اور کہا کہ اس کا جوڑا بھیج دیجئے تاکہ میں کانوں میں
 ڈالوں۔ انھوں نے اس کے پاس آگ کی دو چنگاریاں بھیج دیں اور کہا کہ اگر تم ان چنگاریوں کو کان
 میں ڈال سکو تو میں اس موتی کا جوڑا بھیج دوں۔

خاصہ میں اگرچہ اگلے خلفاء نے بہت سے مکانات بنوائے تھے۔ لیکن چوں کہ وہ
 بیت المال کی آمدنی سے تعمیر ہوتے تھے۔ اس لیے جب وہاں گئے تو ان مکانات میں اترنا پسند
 نہیں کیا۔ اور میدان میں قیام کیا۔

جرات و آزادی | خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خلفاء کے ماتحت اور
 زیر اثر رہے۔ تاہم انھوں نے خلفاء کے سامنے ہر موقع پر اپنی آزادی کو قائم رکھا۔

ولید بن عبدالملک نے ان سے سلیمان بن عبدالملک کی بیعت نسخ کرانی چاہی تو انھوں
 نے صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم نے ایک ساتھ تم دونوں کی بیعت کی ہے۔
 اس لیے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی بیعت نسخ کر دیں اور تمہاری قائم رکھیں۔

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان بن عبدالملک کے غلاموں میں لڑائی ہوئی۔
 حضرت عمر بن عبدالعزیز سلیمان کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ کیا بات ہے کہ تمہارے غلاموں نے
 ہمارے غلاموں کو مارا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ مجھے آپ کے کہنے سے پیشتر اس واقعہ

لے یہ تمام واقعات سیرت عمر بن عبدالعزیز کے پچیسویں باب میں مذکور ہیں۔ لے سیرت ابن عبدالحکم

کی خبر نہ تھی۔ سلیمان نے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ بولے تم کہتے ہو کہ میں جھوٹ کہتا ہوں۔ حالانکہ جب سے مجھے ہوش ہوا میں جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی زمین وسیع ہے جو آپ کی صحبت سے بے نیاز کر سکتی ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے اور مصر کا ارادہ کیا۔ بالآخر سلیمان نے خود ان کو منا کر بلایا۔ ایک دن سلیمان بن عبد الملک کے پاس اس کا بیٹا ایوب جس کو اس نے ولی عہد بنایا تھا بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز آئے تو ایک آدمی نے بعض خلفاء کی بیویوں کی وراثت طلب کی۔ سلیمان نے کہا کہ عورتیں جائیداد نہیں پاتیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سنا تو نہایت تعجب سے بولے۔ سبحان اللہ قرآن مجید کہاں ہے؟ سلیمان نے غلام کو بلایا اور کہا کہ عبد الملک نے اس کے متعلق جو تحریر لکھی ہے وہ اٹھا لاؤ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے طنزاً یہ کہا کہ تم قرآن منگواتے ہو۔ ایوب نے یہ طعنہ سنا تو بولا کہ امیر المؤمنین کی خدمت میں اگر کوئی شخص اس قسم کی باتیں کرے گا تو ممکن ہے کہ دم زدن میں اس کی گردن اڑادی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بولے کہ اگر تم خلیفہ ہو گے تو رعایا کو اس سے بھی زیادہ صدمہ پہنچے گا۔ سلیمان نے یہ گفتگو سنی تو ایوب کو ڈانٹا کہ عمر سے اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ہم نے بھی تو کھری کھری سنائی۔ اسی جرأت و آزادی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ خلفاء کو ہر قسم کی اخلاقی نصیحتیں کرتے تھے۔ اور ان کی ناراضی کی ان کو مطلق پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایک بار عبد الملک بن مروان کو ایک خط میں لکھا کہ

تو ایک چرواہا ہے۔ اور ہر چرواہے سے اس کے مویشیوں کے متعلق سوال ہو گا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ خدائے واحد۔ تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اور خدا سے زیادہ صادق البیان کون ہو سکتا ہے۔

ایک بار سلیمان بن عبد الملک حج کے لیے روانہ ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ساتھ تھے۔ مقام عسفان کے قریب پہنچ کر اس نے اپنا الاؤ لشکر اور خیمہ و خرگاہ دیکھا تو تعجب و غرور کے نشہ

میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پوچھا کہ تم کو یہ چیزیں کیسی نظر آتی ہیں۔ بولے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دنیا کو دکھا رہی ہے۔ تم سے اس کا سوال اور مواخذہ کیا جائے گا۔ عرفات میں قیام کیا تو بادل آیا اور بجلی اس زور سے چمکنے لگی کہ سلیمان سہم کر اونٹ کے کجاوے پر سرنگوں ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ یہ بادل تو رحمت لے کر آیا ہے۔ اگر عذاب لے کر آیا ہوتا تو کیا حال ہوتا؟ اس کے بعد سلیمان نے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا کہ کتنے آدمی جمع ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ یہ تمہارے فریق ہیں۔

ایک صحرا میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا۔ تو سلیمان نے گھبرا کر ایک لاکھ درہم حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو صدقہ کرنے کے لیے دیئے کہ اس کی برکت سے رعد و برق کی یہ آفت ٹل جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا اس سے بہتر ایک کام ہے سلیمان نے کہا وہ کیا ہے بولے بعض لوگ جن کی جائداد مغصوبہ تمہارے پاس ہے۔ انہوں نے تمہارے ساتھ آنا چاہا لیکن اب تک نہ پہنچ سکے۔ سلیمان نے ان کے تمام مال و جائداد اور واپس کر دیئے۔

وقار | منانت اور سنجیدگی کی وجہ سے شور و غل کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان کے پاس بلند آواز سے گفتگو کی تو فرمایا کہ یہ صرف کافی ہے کہ انسان کی بات اس کا ہم نشین سن لے۔

مذاق کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار خاندان بنو امیہ کے چند لوگ جمع ہوئے اور ان کے سامنے ظرافت آمیز گفتگو شروع کی۔ بولے تم لوگ اسی لیے جمع ہوئے ہو۔ صحبتوں میں قرآن مجید کے متعلق گفتگو کرو۔ ورنہ کم از کم شریفانہ باتیں تو ضرور ہونا چاہیے۔

جن اعضا کے نام لینے سے شرم آتی ہے۔ ان کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایک بار بغل میں پھوڑا نکلا، لوگوں نے پوچھا کہ کہاں پھوڑا نکلا ہے۔ چونکہ بغل کا نام لینا پسند نہیں کرتے

لے یہ تمام واقعات سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اٹھویں باب میں مذکور ہیں۔ لے سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۶۳۔

تھے۔ اس لیے کہا کہ میرے ہاتھ کے باطن میں لے

اسی طرح ایک صحبت میں ایک شخص نے کسی سے کہا کہ تیری بغل کے نیچے ۶ بولے اس سے بہتر طریقے سے گفتگو کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا فرمایا ہاتھ کے نیچے کہنا زیادہ بہتر تھا۔

رحم دلی | مزاج میں نہایت رحم دل تھا۔ ایک دن ایک بدونے پر درد الفاظ میں اپنی حاجت کا اظہار کیا تو رو پڑے۔ یہ رحم صرف انسانوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ ان کو جانوروں تک کی تکلیف گوارا نہ تھی۔ ان کے پاس ایک خچر تھا۔ جس کو ان کا غلام کرایہ پر چلاتا تھا۔ کرایہ کی آمدنی معمولاً روزانہ ایک درہم تھی۔ ایک دن غلام ڈیڑھ درہم لایا۔ تو بولے یہ اضافہ کیونکر ہوا؟ اس نے کہا کہ آج بازار تیز تھا۔ بولے نہیں تم نے جانور سے زیادہ کام لیا۔ اس کو اب تین دن آرام لینے دو۔

ڈاک کے جانوروں کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان کے کوڑے کی نوک میں چھینے والا لوبا نہ لگایا جائے اور ان کے منہ میں بھاری رگام نہ دی جائے۔

مصر کے عامل حیان کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مصر میں بار برداری کے اونٹوں پر ہزار رطل وزن کا بوجھ لادا جاتا ہے۔ اب میرے اس خط کے پہنچنے کے بعد مجھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ کسی اونٹ پر چھ رطل سے زیادہ کا بوجھ لادا گیا ہے۔

شرم و حیا | مزاج میں سخت شرم و حیا تھی۔ حمام میں جاتے تھے تو بعض خدام اور بعض بچوں کے سوا اندر کوئی نہیں جاسکتا تھا۔

نصیحت پذیری | (سلاطین کو خود بینی، پند و موعظت کے قبول کرنے سے باز رکھتی ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک اثر پذیر دل پایا تھا۔ اور اس کے ساتھ ان کو یقین تھا کہ خلافت کا بوجھ ایک ایسا بوجھ ہے۔ جو اگر دیانت کے ساتھ اٹھایا جائے تو تنہا نہیں اٹھ سکتا۔ اس لیے وہ علماء سے نصیحت کے طالب ہوتے تھے۔ اور ان کی نصیحتوں سے شدت

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۴۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۱۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۹

۴۔ کتاب الخراج ص ۱۱۵۔ ۵۔ سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۶۶۔ ۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۵

کے ساتھ متاثر ہوتے تھے۔ ایک بار امام حسن بصری کو لکھا کہ مجھے اختصار کے ساتھ نصیحتیں کیجئے۔ چنانچہ انہوں نے مختصر الفاظ میں چند نصیحتیں کیں۔

ایک بار تمام فقہائے عراق کو اس غرض سے طلب فرمایا۔ سب لوگ آئے۔ ایک امام بصری نے علالت کا عذر کیا اور ایک نصیحت آمیز خط بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وہ خط تو آنکھوں سے لگایا۔ اور اس کے مضمون سے اس قدر متاثر ہوئے کہ رو پڑے۔

جب خلیفہ ہوئے تو حضرت سالم بن عبداللہ اور محمد بن کعب ان کے پاس گئے۔ وہ باری دونوں سے نصیحت کے طالب ہوئے۔ انہوں نے نصیحتیں کیں تو شدتِ تاثیر سے رو پڑے۔

ایک بار ان کے سامنے آتشِ دان رکھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں ایک شخص آیا تو اس سے انہوں نے نصیحت کی درخواست کی۔ اس نے نصیحت کی تو اس قدر روئے کہ آتشِ دان کی آگ آنسوؤں سے بجھ گئی۔ بعض علماء خود جاتے اور ان سے نصیحت کرنے کی خواہش کرتے۔ وہ بخوشی اجازت

دیتے اور وہ نصیحت کرتے۔ ایک بار ابن اہتم ان کی خدمت میں گئے اور کہا کہ آپ کو مسرور کر بولے نہیں۔ کہا نصیحت کروں؟ بولے ہاں۔ چنانچہ انہوں نے ایک عام خطبہ دیا۔ جس کی خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف خطاب کیا۔

علماء نے ان کو جو نصحائے کیے ہیں، ان سب کو علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب اکیسویں باب میں جمع کر دیا ہے، لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ مجموعہ پندرہ موعظت ایک ایسے شخص کے لیے موزوں نہیں ہے جو دین دار ہونے کے ساتھ دنیا دار بھی ہو۔ ان نصیحتوں میں دنیا کا تو بہت ذکر آیا ہے، لیکن اس عالم سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ حالانکہ ایک خلیفہ بادشاہ کی اصلی سعادت گاہ یہی دنیا ہے۔

زہد و تقشف | خلافت کے سلسلے نے سلیمان بن عبدالملک تک پہنچ کر قیصر و کسریٰ کا قالب اختیار کر لیا تھا۔ اور خود حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت سے پہلے اسی ٹھاٹھ کے ساتھ زندہ

بسر کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی تذکرہ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان اذ ذاک لا یذکر
بکثیر عدل ولا زهد
وہ اس وقت عدل و زہد میں کچھ
ایسے مشہور نہ تھے۔

مدینہ کے گورنر مقرر ہو کر روانہ ہوئے تو ۳۰ اونٹ ذاتی ساز و سامان سے لدے ہوئے
ساتھ ساتھ تھے۔ رجا بن حیوۃ کا بیان ہے۔

کان عمر بن عبدالعزیز
من اعطر الناس والبس
الناس خیلهم فی
مشتبہ لہ
عمر بن عبدالعزیز سب سے زیادہ خوش
پوشاک سب سے زیادہ خوشبو لگانے
والے اور سب سے زیادہ مغرورانہ
انداز سے چلنے والے تھے۔

سیرۃ ابن عبدالحکم (ص ۲۱) میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز امویوں میں سب سے زیادہ
عیش پسند تھے۔ جس راستے سے گزرتے اس میں خوشبو پھیل جاتی۔ ان کی مغرورانہ چال کا نام ہی
”عمری چال“ پڑ گیا تھا، اور ان کی حسن اور تنہتر سے لونڈیاں ان کی نقل کرتی تھیں۔ خلیفہ ہونے کے
بعد انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ لیکن اس چال کو نہ چھوڑ سکے۔ ان کی تہ بند اس قدر نیچے لٹکتی تھی
کہ جوتے کے اندر داخل ہو جاتی تھی۔ چادر کا گوشہ شانے سے گر جاتا تھا۔ لیکن وہ اس کو نہیں
اٹھاتے تھے۔ مہر چیرے کے بجائے عنبر سے لگاتے تھے۔

ان کی خوشبو میں بوریوں بونگ ڈالی جاتی تھی۔ اور ڈاڑھی پر نمک کی طرح عنبر چھڑکتے تھے۔
ریاح بن عبید کہتے ہیں کہ گورنری مدینہ کے زمانہ میں انہوں نے مجھے ایک جبہ خریدنے کا حکم دیا۔
میں دس اشرفی پر خرید کر لایا تو اس کو چھو کر بولے کہ مجھے اس میں کختگی محسوس ہوتی ہے۔ خود
حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنی عیش پرستی کا اعتراف تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

لہ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱ - لہ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۰ و ۱۵۱ - لہ سیرۃ

عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۰۔

شم تاقت نفسی... الی
اللبس والعیش والطیب
فما عملت ان احدا من
اهل بیتی ولا غیرہم
کان مثل ما کنت فیہ

پھر مجھے لباس، خوشبو اور عیش پرستی کا
شوق پیدا ہوا تو میری دانست میں نہ
میرے خاندان میں اور نہ دوسرے خاندان
میں کوئی شخص اس طرح امیرانہ زندگی
بسر کرتا تھا جس طرح کہ میں۔

لباس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ جب میرے کپڑوں کو دیکھ لیتے تھے تو میں سمجھتا
تھا کہ یہ پرانا ہو گیا۔^۲

لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان کی حالت میں دفعۃً انقلاب پیدا ہوا۔ پہلے وہ عمر بن عبدالعزیز
تھے۔ اب عمر بن الخطاب ہو گئے۔ حسن بصری ہو گئے۔ امام زہری ہو گئے۔ چنانچہ علامہ ذہبی ان کو
قدیم حالت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

لیکن جب خلیفہ ہوئے تو خداوند تعالیٰ
نے ان کو بالکل نئے قالب میں
بدل دیا۔ اب وہ عدل و انصاف
میں اپنے نانا عمر کے، زہد میں
حسن بصری کے اور علم میں امام
زہری کے مثل ہو گئے۔

ولکن تجد دله لما استخلف
وقلبه الله نصار بعد فی
حسن السیرة والقیام
بالقسط مع جدہ لامہ
عمر و فی الزهد مع الحسن
البصری و فی العلم مع
الزہری،

(رجار بن حیوۃ جنہوں نے ان کی قدیم حالت کو دیکھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کے بعد
ان کے لباس یعنی عمامہ، قمیض، قبا، کرتہ، موزہ اور چادر وغیرہ کی قیمت لگائی گئی تو صرف ۱۲ درہم ٹھہری
ریاح بن عبیدہ جنہوں نے دس اشرفی کا جبہ خرید کر ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور وہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۶۔ ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۶۔

ان کو کرحت معلوم ہوتا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ خلافت کے بعد میں ان کے لیے ان کا ایک جبہ صرف ایک اشرفی پر خرید کر لایا تو انھوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کس قدر نرم ہے۔

(ان کا بیان تھا کہ میرا دل خوش ہو اور لباس کا مشاق ہوا تو میں نے اس معاملہ میں اپنے تمام خاندان پر تفوق حاصل کیا۔ لیکن اس کے بعد خود ان کا بیان ہے کہ میرا دل آخرت کی طرف مائل ہوا۔ اور اب میں آخرت کو دنیا کے مقابل میں برباد کرنا نہیں چاہتا۔

یونس بن شبیب جنھوں نے ان کو خلافت سے پہلے اس حالت میں دیکھا تھا کہ تو نہ نکلی ہوئی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ خلافت کے بعد اگر میں گننا چاہتا تو بغیر چھوٹے ہوئے ان کی پسلیوں کو گن سکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جس وقت بادشاہ نہ تھے۔ اُس وقت سب سے بڑے بادشاہ تھے۔ اور جب تاجِ خلافت سر پر رکھا تو بالکل راہب ہو گئے۔ خدم و حشم۔ عطر و لباس اور دوسرے سامانِ آرائش کو ۳۳ ہزار دینار پر فروخت کر کے خدا کی راہ میں دے دیا۔ چنانچہ جب اصطلبل خانوں کے داروغہ آئے اور گھوڑوں اور سائیسوں کا خرچ مانگا تو حضرت عمر ابن عبدالعزیزؓ نے ان کو مختلف صوبوں میں بھیج دیا کہ فروخت کر کے ان کی قیمت خدا کی راہ میں دے دی جائے۔ غلاموں کے لیے تنخواہ وغیرہ کا سوال ہوا تو تمام صوبوں کے اندھے اپاہج اور یتیم جمع کرائے اور ان غلاموں کو ان پر تقسیم کر دیا۔ اور خود وہ ابراہیم اوہم بن گئے۔ جس کا اثر ان کے تمام مظاہر زندگی سے نمایاں ہوتا تھا۔

لباس | کپڑا نہایت سادہ اور معمولی درجہ کا پہنتے تھے۔ اور ان میں متعدد پیوند لگے دہتے تھے۔ ایک بار قمیض کے گریبان میں آگے اور پیچھے دونوں طرف پیوند لگے ہوئے تھے۔ نماز جمعہ پڑھا کر بیٹھے تو ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! خدا نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ کاش آپ عمدہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۵۰۔ یہی روایت کسی قدر اختلاف کے ساتھ سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۸ میں موجود ہے۔

۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۶۶۔ ۳۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۵۲۔ ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۵۴۔ ۵۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۵۴-۱۵۵۔

کپڑا پہنتے۔ یہ سن کر تھوڑی دیر تک گردن جھکا لی۔ پھر سر اٹھا کر کہا۔ یہ میانہ روی تمہوں کی حالت میں اور عفو و درگزر کی قدرت کی حالت میں بہتر ہے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ان کو ایک ایسی قمیض پہنے ہوئے دیکھا۔ جس کے پورے دونوں شانوں کے درمیان پیوند لگا ہوا تھا۔

اکثر اوقات جسم پر صرف ایک کپڑا رہتا تھا۔ اور اسی کو بار بار دھو کر پہنتے تھے۔ میمون کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک چادر چھ مہینے تک نہیں بدلی۔ وہی ہر جمعہ کو دھوئی جاتی تھی اور اس پر زعفران کا رنگ دے دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد کے جانے میں دیر ہوئی۔ کسی نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو بولے کہ غلام کپڑے دھونے کو لے گیا تھا اور اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا۔

(مسئلہ کا بیان ہے کہ میں مرض الموت میں ان کی عیادت کو گیا تو دیکھا کہ ایک میلی سی پھٹی ہوئی قمیض پہنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان کی بیوی فاطمہ سے کہا کہ امیر المؤمنین کی قمیض دھو ڈالو۔ دوسرے دن گئے تو بدن پر پھر وہی قمیض نظر آئی۔ بولے کہ میں نے تم کو قمیض اس لیے دھونے کو کہا کہ لوگ عیادت کو آتے ہیں۔ بولیں اس کے سوا ان کے پاس کوئی قمیض ہی نہیں ہے۔ غذا | غذا نہایت معمولی کھاتے تھے۔ ایک بار صبح کو گھر سے دیر میں نکلے۔ اس لیے اہل صحبت کو خیال ہوا کہ کسی پر ناراض تو نہیں ہیں۔ ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو بطور معذرت کے کہا کہ رات میں نے مسورا اور چنے کی وال کھالی۔ اس لیے نفع ہو گیا۔ اہل مجلس میں ایک صاحب بولے کہ اے امیر المؤمنین خداوند تعالیٰ تو اپنی کتاب میں کہتا ہے۔

فکلوا من طيبات
ما رزقنا کم -
ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے ان میں
سے بہترین چیزیں کھاؤ۔

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۴۶۔ ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۸۰۔ ۳۔ طبقات ص ۲۹۶۔

۴۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۴۔ ۵۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۹۳۔

بولے افسوس تم نے اس کے اٹے معنی لیے ہیں۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو کسبِ جلال سے حاصل کیا جائے لہذا کھانا مراد نہیں ہے۔

(محمد بن زبیر الخثلی کا بیان ہے کہ میں ایک شب ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ روٹی کے ٹکڑے تین کے تیل کے ساتھ کھا رہے ہیں۔)

ایک دن انہوں نے اندر گھر ایک شخص کو بلا لیا۔ وہ اندر پہنچا تو دیکھا کہ ایک دسترخوان پر ایک طشتِ رومال سے ڈھکی ہوئی رکھی ہے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز پڑھ چکے تو دسترخوان کو سامنے کھینچ کر کہا کہ آؤ کھاؤ۔ کہاں وہ مصر و مدینہ کی زندگی اور کہاں یہ زندگی یہ کہہ کر روپڑے اور پھر کچھ نہ کھایا۔

ایک بار ان کے خادم کو دال کھانے کے لیے ملی۔ تو بولا روزِ روز دال۔ اس کی سیدہ نے کہا کہ تمہارے آقا امیر المؤمنین کی بھی یہی غذا ہے۔ لیکن یہ معمولی غذا ابھی زمانہ خلافت میں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی ہے۔

مکان | قصر و محل لازمہ امارت ہیں۔ لیکن انہوں نے عمر بھڑاتی حیثیت سے کوئی عمارت تعمیر نہیں کی۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے۔ آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور اینٹ کو اینٹ پر اور شہتیر کو شہتیر پر نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ گھر میں ایک بالا خانہ تھا۔ جس کے زینے کی ایک اینٹ ہلتی تھی۔ جس سے اترتے چڑھتے ہر وقت گرنے کا خوف معلوم ہوتا تھا۔ ایک دن ان کے غلام نے اس کو مٹی سے جوڑ دیا۔ وہ چڑھے تو اس کی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔ غلام سے پوچھا تو اس نے واقعہ بیان کیا۔ بولے مٹی کو اکھیڑ ڈالو۔ میں نے خدا سے عہد کر لیا تھا کہ اگر خلیفہ ہوں گا تو ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھوں گا۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴۰۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴۰۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱۔

۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۲۔ ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۲۵۴۔ ۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱۔

۷۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۷۔

گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان نہ تھا۔ ایک بار عراق سے ایک عورت آئی۔ اور ان کے گھر میں جا کر دیکھا کہ کسی قسم کا ساز و سامان نہیں ہے۔ بولی کہ میں اسی ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی ہوں۔ ان کی بیوی فاطمہ نے کہا کہ تمہیں جیسے لوگوں کے گھروں کی آبادی نے اس گھر کو ویران کر رکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز آئے اور اس نے اپنی پانچ لڑکیوں کی ناداری بیان کی تو ان میں چار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

اہل و عیال | بی بی سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ان کی بی بی فاطمہ کا بیان ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد ان کو کبھی غسل جنابت کی ضرورت نہیں ہوئی۔ میں نے ایک بار کسی فقیہ کے یہاں کہا کہ بی بی کا امیر المؤمنین جو کر رہے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ وہ بی بی سے بالکل تعلق نہیں رکھتے۔ انھوں نے ان سے ذکر کیا تو بولے کہ جس کی گردن پر تمام امت محمدیہ کا بوجھ ہو اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ کیا جائے۔ وہ کیوں کر ان تعلقات کو قائم رکھ سکتا ہے۔

نوڈیاں جو تھیں، ان کو اختیار دے دیا تھا کہ جس کا جی چاہے آزاد ہو جائے اور جو رہنا چاہیں وہ رہیں۔ لیکن ان کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

روزانہ خرچ کل دو درہم تھا۔ جس کا بار کبھی بیت المال پر نہیں ڈالا۔ ذاتی آمدنی جو کچھ تھی وہ بھی خلافت کے بعد کم ہو گئی۔ کیونکہ اموال منصوبہ کی واپسی کے سلسلہ میں انھوں نے سب سے پہلے خود اپنی جائداد کی واپس کی۔ جس وقت خلیفہ ہوئے تھے۔ ان کی جائداد کا منافع پچاس ہزار دینار تھا۔ لیکن وفات کے وقت گھٹ کر دو سو دینار رہ گیا۔ ایسی حالت میں اہل و عیال نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک بار عبداللہ بن زکریا ان کے یہاں گئے اور ان کے اہل و عیال کی تنگ دستی کو دیکھ کر ان کا دل بھرا آیا۔ بولے کہ یا امیر المؤمنین آپ اپنے عمال کو سو سو دینار دو سو دینار بلکہ

۱۔ سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۷۷۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۳۔ ۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۷۔
۴۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۲ ایک روایت میں ہے کہ خلافت کے وقت ان کی جائداد کا منافع ۵۰ ہزار تھا جو گھٹ کر چار ہزار دینار رہ گیا۔

اس سے بھی زیادہ مشاہیرہ دیتے ہیں۔ بولے اگر وہ قرآن و حدیث کے مطابق عمل کریں تو یہ بہت کم ہے۔ میں ان کو معاش کے جھگڑوں سے بالکل نجات دلانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جب یہ جائز ہے اور جبکہ آپ خود ان سے زیادہ کام کرتے ہیں تو آپ بھی مشاہیرہ لیجئے۔ اور اپنے اہل و عیال کو فارغ البال کیجئے۔ کیوں کہ وہ بہت محتاج ہیں۔ بولے کہ تم نے یہ ہماری ہمدردی اور بھلائی کی نیت سے کہا ہے۔ پھر بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر بولے۔ لیکن یہ گوشت کل کا کل خدا کے مال سے پیدا ہوا ہے۔ اور اب میں خدا کے مال سے اس میں کوئی اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔

(ایک بار گھر میں ضروریات معاش کے لیے کچھ نہ تھا۔ ان کے غلام مزاحم سخت پریشان ہوئے کہ کیا انتظام کیا جائے۔ مجبوراً ایک شخص سے پانچ دینلو قرض لیے۔ یمن کی جائداد کا منافع آیا تو وہ نہایت خوش ہو کر اس کے پاس گئے کہ ابھی قرض ادا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر میں گئے تو سر پر ہاتھ رکھ کر نکلے اور کہا کہ خدا امیر المؤمنین کو اجر دے۔ خدا امیر المؤمنین کو اجر دے۔ اس رقم کو بھی جو ان کی ذاتی رقم تھی۔ بیت المال میں داخل کر دیا۔)

(ایک بار گھر میں گئے اور بی بی سے کہا کہ ایک درہم ہے۔ میں انکو خریدنا چاہتا ہوں؟ بولیں نہیں فرمایا ایک پیسہ ہوگا؟ انھوں نے غصہ کے لہجے میں جواب دیا کہ تم امیر المؤمنین ہو کر ایک درہم بلکہ ایک پیسے کی بھی مقدرت نہیں رکھتے۔ بولے جہنم کی ہتکڑیوں سے یہ زیادہ آسان ہے۔)

بچوں سے اگرچہ نہایت محبت رکھتے تھے۔ لیکن اس محبت کا اظہار کبھی دنیوی زیب و زینت اور عیش و عشرت کی صورت میں نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار انھوں نے اپنی لڑکی امینہ کو نہایت پیار سے پاس بلایا۔ لیکن وہ نہ آئی۔ اب ایک آدمی کو بھیج کر بلوایا اور تہ آنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا میرے پاس کپڑا نہ تھا۔ مزاحم کو حکم دیا کہ فرش کو پھاڑ کر اس کے لیے ایک قمیض تیار کروادو۔ حسن اتفاق سے لڑکی کی بھوپھی ام البنین نہایت دولت مند تھیں۔ ایک آدمی

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۴۲ - ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۴ -

ان کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا انھوں نے ایک تھکان کپڑا بھیج دیا اور کہا کہ عمر سے کچھ نہ مانگو
ایک بار ان کے صاحبزادے عبداللہ آئے اور کپڑے مانگے۔ انھوں نے ان کو خیار بن رہا
بصری کے پاس بھیج دیا۔ کہ ہمارے کپڑے وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ گئے تو خیار نے گاڑھے کے کپڑے
نکال کر سامنے رکھ دیئے۔ اور کہا کہ جس قدرت ضرورت ہو لے لو۔ انھوں نے کہا کہ یہ میری اور میرے
خاندان کی پوشش نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین کے یہی کپڑے ہیں۔ جو میرے پاس ہیں
عبداللہ پلٹے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے واقعہ بیان کیا تو بولے ہمارے پاس یہی کپڑے ہیں۔
انھوں نے مایوس ہو کر پلٹنا چاہا تو بولے کہ اگر لینا چاہو تو میں تمہارے وظیفہ میں سے سو دینار پیشگی
سکتا ہوں۔ وہ راضی ہو گئے تو انھوں نے سو اشرفیاں دلوادیں لیکن جب وظیفہ تقسیم ہوا تو اس کو خرچ
لیا۔^۲

ان کی اولاد میں اگر کوئی بیش قیمت چیز کا استعمال کرتا تو اس کو بھی منع کرتے۔ ایک بار
کے ایک صاحبزادے نے انگوٹھی بنوائی اور اس کے لیے ہزار درہم کا نگینہ خریدا۔ حضرت عمر بن
کو معلوم ہوا تو لکھا کہ اس انگوٹھی کو فروخت کر ڈالو۔ اور اس رقم سے ہزار بھوکوں کا پیٹ بھرو۔ اور
ایک سوہے کی انگوٹھی خرید کر اس پر یہ عبارت کندہ کرالو۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جس
اپنی قدر پہچانی۔^۳

وہ معمولاً عشاء بعد اپنی لڑکیوں کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک رات گئے اور لڑکیوں
نے آٹے کی آہٹ پائی تو ہاتھ سے اپنے منہ بند کر کے دروازے تک آئیں۔ انھوں نے اس
وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس شہب کے کھانے میں مسور کی دال اور پیاز کے سوا کچھ نہ تھا
اس لیے انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ ان کی ناگوار بوسو نگھیں۔ اس پر وہ رو پڑے اور کہا
اے میری لڑکیو! تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا کہ تم طرح طرح کے کھانے کھاؤ اور تمہارا باپ دو

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۵ - ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۳ - ۳۔ سیرۃ عمر بن

عبدالعزیز ص ۲۷۵ -

کی آگ میں جھونک دیا جائے۔ یہ سن کر تمام لڑکیاں چیخ مار کر رو پڑیں۔

تقویٰ و تورع | بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بظاہر جائز معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی شبہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ تقویٰ و تورع کا تعلق انہی چیزوں سے ہے۔ اور بہت کم لوگ اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ اگر کبھی ذمیوں کے یہاں مہمان ہوتے اور وہ لوگ دودھ اور ترکاری وغیرہ لاتے تو ان سے زیادہ معاوضہ دے کر ان چیزوں کو استعمال میں لاتے۔ اور اگر وہ معاوضہ لینے سے انکار کرتے تو ان چیزوں کو نہ کھاتے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان کوئی چیز ہدیہ دیتا تو اس کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتے۔ ایک بار انہوں نے سیب کی خواہش ظاہر کی۔ ان کے خاندان کا ایک شخص اٹھا اور ان کی خدمت میں ایک سیب ہدیہ بھیج دیا۔ آدمی سیب لے کر آیا تو اس کو قبول تو نہیں کیا۔ لیکن اخلاقاً فرمایا کہ جا کر کہہ دو کہ آپ کا ہدیہ پسند خاطر ہوا۔ اس نے کہا یہ تو گھر کی چیز ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بے شبہ ہدیہ تھا۔ لیکن وہ ہمارے لیے رشوت ہے۔

توکل | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو توکل علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پروا کر دیا تھا۔ ایک بار ان سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ آپ کھانا دیکھ بھال کے کھائیں۔ نماز پڑھیں تو ساتھ ساتھ پہرہ دار رکھیں کہ کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے۔ طاعون میں جیسا کہ تمام خلفاء کا طریقہ تھا باہر نکل جائیں۔ بولے کہ آخر وہ لوگ کیا ہوئے؟ جب ان لوگوں نے سخت اصرار کیا تو فرمایا کہ خداوند! اگر میرے علم میں روز قیامت کے سوا اور کسی دن سے ڈروں تو میرے خوف کو اطمینان نہ دے۔ چونکہ خوارج کے ناگہانی حملوں سے تمام خلفاء کی زندگی غیر محفوظ ہو گئی تھی۔ اس لیے خلفاء کی حفاظت کے لیے بہ کثرت پہرہ دار رہتے تھے۔ جس کی ابتدا حضرت امیر معاویہؓ نے کی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اگرچہ کلیتہً ان پہرہ داروں کو معزول نہیں کیا۔ تاہم ان سے صاف صاف

۱۔ سیرۃ ابن عبدالحکم ص ۵۵۔ ۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۶۰۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۴۔

کہہ دیا کہ میں تم سے بالکل بے نیاز ہوں۔ تقدیر الہی میری حفاظت کے لیے کافی ہے۔ تم میرے جس کا جی چاہے رہے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے۔^۱

پاس خاندان | حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ مذہبی حیثیت سے اپنے خاندان کے آئین جہاننا کو ناپسند کرتے تھے۔ تاہم ان کو اپنے خاندان کی عزت و حرمت کا کچھ کم پاس نہ تھا۔ ایک بار خوارج نے ان سے اثنائے مناظرہ میں کہا کہ جب تک آپ اپنے خاندان تیری اور ان پر لعنت ملامت نہ کریں گے، ہم آپ کی اطاعت قبول نہ کریں گے۔ بولے کہ تم نے فرعون پر لعنت کی ہے؟ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے فرعون سے درگزر کی میں اپنے خاندان سے کیوں نہ چشم پوشی کروں ورنہ لیکہ ان میں بڑے بھلے نیک و بد ہر قسم کے لوگ تھے۔^۲

ایک بار کسی نے حضرت امیر معاویہ کو بڑا بھلا کہا۔ تو انہوں نے اس کو مہین کوڑے مارے اور تمام زمانہ خلافت میں صرف یہی مہین کوڑے تھے۔ جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مارے تھے۔^۳

اعزہ سے محبت | حضرت عمر بن عبدالعزیز اعزہ و اقارب سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ان کے چچا عبداللہ بن مروان کا انتقال ہوا تو اگرچہ اس زمانہ میں وہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ تاہم سامان عیش کو تہ کر کے رکھ دیا اور دو ڈھائی مہینے تک صرف کبیل پہنتے رہے۔ قاسم بن مخزوم نے سمجھایا تو پھر اپنی اصلی حالت پر آئے۔^۴

بیٹوں میں عبدالملک سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک بار میمون بن مہران سے کہا کہ میرا بیٹا عبدالملک میری آنکھوں میں کھپ گیا۔ کہیں میرے جذبات عقل پر تو غالب نہیں آگے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ آپ اگر اس کے علم و فضل کا امتحان لیں۔^۵

دشمنوں کے ساتھ رفیق و ملاطفت | دشمنوں کے ساتھ نرمی کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے۔ جو انتہا

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۹۸۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۷۔ ۳۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۳۔ ۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۵۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۳۔

درجہ کے شریف ہوں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اسی قسم کے لوگوں میں تھے۔ اسلام میں خوارج کا فرقہ ہمیشہ خلفاء کا دشمن رہا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ہمیشہ اس فرقہ کے ساتھ رفق و ملامت کا برتاؤ کیا۔ ایک بار کسی خارجی نے سلیمان بن عبدالملک کو فاسق اور فاسق زادہ کہا۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے رائے طلب کی تو بولے کہ جس طرح اس نے آپ کو برا بھلا کہا ہے، آپ بھی کہہ لیجئے۔

ایک بار چند خارجی ان کی خدمت میں آئے اور مناظرہ کرنا شروع کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے بعض ہم نشینوں نے کہا کہ ذرا بگڑ کر ان کو مرعوب کیجئے۔ لیکن وہ ان سے نہایت نرم خوئی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سب ایک خاص شرط پر راضی ہو کر چلے گئے۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے ہم نشین کے زانو پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تک دوا سے صحت ممکن ہو کسی کو داغنا نہیں چاہیئے۔

خارجیوں کے ساتھ معرکہ کارزار پیش آیا تو بہ ہزار وقت ان شرائط کے ساتھ جنگ کی اجازت دی کہ عورت۔ بچے۔ قیدی قتل نہ کیے جائیں۔ زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ جو مال غنیمت ہاتھ آئے وہ انہی کے اہل و عیال کو واپس دے دیا جائے۔ قیدی اس وقت تک قید رکھے جائیں۔ جب تک کہ راہ راست پر آجائیں۔

ان کے نزدیک حجاج اس قدر مبغوض شخص تھا کہ اس کے تمام خاندان کو جلا وطن کر دیا تھا۔ اور تمام عمال کو ہدایت کی تھی کہ اس کی روش اختیار نہ کریں۔ لیکن با انیہمہ جب ان کے سامنے رباح بن عبیدہ نے حجاج کو گالی دی تو روکا اور بولے اے رباح جب مظلوم ظالم کو خوب برا کہہ کر اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو ظالم کو اس پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

ان کے تمام دشمنوں کو ان کی اس رفق و ملامت کا اس قدر یقین تھا کہ جراح نے جب خالد بن یزید المہلب کو ان کے حکم سے گرفتار کیا۔ تو اس کے ساتھ قید کی حالت میں اس قدر نرمی

کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو لکھا کہ تم آلِ مہلب کی ماں ہو جو اس کے لیے بستر بچھاتی اور اس پر اس کو سلاتی ہے۔ لیکن جب با اینہمہ اس نے خود حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دربارِ حاضری کو اس عیش و آرام پر ترجیح دی تو اس کا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے اس کو بالکل رہا کر دیا۔

اہل حاجت کی امداد (جو لوگ محتاجِ اعانت ہوتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز ہر ممکن سے ان کی امداد کرتے تھے۔ اپنی ہم نشینی کے لئے جو شرطیں مقرر کی تھیں، ان میں ایک یہ تھی کہ میرے ہم نشینوں کو مجھ تک ان لوگوں کی حاجتیں پہنچانا چاہئیں، جو خود ان کے پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔)

ایک بار ان کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا، تو اس نے احتیاج کا عذر پیش کیا اور انھوں نے اس کا عذر قبول کیا اور اس کو دس درہم دلوائے۔

ایک بار ایک بٹہ آیا اور اپنی حاجت کو نہایت پردہ الفاظ میں پیش کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے گردن جھکالی، اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہو گئے۔ سر اٹھا کر پوچھا تم سب کتنے آدمی ہو؟ اس نے کہا ایک میں اور آٹھ بیٹیاں۔ انھوں نے بیت المال سے اس کے وظائف مقرر کر دیئے۔ اور سو درہم ذاتی طور پر اپنی جیب سے دیئے۔

جب خمس کے غلاموں کی کثرت ہو جاتی تو دو اپاہجوں کی خدمت کے لیے ایک اور ہراندھے کی رہبری کے لیے ایک غلام عطا فرماتے۔

یہ قاعدہ تھا کہ جب ان کے ڈاکے چلتے تو جو شخص خط دیتا اس کو لے لیتے۔ چنانچہ ایک بار مصر سے ڈاکہ چلا تو ایک شخص کی نوٹھی نے اس کو خط دیا کہ اس کے گھر کی دیوار قدر پست ہے کہ لوگ اس کو پھاند کر مرغیاں چرالے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے عامل شرم

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۶۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۴۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۵۵۔ ۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۴۲۔ ۵۔ سیرت ابن الحکم ص ۵۵۔

کو لکھا کہ میرے خط کے پہنچنے کے ساتھ ہی فوراً جاؤ اور اس کی دیوار اونچی کر دو۔ اسی کے ساتھ اس نوٹڈی کو بھی اس کی اطلاع دی گئی۔

عیادت و عزاداری | اگرچہ امرار و سلاطین بہت کم گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ دوست و دشمن کی عیادت و تعزیت کو بے تکلف جاتے تھے۔ اور ان کو تسلی دیتے تھے۔ ایک بار ابوقلابہ شام میں بیمار ہوئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور کہا کہ ابوقلابہ چاق و چست ہو جاؤ۔ اور ہم پر منافقین کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ ایک بار ایک شخص کا لڑکا مر گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اس کے پاس تعزیت کو گئے۔ وہ نہایت صابر و شاکر آدمی تھا۔ لوگوں نے کہا رضا و تسلیم اس کا نام ہے۔ بولے رضا نہیں صبر ہے۔

عمر بن عبداللہ بن عتبہ کے باپ نے انتقال کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کے پاس ایک تعزیت نامہ بھیجا۔ جس میں لکھا کہ ہم آخرت کے رہنے والے ہیں۔ دنیا میں آکر قیام کر لیا ہے۔ مردے اور مردوں کے بیٹے ہیں تو کس قدر تعجب ہے۔ اُس مردے پر جو مردے کو خط لکھا ہے۔ اور مردے کی تعزیت دیتا ہے۔

ہر دلعزیزی | حدیث شریف میں آتا ہے۔

| | |
|--|--------------------------------|
| خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے | اذا احب الله العبد قال |
| تو جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے | لجبرئیل قد احببت فلانا |
| محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ | فاحبه فيجبه جبرئیل ثم ينادي |
| اس لیے جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں۔ | في اصل السماء ان الله |
| پھر آسمان کے رہنے والوں میں منادی کرتے | قد احب فلانا فاحبره |
| ہیں کہ خدا فلاں سے محبت کرتا ہے تم لوگ | يخبه اهل السماء يصنع له القبول |

۱۔ سیرت ابن عبدالحکم ص ۶۵۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۷۶۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۱۴۔

فی الارض -

بھی اس سے محبت کرو۔ اس لیے آسمان
والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس
کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں مقبول
عام بنا دیتا ہے۔

مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہ سب سے بڑا درجہ ہے اور محاسن اخلاق کی بدولت حضرت
عمر بن عبدالعزیزؓ کو یہی درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ وہ ایک بار موسم حج میں عرفات سے گزرے تو وہ
تمام لوگوں کی نگاہیں اٹھ گئیں۔ سہل بن ابی صالح جو متذکرہ بالا حدیث کے راوی ہیں۔ وہ بھی اس
میں موجود تھے۔ انھوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے باپ سے کہا کہ میرے خیال میں خدا عمر کو محبوب
ہے۔ انھوں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی جگہ ہے۔ اس کے بعد یہ
بیان کی ہے

صرف مسلمانوں کی خصوصیت نہیں بلکہ ان کے عدل و انصاف نے ان کو غیر قوموں کی نگاہ
میں محبوب بنا دیا تھا۔ ایک بار ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کا گزر جزیرہ
ہوا تو ایک راہب جو کبھی اپنے صومعہ سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ نکلا اور پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے
میں کس غرض سے اپنے گوشہ تنہائی سے باہر آیا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا صرف
تمہارے باپ کے حق کی بنا پر کیونکہ ہم ان کو ائمہ عدل میں پاتے ہیں۔ لے
علماء کی قدردانی | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اگرچہ خلافت کے تعلق سے ہر قسم کے لوگوں
میل جول رکھنا پڑتا تھا۔ تاہم ان کا اصلی میلان اہل علم کی طرف تھا۔ اس لیے مختلف طریقوں سے
ان کی قدردانی کرتے تھے۔ عدی بن ارطاة نے جب تمام مسائل شرعیہ میں ان سے مشورہ لینا شروع
کیا تو ہدایت کی کہ حسن بصری سے مشورہ لینا کافی ہے۔ خود کوئی فیصلہ کرتے تھے تو لازمی طور پر
مسیب سے مشورہ لیتے تھے |

۱۔ زرقانی شرح موطا جلد ۲ ص ۷۶۔ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۱۔

ایک بار ایک آدمی کو ان کے پاس کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ خود ان کو لایا۔ بولے کہ قاصد نے غلطی سے آپ کو تکلیف دی۔ ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ آپ سے صرف مسئلہ کے لیے چلا آئے۔

ہمیشہ علماء کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ بسر بن سعید کا انتقال ہوا تو انھوں نے کفن کا سامان نہ چھوڑا۔ اور عبداللہ بن عبد الملک کا انتقال ہوا تو اس نے لاکھوں روپے چھوڑے۔ حضرت ابن عبدالعزیز کو دونوں کی موت کا حال معلوم ہوا تو بولے کہ دونوں کا ایک ہی انجام ہوتا تو میں عبداللہ بن عبد الملک ہی کی زندگی کو ترجیح دیتا۔ اس پر مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ بسر بن سعید کی زندگی اختیار کرنا، آپ کے خاندان میں خود کشی کرنا ہے۔ بولے جو کچھ ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بفضل کا تذکرہ چھوڑ دیں۔

اکثر علماء سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے، اور جب ان میں کوئی آتا تو اس سے نہایت جوشی سے ملتے۔ اور اس سے صحبت خاص رکھتے۔ ایک بار ایک عالم جوان کے دوست تھے، تو ان کو اپنے پاس بٹھایا اور خلوت میں لے جا کر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

اعری و خطابت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اگرچہ شعر و سخن کا ذوق نہ تھا۔ تاہم کبھی کبھی اخلاقی حار خود کہتے تھے۔ اور کبھی کبھی دوسروں کی زبان سے سنتے تھے۔ چنانچہ محدث ابن جوزی نے اپنی ب کے تیسویں باب میں اس قسم کے اشعار کو جمع کر دیا ہے۔

ایک لحن خاص کے موجد بھی تھے، جو مدینہ میں رائج و مقبول تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خطبات و مواعظ بکثرت ہیں۔ جن کو محدث ابن جوزی نے اپنی ب کے تیسویں باب میں جمع کر دیا ہے۔ منبر پر وہ بالکل ابراہیم اوہم اور حضرت یازید بسطامی کے قالب میں نمایاں ہوتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں انہی کی زبان سے کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۱۔ ۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۹۰ تذکرہ سعید بن المسیب۔

۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۰۸۔ ۴۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۵۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۳۰۔

جب پہلا خطبہ دیا تو تمام خطباء و شعراء دفعۃً ان سے الگ ہو گئے۔ اور فقہاء و زہاد نے کہا جب تک ان کے قول و فعل میں تخالف نہ ہو ہم ان کو چھوڑ نہیں سکتے۔

اربابِ صحبّت (خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ رنگین مزاج لوگوں سے صحبت رکھتے تھے۔ لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی انھوں نے تمام سامانِ عیش و طرب کے ساتھ اس قسم کے احوال سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ چنانچہ خلافت کے بعد جب لوگ ان کی خدمت میں آئے تو انھوں نے صرف نیک اور پرہیزگار لوگوں کو بازیابی کا موقع دیا۔ اور ایک قدیم دوست کو اس شرف سے محروم رکھا۔ بعض لوگوں نے اس معاملہ میں گفتگو کی تو بولے جس طرح ہم نے رنگین کپڑے چھوڑ دیئے۔ اسی طرح رنگین مزاج دوستوں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پہلے خلفاء کی بزمِ طرب میں سب سے زیادہ ہجوم شعراء کو ہوتا تھا۔ اس بنا پر جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خلیفہ ہوئے تو حجاز و عراق کے تمام شعراء نے ان کے دربار کا رخ کیا اور تمام بڑے بڑے شعراء مثلاً نصیب، جریر، فرزدق، احوص اور اخطل وغیرہ آئے اور مہینوں قیام کیا۔ لیکن یہاں مجالس ہی کا رنگ بدل گیا تھا۔ شعراء کی کوئی قدر و قدر نہیں کی جاتی تھی۔ قرار و فقہاء اطراف سے بلائے جاتے تھے۔ اور ان کو خواص میں داخل کیا جاتا تھا۔ مجبوراً بعض شعراء نے ایک فقیہ سے اعانت طلب کی اور اپنی کساد بازاری کا اظہار ان اشعار میں کیا۔

ہذا زمانک انی قد مضی ز منی

یہ تیرا زمانہ ہے۔ میرا زمانہ گزر گیا

انی لدی الباب کالمصفود فی قرن

کہ میں دروازے پر بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں

یا ایہا القاری المرخ عمامتہ

اے وہ قاری جس کا عمامہ ٹٹک رہا ہے

ابلیخ خلیفتنا ان کنت لاقیہ

اگر ہمارے خلیفہ سے ملو تو اس کو یہ پیغام پہنچا دو

بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خلفاء کی مجالس کا رنگ بالکل بدل دیا۔ اور اپنی صحبت

لے سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۹۷۔

کے لیے صرف علماء و فقہاء کو انتخاب کیا۔ جس میں میمون بن مہران - رجاء بن حیوۃ اور دیاح بن عبیدہ گناہ
اص میں شمار تھا۔ ان کے علاوہ اور علماء بھی تھے۔ لیکن ان کا درجہ ان سے کم تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک ارباب صحبت میں خصوصیت کے ساتھ جن اوصاف کا
ذمہ ضروری تھا۔ ان کی تصریح انھوں نے خود ہی کر دی تھی۔ یعنی یہ کہ،

(۱) اگر میں انصاف کی راہ نہ پاؤں تو وہ میری رہنمائی کرے۔

(۲) نیکی کے کاموں میں میرا مددگار ہو۔

(۳) جو لوگ مجھ تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے، وہ مجھ تک ان کی حاجت پہنچائے۔

(۴) میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرے۔

(۵) میری اور لوگوں کی جو امانت رکھے۔ اس کو ادا کرے۔

عام معمول تھا کہ ابتدائے شب میں خلافت کا کام انجام دیتے۔ اسی رات ہوتی تو

حباب کے ساتھ شریک صحبت ہوتے اور اخیر شب میں عبادت کرتے۔ ایک بار میمون بن مہران
نے کہا کہ آپ اس مصروفیت کے ساتھ کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں؟ بولے باہمی صحبت سے عقل
بار آور ہوتی ہے۔

ان احباب کی صحبت میں امور خلافت کے متعلق مشورہ لیا جاتا۔ اور زہد و رقاہ کی باتیں

ہوتیں، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں ایک رات ان کی صحبت میں تھا تو انھوں نے ایک
بوشروہ عفظ کہا۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۲ - ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۴ - ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز

ص ۲۴۰ - ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸۲ - ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۲۷۴ -

اعمال عبادات

عبادتِ شبانہ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی زاہدانہ زندگی کا سب سے زیادہ پُر اثر منظر راتوں کو نظر آسکتا تھا۔ جو ان کی عبادت گزاری کا اصلی وقت تھا۔ اس مقصد کے لیے گھر اندر ایک حجرہ مخصوص کر لیا تھا۔ جس میں کمبل کے سلیے ہوتے کپڑے رکھے رہتے تھے۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوتا تو دن کے کپڑے اتار ڈالتے اور ان کپڑوں کو پہن کر مناجات اور گریہ و بکا میں مصروف ہو جاتے اور صبح تک مصروف رہتے۔ جب صبح ہوتی تو ان کپڑوں کو تہ کر کے صندوق میں رکھ دیتے۔

مرنے سے پہلے اس صندوق کو ایک غلام کے پاس امانت رکھ دیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ اہل خاندان کو اس صندوق کا حال معلوم ہوا تو غلام سے طلب کیا۔ اس نے کہا اس میں مال و دولت نہیں ہے، لیکن ان کی حرص طمع نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور صندوق کو اٹھا کر یزید بن عبد الملک کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے تمام خاندان کے سامنے کھولا تو کمبل کے چند کپڑے نکلے جن کو وہ رات کو پہنا کرتے تھے۔ عام معمول یہ تھا کہ شام ہونے کے بعد آدھی رات تک امورِ خلافت انجام دیتے۔ آدھی رات کے بعد علماء سے صحبت رکھتے اور رات کا پچھلا پہر عبادت گزاری میں گزارتے۔ نماز فجر پڑھنے کے بعد پھر اسی حجرے میں چلے جاتے اور اس وقت اس میں کوئی دوسرا نہیں جاسکتا تھا۔ نماز | نماز پنجگانہ نہایت مستعدی کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ گھر میں مغرب کی طرف ایک

تھروکہ بنا رکھا تھا۔ اگر مؤذن اذان دینے میں دیر کرتا تھا تو آدمی بچھ کر کہلاتے کہ وقت آگیا۔
 مؤذن اذان دیتا تو کوشش کرتے کہ اذان کی آواز کے ساتھ ہی مسجد میں داخل ہو جائیں
 اس غرض سے ۱۳ مؤذن ملازم رکھے تھے کہ گھر سے نکلنے تک اذانوں کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے
 لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام مؤذنین کو اذان کہنے کی ضرورت واقع ہوتی ہو۔ اکثر پہلی ہی اذان
 میں گھر سے برآمد ہو جاتے ورنہ دوسری یا تیسری اذان میں تو ضرور ہی مسجد میں داخل ہو جاتے۔
 اذان دینے کے بعد مؤذن آتا اور کہتا کہ "السلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ" یہ فقرے
 ادا بھی نہ کر چکتا تھا کہ وہ نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔

جمعے کے دن کا نہایت اہتمام کرتے تھے اور عید اور جمعہ میں پیدل جانے کا حکم دیا تھا۔
 ادا تے نماز میں بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و آداب کا اتباع کرتے تھے۔ حضرت
 انس بن مالک کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ
 نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

زکوٰۃ ہمیشہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا فرماتے تھے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ ایک بار انہوں نے
 مجھے ۳۰ درہم دیئے اور کہا کہ یہ میرے مال کا صدقہ ہے۔ ہمیشہ دو شنبہ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔
تلاوت روزانہ علی الصبح قرآن مجید کی تفسیر سی تلاوت کرتے اور رات کے وقت جب
 سوتے تو نہایت دردناک لہجے میں قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھتے:

ان ربکم اللہ الذی خلق
 السموات والارض
 اقامن اهل القرى ان یاتہم
 یاسنا بیاتاً وہم نائمون
 تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے
 آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔
 کیا گاؤں والے اس سے بے ڈر ہو گئے کہ ہمارا
 عذاب آجائے اور لوگ سوتے ہوتے ہوں

۱۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۷۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۶۲، ۲۶۵۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۶۷۔ ۴۔ سیرت
 حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۔ ۵۔ ایضاً ص ۲۶۱۔ ۶۔ طبقات ابن سعد ص ۲۶۵۔

بعض اوقات ایک ہی سورہ کو بار بار رات بھر پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک رات سورہ انفال شروع کی تو صبح تک پڑھتے رہے اگر کوئی خوف کی آیت آتی تو تضرع و ابتهال کرتے۔ اگر رحمت کی آیت آتی تو دعا کرتے یہ

قرآن مجید کو سن کر ان پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے قرآن مجید کی ایک سورہ پڑھی تو حاضرین میں سے ایک صاحب بول اٹھے کہ اس نے پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید سننے کے بعد ان کو غلطی نکالنے کا ہوش تھا جب ان آیتوں کو پڑھتے جن میں اہوال قیامت کا ذکر ہوتا تو بے ساختہ رو پڑتے۔ بے ہوش ہو جاتے اور صبح تک ان پر از خود رفتگی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔

مناجات و دعا ہمیشہ مناجات و دعا میں مصروف رہتے۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ان دعاؤں کو اپنی کتاب کے ۳۱ ویں باب میں نقل کر دیا ہے۔

گریہ و بکا طبیعت نہایت اثر پذیر پاتی تھی۔ اس سے اکثر ان پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا اور ایک بار خطبہ دینا چاہتے تھے کہ حمد و نعت کے بعد گلو گرتے ہو گئے۔ اگر کوئی شخص ان کو موثر نصیحت کرتا یا قرآن مجید کی کوئی پڑا آیت سنتے تو دفعۃً رو پڑتے۔ چنانچہ خوف قیامت اور نصیحت پذیری کے عنوان میں اس قسم کے واقعات گزر چکے ہیں۔ ان کی بی بی کا بیان ہے کہ جب گھراتے تھے تو اپنی مسجد میں جا کر متصل روتے رہتے۔ یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی جب جاگتے تو پھر اسی مشغلہ میں مصروف ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اسی میں رات بسر ہو جاتی ہے۔

خشیت الہی دنیا میں اور بھی بہت سے فقرا و صوفیہ گزرے ہیں۔ جن کا دل خشیت الہی سے ہمیشہ لرزتا رہتا تھا لیکن اس باب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو جس چیز نے ان لوگوں سے ممتاز کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہے۔ اسی نے ان کے دل کو

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۷۹۔ ۲۔ ایضاً ص ۱۹۲۔ ۳۔ ایضاً ص ۱۹۰۔ ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۲۱۰

۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵۔

گدا کر دیا تھا۔ جاہ و دولت انسان کو خدا سے بالکل غافل کر دیتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دل کو انہی نے خوفِ خدا کا آشیانہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ ایک بار انہوں نے خود اپنے ایک قوجی افسر کو لکھا کہ

خدا کی عظمت اور خشیت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اس مہیبت میں مبتلا ہو جس میں کہ میں ہوں۔ خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور مجھ سے زیادہ ذلیل (اگر وہ خدا کی نافرمانی کرے) کوئی نہیں ہے۔ میں اس حالت میں سخت دل گرفتہ ہوں اور مجھے خوف ہے کہ یہ میری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے لیے روانہ ہونا چاہتے ہو۔ تو اے برادر من! میری خواہش یہ ہے کہ جب تم صفِ جنگ میں کھڑے ہو تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے۔ کیونکہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ نہایت عظیم الشان ہے۔

عام معمول یہ تھا کہ نمازِ عشرہ کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھ کر دعائیں کرتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی۔ پھر آنکھ کھلتی تو یہی مشغلہ جاری ہو جاتا۔ یہاں تک کہ دوبارہ سو جاتے۔ غرض تمام رات اسی طرح گزر جاتی۔ ایک دن ان کی بی بی فاطمہ نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید کی قسمت کا مالک ہوں۔ پھر میں نے بے کس، غریب، محتاج، فقیر اور کم شدہ قیدی اور انہی کی طرح اور لوگوں کو یاد کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اس لیے اس تصور سے مجھے جان کا خوف پیدا ہو گیا۔ میرے آنسو جاری ہو گئے اور میرا دل خوفزدہ ہو گیا اور میں جس قدر اس کو یاد کرتا ہوں میرا خوف بڑھتا جاتا ہے۔

لہ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۹۲۔ ۲۵ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۸۸۔ ۳۳ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۸۹۔

ان کی بی بی فاطمہ بنت عبد الملک کا بیان ہے کہ وہ اور لوگوں سے زیادہ نہ نماز پڑھتی تھیں، نہ روزہ رکھتی تھیں، البتہ ان سے زیادہ کوئی شخص خدا سے نہیں ڈرتا تھا۔ وہ اپنے بسنے پر بھی خدا کو یاد کرتے تھے۔ تو خوف کی شدت سے کنجشک سے زیادہ کانپتے تھے۔

خوفِ موت | امراء و سلاطین کے یہاں راتوں کو بزمِ عیش و طرب منعقد ہوتی ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے یہاں رات کو فقہا جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرتے تھے اور اس طرح روتے تھے گویا ان کے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ وہ موت کے خوف سے رات رات بھر جاگا کرتے تھے اور اس پر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار انھوں نے اپنے ایک بھتیجے سے کہا کہ میں غور و فکر میں رات بھر جاگتا رہا۔ اس نے کہا کس چیز کے متعلق غور و فکر کرتے تھے بولے قبر اور اہل قبر کے متعلق۔ تم اگر مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو باوجود اس کی مواسسہ کے تم اس کے پاس جانے سے وحشت زدہ ہو گے اور ایک ایسا گھر دیکھو گے، جس میں کیرے رنگ رہے ہوں گے۔ پیپ بہ رہی ہوگی اور کیرے اس میں تیر رہے ہوں گے۔ یہ کہنے کے بعد ہچکیاں بندھ گئیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی یہ حالت عود کرتی رہی۔

سیاسی کام عموماً مصلحت اور ضرورت کے اقتضاء سے انجام دیتے جاتے ہیں لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے نظام سلطنت کی بنیاد صرف خوفِ موت پر قائم تھی۔ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے ڈر، قیامت کے مواخذہ اور موت کے خوف سے کیتے تھے۔ ریاح بن زید کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک بار عروہ کو لکھا کہ تم مجھ سے بار بار حنط و کتابت کرتے ہو۔ اب میں جو احکام لکھ بھیجوں اس کو فوراً نافذ کر دو کیونکہ موت کا وقت ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔

خوفِ قیامت | روزِ قیامت سے نہایت خائف رہتے تھے۔ یزید بن حوشب کا قول ہے کہ

۱۔ سیرت ابن عبد الحکم ص ۲۷ - ۲۸ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۹ - ۲۴۰ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۷۲
۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۹۲ -

”میں نے حسن بصریؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے

ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ گویا دوزخ صرف اپنی دونوں کے لیے پیدا کی گئی تھی۔“

اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی کے تمام واقعات اس کی تائید کرتے ہیں۔

ایک دن اپنی بی بی فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ وابق میں ہمارا زمانہ اس زمانے سے

زیادہ خوشگوار تھا۔ یہ کہہ کر ان کو اس زمانے کے عیش و آرام کی یاد دلاتی۔ فاطمہ نے کہا خدا کی

قسم! آج آپ اس زمانے سے زیادہ اہل قدرت اور صاحب اختیار ہیں۔ حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ نے یہ سنا تو غمناک لہجے میں یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے کہ اے فاطمہ اگر میں اپنے پروردگار

کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ فاطمہ اس پر درد فقرے کو سن کر رو

پڑیں اور کہا کہ خداوند ان کو دوزخ سے نجات دے دے۔

ایک بار سفر میں تھے چونکہ اسباب سے آگے نکل چکے تھے۔ اس لیے راہ میں گھوڑے

سے اتر گئے اور دیکھا کہ جو لوگ اسباب پہلے بھیج چکے ہیں ان کے پاس سامان آ رہا ہے۔ یہ

دیکھ کر رو پڑے۔ سلیمان بن عبد الملک نے رونے کی وجہ پوچھی تو بولے اسی طرح قیامت کے

دن جو شخص زاد راہ پہلے بھیج چکا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور جس نے نہ بھیجا ہوگا اس کو

کچھ نہ ملے گا۔

انہوں نے بنو امیہ کی جائدادیں ضبط کر لیں تو ان کی پھوپھی نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

سب بغاوت کر دیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اگر قیامت کے سوا میں کسی اور دن سے ڈروں تو

خدا مجھے اس دن سے نہ بچاتے۔ اس کے بعد آگ پر ایک اشرفی گرم کی، جب وہ سرخ ہو گئی تو

اس کو گوشت کے ایک ٹکڑے پر رکھا۔ وہ بھن گیا تو بولے پھوپھی جان اپنے بھتیجے کے لیے

اس سے ڈرو۔

لے سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۹۱۔ ۱۵ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۹۳۔ ۱۴ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۹۳ و

سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۳ میں یہی واقعہ کسی تغیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ۱۴ طبقات ابن سعد ص ۲۷۹۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں قیامت اور اہوالِ قیامت کا ذکر ہوتا۔ ان کا اثر ان پر شدت کے ساتھ پڑتا تھا۔ ایک بار ان کی بی بی فاطمہ شدت کے ساتھ رونے لگیں۔ بھائیوں نے وجہ پوچھی تو بولیں کہ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب یہ آیت پڑھی:

جس دن لوگ مثل پھیلے ہوئے
پر والوں کے اور پہاڑ مثل دھنکے
ہوتے اون کے ہوں گے۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمُبْتَوِّثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (قارنہ) ء

تو چیخے کہ واسوا صباحا پھر اچھلے اور اچھل کر اس طرح گرے کہ میں نے خیال کیا کہ دم توڑ رہے ہیں۔ پھر ٹھہر گئے، میں نے خیال کیا کہ دم نکل گیا۔ پھر ہوش میں آتے اور چلاتے یا سو رہا صباحا پھر اچھلے اور تمام گھر میں پھر پھر کر یہ کہنے لگے۔ افسوس اس دن پر جس میں لوگ بکھرے ہوئے پر والوں کی طرح اور پہاڑ مثل دھنکے ہوتے اون ہوں گے۔ پھر گرے اور اس طرح گرے کہ مردہ معلوم ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ موذن صبح نے بیدار کیا۔ ایک روز نماز میں یہ آیت پڑھی

ان سے بتادو کہ ان سے سوال ہوگا

وقفوہم انہم مسئولون

اس کا یہ اثر پڑا کہ بار بار اسی آیت کو پڑھتے رہے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔
ایک بار سر منبر پر یہ آیت پڑھی تو خوف سے ایک طرف کو جھک گئے گویا زمین پر گر رہے ہیں۔

قیامت کے دن ہم انصاف
کی ترازو کھڑی کریں گے۔

ونضع الموازين القسطا
يوم القيامة

خوف عذاب الہی | قیامت کے علاوہ ان کو دنیا ہی میں ہمیشہ عذاب الہی کا خوف لگا رہتا تھا۔ ایک بار زور سے ہوا چلی تو ان کے چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا۔ ایک شخص نے پوچھا

لہ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۹۰ - ۱۹۱ ایضاً ص ۱۹۱ - ۱۹۲ ایضاً ص ۲۰۰

امیر المؤمنین آپ کا یہ حال ہو گیا؟ بولے دنیا میں جو قوم تباہ ہوتی ہے، اس کو ہوا ہی نے تباہ کیا ہے۔

محبت رسول | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا ادب و احترام ہر مسلمان

کا جزو ایمان ہے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اجزائے ایمانیہ کا یہ جز سب سے زیادہ

نمایاں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک یادگاروں میں انھوں نے پلنگ، گدا،

پیالہ، چادر، چکی، ترکش اور عصا کو ایک کوٹھری میں محفوظ رکھا تھا اور روز اس کی زیارت

کرتے تھے۔ اگر کبھی قریش کا مجمع ہو جاتا تو ان کو لے جا کر ان مقدس یادگاروں کی زیارت کرتے

اور کہتے یہ اس مقدس ذات کی میراث ہے۔ جس کے ذریعہ سے خدا نے تم لوگوں کو عزت دی ہے۔

اس سرمایہ حیات کے علاوہ اگر اور کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی یادگار مل

جاتی تھی تو سر اور آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس سے برکت اندوز ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک صحابی کو جاگیریں دی تھیں اور اس کے متعلق ایک سند لکھ دی تھی۔ ان کے خاندان کے

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو وہ سند دکھائی تو اس کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

انتقال ہونے لگا تو سب سے زیادہ اسی زادِ آخرت کی فکر ہوئی، چنانچہ وصیت کی

کہ کفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موتے مبارک و ناخن پاک رکھے جائیں۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی گستاخانہ کلمہ کہتا تو اس پر

سخت برہم ہوتے۔ ایک بار ان کی پیشی میں ایک محرر پیش کیا گیا۔ خود تو مسلمان تھا لیکن اس

کا باپ کافر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا مہاجرین کی اولاد میں سے کسی کو نہیں لاتے؛

محرر نے بے ساختہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کا کفر آپ کے لیے کچھ

مضر نہیں ثابت ہوا۔ بولے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے برابر کر دیا۔ ہمارے

یہاں تیرا کام نہیں ہے۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۹۱۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۱۶، ۲۱۷۔ ۳۔ اسد الغابہ تذکرہ مرارہ بن سلمیٰ۔

۴۔ طبقات ابن سعد ص ۳۰۰۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۲۔

محبتِ اہل بیت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب و تعلق نے اگرچہ اہل بیت کو تمام

مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا۔ لیکن بنو امیہ کا خاندان اب تداہی سے سیاسی مضامین کی بنا پر ان کا دشمن بن گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ بھی اسی خاندان کے ایک رکن تھے اور ان کے زمانے تک اس بغض و عداوت کا خمیر اس قدر بچتا ہو گیا تھا کہ خاندان بنو امیہ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا تھا۔ لیکن وہ خود اہل بیت کی محبت میں اس قدر مجبور و سرشار تھے کہ ایک بار گورنری مدینہ کے زمانے میں ان کے یہاں فاطمہ بنت علی آئیں تو انھوں نے پہلے تمام پہرہ دلوں اور غلاموں کو گھر سے نکلوا دیا۔ پھر تنہائی میں لے جا کر ان سے کہا کہ اے دختر علیؓ صفحہ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے تم خود میرے خاندان سے زیادہ مجھے عزیز ہوئے۔ ان سے پہلے خلفائے بنو امیہ نے حضرت علی کی نسبت اہانت آمیز فقرے جمعہ کے خطبہ میں شامل کر دیئے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان فقروں کو خطبہ سے خارج کر دیا۔ چنانچہ کثیر غزوة الخزاعی نے ایک قصیدے میں اس کی طرف مدافعت طریقے سے اشارہ کیا ہے۔

بریا ولم تتبع مقالتہ مجرم

ولیت فلم تشتم علینا ولم تحف

”تم خلیفہ ہو تو تم نے نہ علی کو گالی دی۔ پھرے آدمیوں کو ڈرایا، نہ مجرمین کی بات پر گرفت کی“

اس قسم کے فقروں کے بجائے وہ ہمیشہ علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے۔ ایک بار ان کے یہاں فرقہ زہاد کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے مختلف لوگوں کے نام لے لیکن انھوں نے کہا کہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ صرف اہل بیت ہی کی خصوصیت نہیں۔ جو لوگ خاندان نبوت سے ادنیٰ تعلق رکھتے تھے ان کے ساتھ اسی قسم کے فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔ حضرت اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ زادہ تھے۔ ایک بار ان کی بیٹی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۶ - ۲ طبعات ص ۲۲۵ - ۳ طبعات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۹۱، تاریخ الخلفاء ص ۲۲۲ - ۳ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۳۸ -

خود اٹھ کر گئے اور ہاتھ پکڑ کر ان کو لائے اور اپنی جگہ بٹھایا اور ان کی تمام ضرورتیں پوری کیں۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آزاد شدہ غلام ذریق ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا امیر المؤمنین! میں مدینے کا رہنے والا ہوں۔ قرآن مجید اور فرائض مجھے یاد ہے۔ لیکن بیت المال کے رجسٹر میں میرا نام درج نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم کس طبقہ کے آدمی ہو؟ بولا میں موالی بنی ہاشم میں ہوں۔ اس نے حضرت علی بن ابی طالب کا نام لیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں خود علیؑ کا غلام ہوں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جس کا موالی ہوں، علی بھی اس کے موالی ہیں۔ پھر اپنے موالی مزاحم سے پوچھا کہ اس قسم کے لوگوں کو کیا وظیفہ دیتے ہو؟ اس نے کہا سو یا دو سو درہم بولے ولایت علیؑ کی بناء پر اس کو پچاس دینار دوئے۔

ایک بار خاندان بنو امیہ کے بہت سے لوگ دروازے پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؑ کے غلام کو سب سے پہلے باریابی کا موقع دیا۔ ہشام نے دیکھا تو جل کر کہا کہ کیا عمر بن عبدالعزیزؑ کو سب کچھ کر کے اب بھی تسکین نہیں ہوئی کہ ابن عباسؑ کے ایک غلام کو موقع دیتے ہیں کہ ہماری گردن پھاند کے چلا جائے۔

محبت مدینہ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ مدینہ کے ادب و احترام کی شدت کے ساتھ لحاظ رکھتے تھے۔ مثلاً مدینہ کا جو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر دیا تھا۔ اس کے اندر کے درخت یا گھاس کو کاٹنا نہیں جاسکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ کو اس کا اس قدر خیال تھا کہ فرماتے تھے کہ یہ مجھے گوارا ہے کہ ایک شخص کو میرے سامنے اس حالت میں لایا جائے کہ وہ شراب لے جاتا ہو، لیکن یہ گوارا نہیں کہ ایک شخص کو اس حالت میں لایا جائے کہ وہ حرم مدینہ سے کوئی چیز کاٹ کر لے جاتا ہو۔

۱۶۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ ص ۱۴۳۔ ۱۷۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ ص ۱۶۔

۱۸۔ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ ص ۷۶۔ ۱۹۔ معجم البلدان ذکر مدینہ۔

مدینہ سے ان کو اس قدر شیفگی تھی کہ جب وہاں سے شام کو چلے تو اس کو باہر چھینک کر دیکھا اور اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں۔ جن کو مدینہ نے پھینک دیا ہے۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جو میل کچیل کو پھینک دیتی اور خالص چیز کو پاکیزہ بنا دیتی ہے۔

س

۱۔ موطا امام مالک باب فی ما جاہر فی سکنی المدینہ -

کارنامہ ہائے زندگی

ریرواصلاح | مذہب، سیاست، اخلاق، تمدن غرض نظام عالم کے کل اجزاء جب
بآلود ہو جاتے ہیں تو خدا ایک مصلح، ایک رفارمر اور ایک مجدد کو پیدا کرتا ہے۔ جو ان تمام
روں کو جلا دے کر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔

سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ خلافت تک تاریخ اسلام پر پوری ایک صدی گزر
چکی تھی اور اس طویل زمانے میں اسلام کا نظام مذہب، نظام سیاست، نظام اخلاق اور نظام
مدن بالکل رنگ آلود ہو گیا تھا۔ اس لیے ان تمام چیزوں کی تجدید و اصلاح کے لیے ایک
بدی کی ضرورت تھی اور حافظ جلال الدین سیوطی کو فخر ہے کہ مصر کی خاک سے سب سے پہلے
حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس ضرورت کو پورا کیا اور متصل کی صدیوں تک پورا کرتی رہی
ہمناچہ لکھتے ہیں :-

یہ ایک لطیفہ ہے کہ ہر صدی کی ابتدا
میں جو مصلح پیدا ہوتے وہ سب سب
مصری تھے۔ یعنی پہلی صدی میں عمر بن
عبد العزیزؓ، دوسری میں شافعیؒ، ساتویں
ابن دقیق العید اور آٹھویں میں بلقینی

من اللطائف ان شرط المبعوثین
على رؤس القرون مصويون
عمر بن عبد العزیز فی الاولی والشافعی
فی الثانیہ وابن دقیق العید فی
السابعۃ والبلقینی فی الثامنۃ

لیکن تقدم زمانی کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو ان بزرگوں پر اور بھی مختلف حیثیتوں سے ترجیح حاصل ہے۔ ان بزرگوں کے کارنامے صرف مذہب تک محدود ہیں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسلام کے کل نظام مذہب، اخلاق، سیاست اور تمدن پر پورا اقتدار حاصل تھا۔ اس لیے انھوں نے ہر چیز کی اصلاح کی۔ چنانچہ ان تمام اصلاً کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خلافت (حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ خلیفہ کے انتخاب کے متعلق اسلام کے جمہوری اصول کو دوبارہ قائم نہ کر سکے اور ان کو سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے موافق اس امانت یزید بن عبدالملک کے سپرد کرنا پڑا۔ تاہم وہ دل سے اس شخصی نظام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے شخصی انتخاب کے ذریعہ سے یزید خلیفہ ہوا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اس کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار کسی نے یزید کو امیر المؤمنین کو اس کو ۲۰ کوڑے مارے۔)

تمام اولاد میں ان کو سب سے زیادہ محبت عبدالملک سے تھی۔ لیکن ان کے انتہائی کے بعد جب ان کی زبان سے ان کے متعلق تحسین امیر فقہ کے نکلے تو مسلمہ نے کہا کہ "امیر المؤمنین! اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان کو ولی عہد مقرر کرتے؟ بولے نہیں۔ انھوں نے کہا کیوں؟ ان کی تعریف تو آپ بہت کرتے ہیں۔ بولے مجھے خوف ہے کہ محبت پداری سے کہیں مجھے محبوب نہ نظر آتے ہوں۔"

خلیفہ کے شخصی انتخاب کے علاوہ شخصیت کا اثر اور بھی مختلف صورتوں میں نظر آتا تھا۔ مثلاً تمام خاندان شاہی کو غیر جمہولی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ خلفاء کی طرف سے ان کو وظائف و عطایا ملتے تھے۔ وہ ہر جگہ علانیہ تمام قوم سے ممتاز نظر آتے تھے۔ خلیفہ کو رعایا غیر معمولی تفوق حاصل تھا۔ یہاں تک کہ نماز کے بعد ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح

بھیجا جاتا تھا۔ لوگ مخصوص طور پر ان کو سلام کرتے تھے۔ وہ چلتے تھے تو ساتھ ساتھ نقیب و
 علمبردار ہوتے تھے۔ وہ جنازے میں شریک ہوتے تھے تو ان کے لیے خاص چادر بچھائی جاتی
 تھی۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان تمام نشیب و فراز کو مٹا
 کر سطح کو بالکل ہموار کر دیا۔ چنانچہ وظائف کی تقسیم میں ایسا مساویانہ طریقہ اختیار کیا کہ جو
 لوگ تفریق و امتیاز کے خوگر تھے وہ ان سے بالکل الگ ہو گئے۔ ایک بار تمام مروانی
 خاندان ان کے پاس آیا اور اپنے قدیم شخصی اقتدار کی بنا پر ان سے ملامت آمیز الفاظ میں
 کہا کہ آپ سے پہلے خلفاء ہمارے ساتھ جو مراعات کرتے تھے آپ نے ان کو بالکل نظر انداز
 کر دیا۔ بولے اگر پھر تم نے اس قسم کا مجمع کیا تو مدینہ چلا جاؤں گا اور خلافت کو جمہوری کر دوں گا۔
 ہمیش یعنی قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ خلافت کے اہل ہیں اور مجھے ان کا نام یاد ہے۔
 خاندان شاہی کو عام مسلمانوں پر جو تفوق و امتیاز حاصل ہو گیا تھا۔ اس کی نسبت
 ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ دربارِ عام میں کسی کو کسی پر اس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندانِ خلافت
 سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ لوگ میرے نزدیک تمام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ ایک بار ان کے
 دربار میں مسلمہ بن عبد الملک بحیثیت فریق مقدمہ کے حاضر ہوا اور درباری فرش پر بیٹھ گیا۔
 بولے اس حالت میں میرے سامنے فرش پر نہ بیٹھو۔ اگر یہ گوارا نہیں ہے تو کسی کو وکیل کر دو
 ورنہ سب کے برابر بیٹھو۔

خلفاء پر نماز کے بعد جو درود و سلام بھیجا جاتا تھا۔ اس کے انسداد کے لیے عامل
 جزیرہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ جن وعظ پیشہ لوگوں نے یہ بدعت ایجاد کی ہے ان کو
 ہدایت کر دو کہ درود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص اور دعا کو تمام مسلمانوں
 کے لیے عام کر دیں اور بقیہ تمام چیزوں کو چھوڑ دیں۔ خود اپنے متعلق لکھا کہ مخصوص طور پر

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۴۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۵۳۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۵۲۔

۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۳۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۶۔

میرے لیے دعا نہ کرو، عموماً تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرو۔ اگر میں ان میں ہوں تو میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ ایک بار کسی نے ان کو خصوصیت کے ساتھ سلام کیا تو پورا سلام عام طور پر کیا کر دیا۔

خلفاء کے ساتھ نقیب اور علمبردار کے چلنے کا طریقہ زیادہ نے ایجاد کیا تھا اور حضرت امیر معاویہ نے ذاتی حفاظت کے لیے سب سے پہلے پہرہ دار مقرر کئے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ عید العزیز نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس رسم کو بالکل مٹا دیا۔ چنانچہ جب وہ سلیمان ابن عبد الملک کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر بہ حیثیت خلیفہ کے روانہ ہوئے تو کو تو ال نیزہ ہوتے ساتھ ساتھ چلا لیکن انہوں نے اس کو سامنے سے ہٹا دیا اور کہا کہ مجھے اس سے کہ غرض۔ میں تو صرف مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ چنانچہ سب کے ساتھ ساتھ مسجد میں گئے اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔

قصر شامی میں خلفاء کے لیے جو فرش مخصوص طور پر بچھایا جاتا تھا۔ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ خلفاء کے لیے نماز جنازہ کی شرکت کے وقت چادر عام مسلمانوں سے الگ خاص طور پر بچھائی جاتی تھی، جب وہ ایک جنازہ میں ان کے لیے بچھائی گئی تو اس کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ غرض حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں لے کر سلیمان بن عبد الملک کے زمانے تک شخصیت کے مرتق میں جو نقش آرائیاں کی گئیں۔ انہوں نے ان سب کو مٹا دیا اور تمام دنیا کو دربار خلافت میں حضرت عمرؓ کی تصویر نظر آگئی۔

مذہب | مذہب عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے میں یہ دونوں اجزاء رنگ آلود ہو گئے تھے۔ عقائد میں قضا و قدر کا مسئلہ اس قدر دقیق ہے کہ عام لوگوں کو اس کے متعلق غور و فکر کرنے کی اجازت دی جاتے تو عقائد

لہ طبقات ۲۷۸۔ ۲۸۳۔ ۳ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۵۳۔ لکھ ایضاً ص ۵۴۔ لکھ ایضاً ص ۵۵۔

کی پر عظمت سادگی دفعۃً خاک میں مل جائے۔ اس بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں جب یہ خطرناک مسئلہ پیدا ہوا اور غیلان دمشقی نے اس کا غلغلہ بلند کیا تو انھوں نے اس سے توبہ کرائی اور بظاہر اس نے توبہ بھی کر لی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ مسلمانوں کی خونریزی سے اس قدر اجتناب کرتے تھے کہ خوارج کی گردنیں بھی ان کی تلوار سے محفوظ ہو گئی تھیں۔ لیکن اس مسئلہ کے استیصال پر ان کو اس قدر کدواہر رہا تھا کہ اس عقیدے والوں کا قتل تک جائز رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ابوہیل سے پوچھا کہ قدر یہ کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہے ورنہ ان کی گردن اڑا دینی چاہیے۔ بولے یہی رائے ہے، یہی رائے ہے۔ مذہبی اعمال میں نماز و زکوٰۃ دو چیزیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور سے پہلے ان دونوں کا نظام ابتر ہو گیا تھا۔ نماز میں اصلی چیز پابندی وقت ہے اور جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خیال تھا قرآن مجید کی اس آیت میں:

پھر ان کے بعد ایک نسل ایسی پیدا
ہوئی جس نے نماز کو برباد کر دیا اور
شہوت کے پیچھے پڑ گئی یہ لوگ
عنقریب گمراہ ہوں گے۔

فخلف من بعدہم خلف
اضاعوا الصلوات و
اتبعوا الشهوات
فسوف یلقون عیاباً۔

اضاعتِ صلوٰۃ سے یہی وقت کی عدم پابندی مراد ہے لیکن امرائے بنو امیہ بالخصوص حجاج نے اوقاتِ نماز کی پابندی بالکل ترک کر دی تھی۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاة کے نام ایک فرمان لکھا جس میں خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی۔

فلا تسنن بسنة فانه كان
حجاج کی تقلید نہ کرو کیونکہ وہ

یصلی الصلوة لغير وقتها^۱

نماز بے وقت پڑھتا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ شرف سلیمان ابن عبد الملک کو حاصل ہوا۔ لیکن درحقیقت وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کے نیک مشورے کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ علامہ موصوف خود کہتے ہیں :-

ومن محاسنہ ان عمر بن عبد العزیز کان لہ کالوزیر فکان یمثل اوامرہ فی الخیر فعزل اعمال الحجاج واخراج من کان فی سجن العراق و احی الصلوة الیہ ولما اقبلتھا وکان بنو امیة اما توھا بالثاخیر^۲

اور سلیمان بن عبد الملک کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز مثل اس کے وزیر کے تھے اور وہ نیکی کے کاموں میں ان کے حکم پر عمل کرتا تھا۔ اس لیے اس نے حجاج کے عمال کو معزول کیا۔ عراق کے قید خانہ کے قیدیوں کو رہائی دی اور اول وقت میں نماز کو قائم کیا، حالانکہ بنو امیہ نے تاخیر وقت کر کے اس کو مردہ کر دیا تھا۔

رکوع کے جو شرعی مداخل و مخارج تھے۔ حجاج نے ان کی پابندی بالکل ترک کر دی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاة کو رہز بصرہ کو اس طرف توجہ دلائی اور اس معاملہ میں ان کو حجاج کی تقلید سے روکا۔

خلفائے بنو امیہ نے مذہب کے متعلق سب سے بڑی بدعت جو ایجاد کی تھی، وہ یہ کہ حضرت علیؑ پر علانیہ خطبے میں لعن و طعن کرتے تھے اور چونکہ لوگ اس کا سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور خطبہ سننے سے پہلے ہی اٹھ جایا کرتے تھے۔ اس لیے امیر معاویہؓ نے نماز سے پہلے ہی خطبہ پڑھنا شروع کیا جو دوسری بدعت تھی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام لوگوں

^۱ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۶ و ۸۸۔ ^۲ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶۔ ^۳ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۸

کے نام فرمان جاری کیا اور خطبے میں حضرت علیؑ کے متعلق جو ناملائم الفاظ شامل کر دیئے گئے تھے ان کو نکلوا دیا اور ان کی جگہ قرآن مجید کی یہ آیت داخل کر دی جو آج تک پڑھائی جاتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَا ذِي الْقُرْبَىٰ
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ يُعْظِمُ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

خداوند تعالیٰ عدل، احسان، قربتداروں
کے دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش برائی
اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ خدا یہ
نصیحت اس لیے کرتا ہے کہ تم
لوگ سمجھو۔

بیت المال کی اصلاح | سیاسی حیثیت سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جن صیغوں میں اصلاحات
کیں ان میں سب سے مقدم چیز بیت المال ہے۔

۱۔ بیت المال مختلف قسم کی آمدنیوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جن میں ہر ایک کے مصارف
و مد داخل جدا جدا ہیں۔ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے سے پہلے یہ تمام آمدنیوں
ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں۔ لیکن انہوں نے خمس، صدقہ اور فنی کے متعلق الگ الگ
بیت المال قائم کئے اور ہر ایک قسم کی آمدنی کو الگ الگ جمع کیا۔

۲۔ بیت المال درحقیقت مسلمانوں کا مشترک خزانہ ہے جس سے ہر مسلمان علی السویرہ
فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور سے پہلے تمام خاندان
شاہی کو عام مسلمانوں سے الگ الگ مخصوص وظیفہ ملتا تھا۔ جس کو وظیفہ خاصہ
کہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کو کلینتہ بند کر دیا۔

۳۔ مداحانہ قصائد کے صلے میں شعراء کو بیت المال سے جو انعامات ملتے تھے، ان کو
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بالکل موقوف کر دیا۔ ایک بار جریر نے چند اشعار پڑھے
تو بولے میں کتاب اللہ میں تمہارا حق نہیں پاتا۔ اس نے کہا میں مسافر بھی تو ہوں، اس پر

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۸۸ - ۲ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۲۔

پچاس اشرفیاں اپنے پاس سے دیں۔

۴۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور سے پہلے یہ دستور تھا کہ عمال عشاہ اور فخر کے وقت نماز کو جاتے تھے تو آدمی ساتھ ساتھ شمع لے کر چلتا تھا اور اس کے مصارف کا بار بیت المال پر پڑتا تھا، جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں مسجد نبوی میں جو خوشبو لگائی جاتی تھی اس کے مصارف بھی بیت المال سے ادا ہوتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے یہ دونوں رقمیں بند کر دیں۔

۵۔ بیت المال کی آمدنی میں خمس کے پانچ مصرف متعین ہیں جن کے علاوہ ان کو کسی دوسرے جگہ صرف نہیں کیا جاسکتا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ان مصارف کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ مصارف خمس میں سب سے مقدم اہل بیت ہیں لیکن ولید اور سلیمان بن عبدالملک نے باوجود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سمجھانے بچھانے کے ان کو بالکل اس حق سے محروم کر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ خمس کو ان صحیح مصارف میں صرف کیا اور اہل بیت کو ان کا حق دیا۔

ان اصلاحات کے ساتھ بیت المال کی حفاظت اور نگرانی کا اس قدر سخت انتظام کیا کہ ایک بار یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کے افسر کو لکھا کہ میں تمہاری امانت پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن تمہاری بے پروائی و غفلت کو جرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے مال کا ان کی طرف سے مدعی ہوں۔ تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ اور گنہگار نہ رہو۔

دفتر کے لیے بیت المال سے کاغذ کے واسطے جو رقم ملتی تھی اس کی نسبت ابو بکر بن خرم کو لکھا کہ قلم کو بائیک کر لو اور سطریں قریب قریب لکھو اور تمام ضروریات میں کفایت

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۸۱ و طبقات ص ۲۹۵۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۵۸، ۲۸۹۔
۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۸۵۔

کر دیکھو کہ یہ مسلمانوں کے خزانے میں سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا جس کا فائدہ ان کو نہ پہنچے۔

محاصل کی اصلاح | خراج، جزیہ اور ٹیکس ملکی محاصل ہیں اور انہی کی باقاعدگی پر ملک اور سلطنت دونوں کے قیام شادابی اور سرسبزی کا دار و مدار ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام اس قدر ابتر ہو گیا تھا کہ وہ رعایا کے لیے ایک بالکل جبری چیز بن گئی تھی۔

(۱) اسلام میں جزیہ صرف غیر قوموں کے لیے مخصوص تھا اس لیے اگر کوئی عیسائی، یہودی یا مجوسی مذہب اسلام میں داخل ہو جاتا تھا تو وہ اس سے بالکل بری ہو جاتا تھا، لیکن حجاج نے اس فرق و امتیاز کو بالکل مٹا دیا تھا اور وہ لوگوں سے کبھی جزیہ وصول کرتا تھا، تاریخ مقریزی میں ہے۔

ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو جاتے
تھے ان سے سب سے پہلے حجاج نے
جزیہ وصول کیا۔

و اول من اخذ الجزیة
من اسلم من اهل الذمة
المحجاج۔

(۲) لوز اور مہرجان پارسیوں کا ہتوار تھا اور اس ہتوار کے رسم و رواج کے پابند صرف پارسی ہو سکتے تھے، لیکن امیر معاویہ نے ان ہتواروں کو رعایا سے ایک غیر معمولی رقم بطور ہدیہ کے لینا شروع کی تھی جس کی مقدار ایک کروڑ تھی۔

(۳) حجاج کا بھائی محمد بن یوسف جب یمن کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے وہاں کے باشندوں پر سخت مظالم کئے اور ان پر ایک جدید ٹیکس لگایا۔

(۴) فرات میں کچھ خراجی زمین تھی لیکن جب وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ آرضی دوسرے

لے سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۲ - لے مقریزی ج اول ص ۷۷، ۷۸ - لے یعقوبی ج ۲

ص ۲۵۸ - لے فتوح البلدان ص ۸۰ -

لوگوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تو وہ حسب معمول عشری ہو گئی لیکن
حجاج نے اپنے زمانے میں ان لوگوں سے بھی خراج وصول کیا۔

(۵) رعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے گئے تھے۔ روپیہ ڈھالنے پر ٹیکس، چاندی پگے
پر ٹیکس، عرائض نویسی پر ٹیکس، دوکانوں پر ٹیکس، گھروں پر ٹیکس، پن چکیوں پر ٹیکس
نکاحانہ، عرض کوئی چیز ٹیکس سے بری نہ تھی اور یہ تمام ٹیکس ماہوار وصول
جاتے تھے اور اس لیے اس کو ماہ ہلالی کہا جاتا تھا۔

(۶) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ تحت خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کو نظر آیا کہ ان میں بعض
قسم کی آمدنیاں شرعاً ناجائز ہیں اور بعض سے رعایا پر غیر معمولی بار پڑ رہا ہے۔ اس لیے انھوں
نے ان کو یک لخت موقوف کر دیا۔

۱۔ نو مسلموں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا، اس کی نسبت حیان بن شریح کو لکھ
ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ
فرماتا ہے:

جو لوگ توبہ کر لیں، نماز پڑھیں
اور زکوٰۃ دیں، ان کی راہ چھوڑ دو۔
بے شہرہ خدا مغفرت کرنے والا
مہربان ہے۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَأَتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا
سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَحِيمٌ

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اہل کتاب میں ان لوگوں سے لڑو
جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان
نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ

وَرَسُولُهُ وَلَا دِينًا
 دِينِ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ الَّذِينَ
 أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ
 يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ
 وَهُمْ صَاغِرُونَ -

رسول نے جس چیز کو حرام کر دیا
 اس کو حرام نہیں سمجھتے اور حق
 مذہب کی پابندی نہیں کرتے
 یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ
 جزیہ دیں۔

اس حکم کی بنا پر اس کثرت سے لوگ ایمان لاتے کہ جزیہ کی آمدنی دفعۃً گھٹ گئی۔
 چنانچہ حیان بن ثریح نے ان کو اطلاع دی کہ ذمیوں کے اسلام نے جزیہ کو اس قدر نقصان پہنچایا
 کہ میں نے ۳۰ ہزار اشرفیاں قرض لے کر مسلمانوں کے عطیے تقسیم کئے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز
 نے اس کی کچھ پروا نہیں کی اور لکھا کہ میں نے جب تمہیں مصر کا عامل مقرر کیا تھا، اسی وقت تمہاری
 کمزوری سے واقف تھا۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے سر پر سو کوڑے لگاتے جزیہ
 کو موقوف کرو، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج۔
 حیرہ کے یہودی عیسائی اور مجوسی جن سے جزیہ کی رقم وصول ہوتی تھی جب اسلام لائے
 تو عبدالحمید بن عبدالرحمن نے ان سے جزیہ وصول کرنا چاہا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے
 اس کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے لکھا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا
 تھا نہ کہ محصل خراج۔ ان مذاہب کے لوگوں میں جو لوگ اسلام لائیں، ان کے مال میں صرف صدقہ
 ہے جزیہ نہیں ہے۔

خراج کی نسبت جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ نومسلموں سے جزیہ وصول کر رہے ہیں تو
 ان کو معزول کر دیا۔

نومسلموں کے جزیہ کی موقوفی پر ان کو اس قدر اصرار تھا کہ ایک بار لکھا کہ اگر ایک دہی
 کا جزیہ ترازو کے پلوں میں رکھا جا چکا ہو اور اسی حالت میں وہ اسلام قبول کر لے تو اس کا جزیہ

۱۰ مقریزی جلد اول ص ۷۷، ۷۸ - ۷۹ کتاب الخراج ص ۷۵ - ۷۶ یعقوبی ج ۲ ص ۳۶۲ -

معاف کر دیا جائے۔ ان کا قول تھا کہ اگر سال تمام سے ایک دن بیشتر بھی کوئی ذمی مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔^۱

۲۔ نوروز اور مہر جان کے ہدیے کے متعلق حکم دیا کہ ان ہتواروں میں ان کے پاس کوئی چیز نہ بھیجی جائے۔^۲

۳۔ حجاج کے بھائی محمد یوسف نے اہل یمن پر جو جدید خراج مقرر کیا تھا، اس کو بالکل معاف کر دیا ان پر صرف عشر مقرر کیا۔^۳

۴۔ فرات کے مسلمانوں کی جن زمینوں کو حجاج نے دوبارہ خراجی قرار دیا تھا ان کو عشری قرار دیا۔^۴

۵۔ رعایا پر جو نامناسب ٹیکس لگاتے گئے تھے ان کی موقوفی کا حکم دیا۔ عربی زبان میں اس قسم کے ٹیکسوں کو مکس کہتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ یہ مکس نہیں بلکہ نجس ہے۔ وہ نجس جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

وَلَا تَكُونُوا لِلنَّاسِ آثِيًا لَهُمْ

وَلَا تَعْوَدُوا فِي الْأَرْضِ مَافْسِدِينَ ۚ

ان اصلاحات کے ساتھ ہمیشہ یہ خیال رکھتے تھے کہ صدقہ و زکوٰۃ ناجائز طریقہ سے وصول نہ کئے جائیں۔ پہلے پلوں اور شاہراہوں پر محصل زکوٰۃ و صدقہ وصول کرتے تھے، لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ لوگ اس طریقہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کو بالکل موقوف کر دیا اور شہر میں ایک عامل مقرر کیا جو زکوٰۃ وصول کرتا تھا۔^۵

خراج کے متعلق انھوں نے عبد الحمید بن عبد الرحمن کو جو فرمان لکھا تھا، اس کو قاضی ابو یوسف نے بلفظ نقل کر دیا ہے۔ چونکہ اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے طرز عمل کا نہایت

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۶۲ - ۲۔ ایضاً ص ۲۷۶ - ۳۔ فتوح البلدان ص ۸۰ - ۴۔ ایضاً ص ۵۰

۵۔ مقررزی ج ۱ ص ۱۰۳ و طبقات ابن سعد ص ۲۸۳ - ۶۔ طبقات ابن سعد ص ۲۷۹

تفصیل کے ساتھ اندازہ ہوتا ہے، اس لیے ہم اس کا لفظی ترجمہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں:-

” زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بارہ آباد زمین پر اور آباد زمین کا بنجر پر نہ ڈالو۔

بنجر زمینوں کا معائنہ کرو۔ اگر ان میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش اس سے

خراج لو اور اس کی اصلاح کرو تاکہ آباد ہو جائے۔ جن آباد زمینوں سے کچھ

پیداوار نہیں ہوتی، ان سے خراج نہ لو اور جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں ان کے

مالکوں سے نہایت نرمی کے ساتھ خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سبتہ

لو۔ جن میں سونانہ ہو۔ ٹکسال اور چاندی پگھلانے والوں سے ٹیکس۔ نوروز

اور مہرجان کے ہدیے۔ عرائض نویسی اور فتوح کا ٹیکس، گھروں کا ٹیکس اور

نکاحانہ نہ لو اور جو ذمی مسلمان ہو جائیں ان پر خراج نہیں ہے۔“

یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اس واگذاشت، اس مراعات اور اس رفق و ملاحظت

کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے میں جو مال گزاری وصول ہوئی۔ اس سے حجاج کے مظالم

زمانہ کو کوئی نسبت نہیں (حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خود فخریہ فرماتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت

کرے اس کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے عراق سے ۱۰ کروڑ ۲۸

لاکھ درہم۔ زیاد نے ۱۰ کروڑ ۲۵ لاکھ درہم اور حجاج نے باوجود ظلم کے ۲ کروڑ اتنی لاکھ درہم

وصول کئے۔ اس نے کاشتکاروں کو ۲۰ لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لیے بطور قرض کے دیئے

تو ایک کروڑ ساٹھ لاکھ اور وصول ہوئے۔ لیکن باوجود اس ویرانی کے عراق میرے قبضہ میں آیا

تو میں نے ۱۰ کروڑ ۲۴ لاکھ درہم وصول کئے اور اگر زندہ رہا تو حضرت عمر بن الخطابؓ کے

زمانے سے بھی زیادہ وصول کروں گا۔

جیل خانے کی اصلاح | مجرموں کو جرائم پر سزا دینا، اگرچہ قیام امن کے لیے ضروری ہے تاہم

وحشت و تمدن کے لحاظ سے سزا کی نوعیت اور مجرمین کی حالت میں اختلاف ہوتا رہتا ہے

۱۔ کتاب الخراج ص ۴۹۔ ۲۔ معجم البلدان ذکر سواد۔

اسلام چونکہ ایک متحدہ سلطنت کا بانی تھا، اس لیے اس نے قیدیوں کے ساتھ ان تمام مراعات کو قائم رکھا جو مقتضائے انسانیت تھیں، ان مراعات کی ابتداء سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی اور حکم دیا کہ قیدیوں کے کھانے کی پٹے کا انتظام بیت المال سے کیا جائے۔ ان کے بعد اگرچہ تمام خلفاء نے اس طریقہ کو قائم رکھا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک اس میں متعدد خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

(۱) ولید صرف شبہہ کی بنا پر لوگوں کو گرفتار کرتا تھا اور ان کو قتل تک کی سزا دیتا تھا۔
 (۲) جو قیدی اپنے وطن اور عذرہ و اقارب سے دور قید خانے میں مر جاتے تھے، ان کی لاش دو دو دن تک قید خانے میں پڑی رہتی تھی خود قیدی باہم صدقہ و خیرات کی رقمیں جمع کر کے مزدوروں کے ذریعہ سے قبرستان تک ان کی لاش پہنچا دیتے تھے اور وہ بلا غسل و کفن و بلا نماز جنازہ دفن کر دیئے جاتے تھے۔

۳۔ اسلام نے خود جن جرائم پر سزائیں مقرر کر دی ہیں، ان میں تو کسی قسم کا تغیر و تبدیل نہیں ہو سکتا۔ تاہم اسلام نے تعزیر کی کوئی تجدید نہیں کی ہے اور اس کو خود امام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں عمال نے اس میں اس قدر سختیاں کر دی تھیں کہ بعض جرائم پر بلکہ صرف الزام و شبہہ پر تین تین سو کوڑے مارتے تھے۔
 ۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان تمام ظالمانہ طریقوں کی طرف توجہ کی اور ان میں سے ہر ایک مٹایا۔

موصل میں چوری کی واردائیں بکثرت ہوتی تھیں، اس لیے اس کے انسداد کے لیے وہاں کے عامل نے ان سے دریافت کیا کہ میں لوگوں کو شبہہ پر گرفتار کر کے سزا دوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ طریقہ سنت کے موافق ان کو شہادت کی بنا پر گرفتار کرو، اگر حق ان کی اصلاح نہیں کر سکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے۔

۲۔ قیدیوں کے بے گورنمنٹ چھوڑ رکھنے کا جو طریقہ جاری ہو گیا تھا، اس کی نسبت عمال لکھا کہ اسلام میں یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔

۳۔ شبہہ پر جو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اس کی نسبت اخلاقی حیثیت سے کہا کہ یہ نکل جائز نہیں ہے، بجز شرعی حقوق کے ہر حال میں مسلمانوں کی پیٹھ بالکل محفوظ ہے اور قانونی اور تعزیری کی تحدید کر دی جس کی انتہائی مقدار ۳۰ کوڑا تھیں۔ اس کے ساتھ قیدیوں کے ساتھ مختلف رسم کی مراعات کیں۔

(۱) عام حکم دیا کہ کسی مسلمان قیدی کو اتنی بھاری بیڑیاں نہ پہنائی جائیں کہ وہ نماز نہ پڑھ سکیں۔ اور قاتل کے سوارات کو تمام مجرمین کے پاؤں سے بیڑیاں اتار دی جائیں۔

(۲) قیدیوں کو جو کھانا ملتا تھا اس کی نسبت ملازمین جیل کو بددیانتی کا خیال تھا۔ اس لیے حکم دیا کہ کھانے کے بجائے ان کو ماہوار روپیہ دیا جائے۔

(۳) قیدیوں کی مختلف نوعیت اور مختلف حالت کے لحاظ سے ان کے لیے الگ الگ احکام جاری کئے چنانچہ تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھا کہ اگر بیمار قیدیوں کے عزیز واقارب نہ ہوں یا ان کے پاس مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری کرو، جو لوگ قرض کے بارے میں قید کے جائیں ان کو اور مجرموں کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں نہ رکھو اور عورتوں کو الگ قید کرو اور جیلر ایسا شخص مقرر کرو جو قابل اعتماد ہو اور رشوت نہ لے۔

ان احکام کے ساتھ ابو بکر بن حزم کو خصیصیت کے ساتھ لکھا کہ سفتے کے روز جیل خانے کا معائنہ کیا کرو۔ اور دوسرے عمال کو قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت کی۔

جیل خانے کے متعلق انہوں نے جو فرمان جاری کیا تھا اگرچہ اس کا خلاصہ اوپر گزر چکا ہے، تاہم اس موقع پر ہم اس کا بلفظ ترجمہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ان کے

۱۷ کتاب الخراج ص ۸۹ - ۱۸ ایضاً ص ۸۹ - ۱۹ طبقات ابن سعد ص ۲۸۴ - ۲۰ کتاب الخراج ص ۸۸

۲۱ کتاب الخراج ص ۸۸ - ۲۲ طبقات ابن سعد ص ۲۶۳ - ۲۳ ایضاً ص ۲۷۸

طرز عمل پر مزید روشنی پڑے گی۔

” قید خانے میں کسی مسلمان کو اس طرح بیٹری نہ پہنائی جاتے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور بجز قاتل کے رات کے وقت ہر قیدی کی بیٹری اتاری جاتی۔ ان کا اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے کھانے کے لیے کافی ہو۔ اس کا اندازہ کر لو اور یہ وظیفہ ان کو ماہوار دو۔ کیونکہ اگر ان کو روٹی دی جاتے گی تو قید خانے کے نگران کا اس کو اڑالیں گے۔ اس کا انتظام ایک نیک آدمی کے سپرد کرو جو ان کے نام کو رجسٹر میں درج کرے اور وہ رجسٹر اس کے پاس رہے۔ اور وہ ہر مہینے میں بیٹھ کر ایک ایک قیدی کا نام لے کر پکارے اور خود ہر ایک کے ہاتھ میں اس کا وظیفہ دے، جو لوگ رہا ہو جائیں ان کا وظیفہ بند کر دیا جاتے اور ہر قیدی کو مہینے میں دس دہم دیتے جاتیں، لیکن ہر قیدی کو وظیفہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قیدیوں کو جاڑے میں ایک قمیض اور ایک کبیل اور گرمیوں میں قمیض اور تہ بند دینا ہوگا۔ عورتوں کو بھی اسی قدر وظیفہ ملے گا لیکن ان کے لباس میں ایک برقع کا اضافہ کرنا ہوگا۔

قیدیوں کو اس سے بے نیاز کر دو کہ وہ بیٹریاں ہلاتے ہوئے نکلیں کہ لوگ ان کو صدقہ و خیرات دیں۔ کیونکہ یہ ایک بڑا جرم ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جو جرائم کی پاداش میں قید ہو، اس طرح نکلے۔ میرا خیال ہے کہ اہل شرک بھی مسلمان قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے ہوں گے۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ یہ لوگ بھوک کی شدت کی وجہ سے اس طرح پابند سلاسل نکلتے ہیں اور کبھی کھانے پینے کے لیے کچھ پا جاتے ہیں اور کبھی نہیں پاتے۔ کوئی آدمی گناہ سے محفوظ نہیں ہے، ان کی خبر گیری

کرو اور جیسا کہ میں نے لکھا ان کو وظیفہ دو، جو قیدی مر جائیں اور ان کے
 عزیز و اقارب نہ ہوں، ان کی تجہیز و تکفین کا سامان بیت المال سے کیا
 جائے اور نماز جنازہ کے بعد وہ دفن کئے جائیں۔ مجھے معتدلوگوں کے
 ذریعے اطلاع ملی ہے کہ جب کوئی عزیز الوطن قیدی مر جاتا ہے تو وہ
 قید خانے میں دو دو دن تک پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب والی سے
 اس کے دفن کے متعلق اجازت لے لی جاتی ہے اور جب خود قیدی اس کے
 لیے صدقہ جمع کرتے ہیں اور اجرت پر اس کی لاش کو قبرستان میں بھیجتے ہیں تو
 بلا غسل و کفن اور بلا نماز جنازہ کے دفن کیا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ کتنا بڑا
 گناہ ہے۔ اگر تم حدود کو جاری کرو تو قیدی کم ہو جائیں اور بد معاش اور ڈاکو
 ڈرنے لگیں اور اپنے جرائم سے باز آئیں۔ قیدیوں کی تعداد صرف عدم
 نگرانی سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ صرف قید ہے، نگرانی نہیں ہے۔ اپنے
 تمام اعمال کو ہدایت کرو کہ روزانہ قیدیوں کی نگرانی کریں، جن لوگوں کی اصلاح
 صرف تادیب سے ہو سکے ان کو تادیب کر کے رہا کر دیا جائے اور جس
 پر کوئی مقولہ قائم نہ ہو اس کو بالکل رہا کر دیا جائے۔ ان کو یہ بھی ہدایت کرو
 تادیب و تعزیر میں حد اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھائیں۔ کیونکہ مجھے خبر ملی ہے
 کہ وہ لوگ مجرمین کو صرف شبہہ کی بنا پر دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے کم و بیش
 کوڑے لگواتے ہیں لیکن یہ جائز نہیں ہے۔ مسلمان کی پیٹھ بجز حق شرعی کے
 ہر حالت میں محفوظ ہے۔

اس فرمان کو پڑھو اور غور کرو کہ اس تہذیب و تمدن کے زمانے میں قید خانے
 کی اصلاح کا جو معیار قائم کیا گیا ہے، کیا وہ اس سے بلند ہے؟

① اشاعتِ اسلام | اسلامی سلطنتِ طول و عرض میں اگر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے

لیکن اس میں کوئی خدا کا نام لینے والا نہ ہو تو وہ صرف سیاسی حیثیت سے اسلامی سلطنت ہوگی۔ مذہب کی زبان سے اس کو یہ خطاب نہ مل سکے گا۔ اسلامی ممالک کا تمغہ امتیاز صرف توحید کی پاک آواز ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں اس کا غلغلہ ممالکِ محروسہ کے گوشے گوشے سے بلند ہوا۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک اہم مقصد اشاعتِ اسلام کو قرار دیا اور اس پر ہر قسم کی مادی اور اخلاقی طاقت صرف کی جو افسر کفار کے ساتھ معرکہ آور ان کو ہدایت کی بنا

رومیوں کے کسی قلعہ اور کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کو اسلام کی دعوت

لا تقالین حصینا من حصون
الروم ولا جماعة من
جماعاتهم حتی تدعوهم
الی الاسلام۔

نہ دے لو۔

لوگوں کو ایتلافِ قلب کے لیے بڑی بڑی رقمیں دے کر اسلام کی طرف مائل کیا، چنانچہ ایک بار ایک پادری کو اس غرض سے ہزار اشرافیاں دیں۔

(شایان ماوراء النہر کو اسلام کی دعوت دی اور ان میں بعض نے اسلام قبول کیا چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں :

انھوں نے ماوراء النہر کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دی اور ان میں بعض اسلام لائے۔

کتب الی ملوک ماوراء النہر
یدعوهم الی الاسلام

فاسلم بعضہم۔ (فتوح البلدان ص ۲۳۲)۔

(سندھ کے سلاطین کے نام دعوت نامہ روانہ کیا۔ تو چونکہ وہ لوگ ان کے حسنِ اخلاق و شہرت پہلے سے سن چکے تھے، اس لیے بہت سے بادشاہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنا

لہ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم ۲۶۱۔ لہ ایضاً ص ۲۵۸۔

عربی رکھا اور علامہ بلاذری لکھتے ہیں :

انہوں نے بادشاہوں کو اسلام اور
اطاعت کی طرف اس شرط پر دعوت
دی کہ ان کی بادشاہی میں کوئی خلل
نہ آئے گا اور جو حقوق مسلمانوں کے
ہیں ان کو ملیں گے اور جو ذمہ داریاں
مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں وہ ان
پر عائد ہوں گی، چونکہ تمام بادشاہوں
کو ان کے کیریئر کا حال معلوم ہو چکا
تھا اس لیے عیشہ اور دوسرے
بادشاہ اسلام لائے اور اپنا نام
عربی رکھا۔

فكتب الى الملوك يدعونهم
الى الاسلام والطاعة
على ان يملكهم ولا هم
ما للمسلمين وعليهم
ما عليهم وقد كانت
بلغتهم سيرته و
مذهبه فاسلم عيشه
والملوك ولتسموا
باسماء العرب به

(جراح بن عبد اللہ المحکمى کو جو خراسان کے عامل تھے، لکھا کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت
دیں اور وہ اسلام لائیں تو ان کا جزیہ معاف کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان
کے ہاتھ پر چار ہزار ذمی اسلام لائے تھے جراح کے حسنِ خلق کی شہرت پھیلی تو ان کے پاس تبت سے
وفود آئے کہ ان کے یہاں داعیانِ اسلام روانہ کریں۔ چنانچہ اس غرض سے انہوں نے سلیط ابن
عبد اللہ المنقی کو روانہ کیا تھا)

اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر جو مغرب کے عامل تھے، وہ اگرچہ بذاتِ خود اس
خدمت میں مصروف تھے اور بربر کو اسلام کی دعوت دیتے تھے لیکن جب حضرت عمر بن عبد العزیز
کا دعوت نامہ پہنچا اور اسماعیل نے اس کو پڑھ کر سنایا تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ اسلام تمام

۱۔ فتوح البلدان ص ۲۲۶۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۵۔ ۳۔ یعقوبی ج ۱ ص ۳۶۲۔

مغرب کے افق پر چھا گیا۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں:

ثم لما كانت خلافة

عمر بن عبد العزيز ولي

المغرب اسماعيل بن

عبد الله بن ابي المهاجر

فراحسن سيرة ودعى البربر

الى الاسلام وكتب

اليهم عمر بن عبد العزيز كتبنا

يدعوهم بعد الى ذلك فقراه

اسماعيل عليهم في النواحي فغلب

اسلام على المغرب۔

پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور آیا تو انھوں نے اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المهاجر کو مغرب کا گورنر مقرر کیا۔ انھوں نے نہایت عمدہ روش اختیار کی اور بربر کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے بعد خود حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کے نام دعوت نامہ روانہ کیا۔ اسماعیل نے یہ دعوت نامہ پڑھ کر ان کو سنایا تو اسلام مغرب پر غالب ہو گیا۔

ان کے زمانے میں اشاعتِ اسلام کا سب سے زیادہ موثر سبب یہ ہوا کہ حجاج کی ظلمتوں کے مطابق نو مسلموں سے اب تک جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ انھوں نے اس سے انکار کو بالکل بری کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لاتے کہ جزیہ کی آمدنی میں دفعۃً غیر معمولی کمی پیدا ہو گئی۔ عمال نے ان کو اس کمی کی طرف توجہ دلائی تو انھوں نے سب لکھ دیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے داعیِ اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصلِ خراج۔ ایک عدی بن ارطاة نے ان کو لکھا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لائے ہیں کہ مجھے خراج میں کمی واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ انھوں نے ان کو جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہماری اور تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائیں۔

اجپائے شریعت | خاندان بنو امیہ میں جن خلفاء کا نام تاریخ کے اوراق میں روشن نظر آتا ہے

ان میں ولید، سلیمان اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نہایت نمایاں ہیں۔ لیکن جن خصوصیات نے ان کی عہدِ خلافت کو اس قدر نمایاں کیا ہے، وہ بالکل مختلف ہیں۔ ولید جیسا کہ ایک وی بیان کرتا ہے۔

کان صاحب بناء واتخاذ
المصانع والقياع وكان
الناس يلتقون في زمانه فانما يسئل
بعضهم بعضا عن البناء والمصانع۔

عمارات وغیرہ کا بانی تھا اور لوگ
اس کے زمانے میں باہم ملتے تھے تو
صرف عمارت ہی کا حال پوچھتے
تھے۔

اور سلیمان بن عبدالمملک

کان صاحب نکاح و طعام

فكان الناس يسئل

بعضهم بعضا عن

التزويج والجواری۔

کھانے والا اور نکاح کرنے والا
بادشاہ تھا، اس لیے اس کے عہد
میں لوگ صرف شادی اور لونڈیوں
کا چرچا کرتے تھے۔

لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنی حکومت کا ستون صرف روحانیت کو بنایا اس

فلما ولي عمر بن عبد العزيز

كانوا يلتقون فيقول الرجل

للرجل ما وردك الليلة

وكم تحفظ من القرآن

ومتى تختم ومتى ختمت

وما تصوم من الشهر

جب وہ خلیفہ ہوئے تو باہمی ملاقات
میں ایک شخص دوسرے شخص سے
کہتا تھا کہ رات کو تم کون سا
وظیفہ پڑھتے ہو، تم نے کتنا
قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم
کرو گے اور کب ختم کیا تھا اور
مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟

لیکن یہ ان کے دور حکومت کی خصوصیت کا نہایت اجمالی بیان ہے۔ اس لیے ہم تفصیل کے ساتھ بتانا چاہتے ہیں کہ سنت نبویہ کے احیاء، بدعات کے اٹھانے اور شرائع اسلام میں ترویج و اشاعت کے متعلق ان کے کیا کیا کارنامے ہیں؟

اسلام درحقیقت چند اعمال و عقائد کے مجموعے کا نام ہے، جن کا تحفظ و بقا مسلمان بادشاہ کا فرض ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان اعمال و عقائد کے تحفظ و بقا کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد اور اپنے دورِ خلافت کا طرزِ امتیاز قرار دیا۔ چنانچہ جزیرہ عامل عدی ابن عدی کے نام انھوں نے جو فرمان بھیجا اس میں اس مقصد کو نہایت واضح طور پر ظاہر کر دیا۔ چنانچہ اس فرمان کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

| | |
|-----------------------|---------------------------------------|
| ان دلائیمان فرائض و | ایمان چند عقائد، چند احکام اور |
| شرائع و حدود و | چند سنن کا نام ہے، جس شخص نے |
| سننا فمن استكملها | ان تمام اجزاء کی تکمیل کر لی، اس |
| استكمل الايمان ومن | نے ایمان کو مکمل کر لیا اور جس نے |
| لم يستكملها لم يستكمل | ان کو مکمل نہیں کیا، اس نے ایمان |
| الايمان فان اعش | کو مکمل نہیں کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو |
| فسا بيننا لكم حتى | ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے |
| تعلموا بها وان | بیان کر دوں گا تاکہ تم لوگ ان پر |
| امت فما انا على | عمل کرو اور اگر میں مر گیا تو مجھے |
| صحبكم بحريص به | تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں۔ |

اور اپنی زندگی میں انھوں نے ان اجزاء کو جس طرح قائم رکھا۔ جس طرح ان کا تحفظ کیا اور اس طرح ان کی ترویج و اشاعت کی۔ اس کی نظیر کسی خلیفہ یا بادشاہ کے دورِ حکومت میں نہیں مل سکتی۔

لہ بخاری کتاب الایمان باب قول البنی صلی اللہ علیہ وسلم نبی الاسلام علی خمس۔

عقائد عقائد کے رسوخ و استحکام کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کہ مذہبی اسرار و رموز میں زیادہ غور و خوض اور موثکافی نہ کی جاتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ کبھی کبھی ذاتی طور پر اس قسم کے مباحث میں حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو عون بن عبداللہ، موسیٰ بن ابی کثیر اور عمر بن حمزہ ان کی خدمت میں آئے اور مسئلہ رجاہ کے متعلق ان سے مناظرہ کیا اور ان لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ان سے موافقت کی لیکن اس کے ساتھ وہ عام طور پر لوگوں کو کبھی اس قسم کے دقیق مسائل کی طرف مائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار کسی شخص نے اسی قسم کا کوئی مسئلہ پوچھا تو بولے کہ مکتب کے بچوں اور صحرا کے بدوؤں کا دین اختیار کرو اور اس کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ۔ فرماتے تھے کہ جب کسی قوم کو دیکھو کہ وہ عوام کے سامنے اس قسم کی مذہبی گفتگو کرتی ہے تو سمجھو کہ گمراہی کی بنیاد ڈالتی ہے۔

عقائد کے متعلق جو نئے نئے مسائل پیدا ہو گئے تھے، ان کو محدثین کی اصطلاح میں "اہوا" کہتے تھے جو ضلالت و گمراہی کے مترادف ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں اس قسم کے مسائل میں مسئلہ قضا و قدر کا زیادہ چرچا پھیلنا ہوا تھا۔ جس کو معبد جہنی کے بعد غیلان دمشقی نے بہت کچھ وسعت و ترقی دی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سب سے پہلے اس سے توبہ کرائی اور اس نے بظاہر توبہ بھی کر لی۔ اس کے بعد ہر ممکن تدبیر سے اس کے اثر کو مٹانا چاہا۔ اس زمانے میں ہر قسم کے خیالات کی اشاعت و مقبولیت کا اصلی ذریعہ محدثین و فقہاء تھے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس گروہ کو ان خیالات کے قبول کرنے سے روک دیا کہ ان کے ذریعہ سے یہ مرض تمام قوم میں پھیلنے نہ پائے۔ چنانچہ ایک بار امام مکحول سے کہا:

تم مسئلہ تقدیر میں ہرگز وہ نہ

کہو جو غیلان اور اس کے پیرو

کہتے ہیں۔

ایاک ان تقول فی القدر

ما یقول ہولاء یعنی

غیلان و اصحابہ۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۱۸ تذکرہ عون بن عبداللہ۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۵۔ ۳۔ جامع بیان العلم ص ۱۵۳۔ ۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۲۔ ۵۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۲۔

نماز | عقائد کے بعد اعمال کا درجہ ہے جن میں سب سے مقدم نماز ہے۔ خلفائے بنو امیہ

بالخصوص حجاج نے نماز کے ساتھ جو غفلت برتی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پابندی اوقات نماز صحابہ کرام کے زمانے میں نہایت ضروری چیز خیال کی جاتی تھی بالکل جاتی رہی۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تمام عمال کے نام ایک فرمان بھیجا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

اجتنبوا الاشغال عند حضور
نماز کے وقت تمام کام چھوڑ
الصلاة فمن اضاها فهو لما
دو کیونکہ جس شخص نے نماز کو ضائع
سواها من شرايح الاسلام
کیا، وہ اور فرائض اسلام کا سب
اشد تصنیعا۔
سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

اس کے علاوہ ذاتی طور پر لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ایک بار انہوں نے ایک شخص کو مصر روانہ کرنا چاہا۔ اس نے جانے میں دیر کی تو آدمی بھیج کر بلوایا، وہ آیا تو فرمایا کہ گھبرا نہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ پڑھے بغیر یہاں سے نہ ٹلنا۔ ہم نے تم کو، ایک جلدی کے کام کے لیے بھیجا تھا لیکن یہ عجلت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ نماز کو وقت ٹال کے پڑھو، خدا نے اس قوم کی نسبت جس نے نماز کو برباد کر دیا اور شہوت پرستی کی، فرمایا ہے کہ وہ عنقریب ضلالت سے ملاتی ہوں گے، لیکن انہوں نے نماز کو بالکل ترک نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ اس کے وقت پابندی چھوڑ دی تھی۔

ان ہدایات کے علاوہ ملک میں ہر جگہ عملی طور پر نماز کا اہتمام کیا اور موزنین کی تنخواہیں مقرر کیں۔ طبقات ابن سعد میں کثیر بن زید سے روایت ہے:

قدمت خنصرة في خلافة
میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت
عمر بن عبدالعزیز فرایتہ
میں خنصرہ میں آیا تو دیکھا کہ وہ موزنین
یرزق الموزنین من بیت المال۔
کو بیت المال سے وظیفہ دیتے ہیں۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۲۔ ۲۔ ایضاً ص ۸۳۔ ۳۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

زکوٰۃ و صدقہ | اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت کی یہ برکت تھی کہ جب لوگوں کو ان کے خلیفہ ہونے کی خبر ہوئی تو نہایت سرعت سے صدقہ فطر ادا کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کے ایک عامل نے لکھا کہ اب بہت سا صدقہ فطر جمع ہو گیا ہے۔ اپنی رائے سے اطمینان سے بچنے کے لیے اس کو کیا کیا جاتے۔ تاہم وہ نہایت شدت کے ساتھ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک بار خناصرہ میں عید سے ایک دن پہلے جمعہ کے روز خطبہ دیا، جس میں لوگوں کو صدقہ فطر دینے پر آمادہ کیا اور کہا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کی نماز مقبول نہیں ہے، لوگ آٹا اور ستولاتے تھے اور وہ قبول کرتے جاتے تھے۔

(حجاج نے زکوٰۃ کا جو نظام خراب کر دیا تھا۔ اس کے متعلق عمال کو ہدایت کی کہ اس کی روش سے اجتناب کریں) چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاة کو لکھا کہ میں نے زکوٰۃ کے معاملہ میں تم کو حجاج کی تقلید سے روکا ہے۔ کیوں کہ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا اور غیر محل میں صرف کرتا تھا۔ ایک بار ان کو عدی کی نسبت معلوم ہوا کہ شراب کا عشر لیتے ہیں تو ان کو لکھا کہ بیت المال میں صرف حلال مال داخل کرو۔

لہو و نیاختہ کی ممانعت | ان فرائض کے علاوہ شریعت نے جن چیزوں کی ممانعت کی تھی۔ ان پر شدت کے ساتھ دار و گیر کی۔ ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہو و لعب میں مصروف ہو گئے ہیں اور بہت سی عورتیں جنازے کے ساتھ بال کھولے ہوئے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں، تو تمام عمال کے نام ایک فرمان بھیجا جس کا خلاصہ یہ ہے:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہا کی عورتیں مردے کی وفات کے وقت بال کھولے ہوئے اہل جاہلیت کی طرح نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں، حالانکہ جب سے عورتوں کو آنچل ڈالنے کا حکم دیا گیا، ان کو دوپٹہ اتارنے کی اجازت نہیں

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۸۵۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۶۴۔

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۸۔ ۴۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۸۰۔

دی گئی۔ پس اس توتہ و ماتم پر قدغن بلیغ کرو۔ یہ اہل عجم چند چیزوں سے جن کو شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کر دیا تھا۔ دل بہلاتے تھے۔ پس مسلمانوں کو اس لہو و لعب اور راگ باجے سے روکو اور جو نہ باز آئے، اس کو اعتدال کے ساتھ سزا دو۔

۱۱۸ | النسداد شراب نوشی | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے شراب نوشی کے النسداد کے لیے مقرر

تدبیریں اختیار کیں :

- ۱۔ تمام عمال کے نام فرمان بھیجا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔
- ۲۔ شراب کی جو دوکانیں قائم تھیں ان کو بالکل توڑوا دیا۔
- ۳۔ جو لوگ نبیذ کے حیلے سے شراب پیتے تھے ان کی نسبت عدی بن اوطاة کو لکھا "لوگوں نے اس شراب کو پی کر بدمستی کی حالت میں نہایت بُرے بُرے کام کئے اور اکثر ان میں کہتے ہیں کہ اس شراب کے پینے سے کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو چیز اس قسم کے کام کراتی ہے اس کے استعمال میں سخت ہرج ہے۔ خدانے اور بھی بہت سی پینے کی چیزیں پیدا کر کے شراب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ مثلاً آبِ شیریں، شیرِ خالص، شہدِ مصفا وغیرہ، پس جو شخص نبیذ بناتے وہ صرف چمڑے کے مشکیزے میں بناتے۔ جس میں زفت کا رنگ نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے ظروف کی نبیذ سے منع فرمایا ہے۔ اس روک ٹوک کے بعد اگر کسی نے اس قسم کی شراب پی تو ہم اس کو سخت سزا دیں گے جس شخص نے مخفی طور پر پیا تو خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اس کے بعد جس قدر شیشے اور پیمانے رہ گئے تھے، وہ ان کے ہاتھ سے چھو

ہو گئے۔ چنانچہ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان کو حناصرہ میں دیکھا کہ شراب کے

لے طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۹۰۔ ۲۹۱ ایضاً ص ۲۶۹۔ ۲۷۰ کتاب دولة مصر ص ۶۸۔ ۶۹ سیرت عمر

لمیزوں کے پھاڑنے اور شیشوں کے توڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(مذہب اور اخلاق کے متعلق اور بھی بہت سے احکام تھے، جن کی خلاف ورزی مضر صحیح پیدا کر سکتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان تمام جزئیات کی طرف توجہ کی اور ان سے لمانوں کو روکا۔ مثلاً اہل عجم کی آمیزش و احتلاط سے تمام ممالک اسلامیہ میں حماموں کا رواج لیا تھا اور اس میں مرد عورت بیباکانہ جا جا کر غسل کرتے تھے۔ لیکن اس میں شرم و حیا اور عورت کا کافی انتظام نہیں کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عورتوں کو کلیتہً ام میں جانے سے روک دیا اور مردوں کی نسبت عام حکم دیا کہ بغیر تہ بند کے حمام میں غسل کریں۔ چنانچہ اس حکم پر اس شدت کے ساتھ عمل ہوا کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حمام کے لک اور حمام میں جانے والے دونوں کو دیکھا کہ ان کو سزا دی جا رہی ہے۔

حماموں کی دیواروں پر تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ جو اصول شریعت کے خلاف تھیں۔ بار انھوں نے ایک حمام میں اس قسم کی تصویر دیکھی تو مٹا دیا اور کہا کہ اگر مصوّر کا نام معلوم و تا تو میں اس کو سزا دیتا۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، تاہم وہ اہل عجم کی طرح بالکل رفاہیت اور عیش پرستی بھی جائز نہیں قرار دیتا۔ اس لیے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال سنوارنے کا حکم دیا ہے تاہم اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ پٹیاں جمائی جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں اس قسم کے بہت سے شوقین پیدا ہو گئے تھے، اس لیے انھوں نے پولیس مینوں کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جائیں اور جو شخص پٹیاں جھاتے ہوئے گزرے اس کے بال کاٹ لیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس باب میں خاص اہتمام تھا کہ عرب کے قومی خصوصیات مٹنے نہ پائیں۔ چنانچہ ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جب سامنے طشت رکھ کر وضو کرتے ہیں تو قبل اس کے کہ طشت پانی سے بھر جائے، پانی پھینک دیا جاتا ہے تو عدی بن ارطاة کو لکھا کہ یہ عجیبوں کا طریقہ ہے۔ اب سے جب ایک طشت بھر نہ جاتے یا سب لوگ فارغ نہ ہو جائیں پانی نہ پھینکا جائے۔

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۹۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۶۳۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۰۔
۴۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۲۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۶۔

تذوینِ حدیث

قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیم اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ وہ کلماتِ طیبہ ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ لیکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے سے پہلے وہ صرف صحابہ اور تابعین کے سینوں میں محفوظ تھے۔ بخاری، مسلم، موطا اور احادیث کی دوسری کتابیں جو احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہیں اس وقت تک وجود میں نہیں آئی تھیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس طرف توجہ نہ کی ہو تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا، لیکن انھوں نے دیکھا کہ انقضائے زمانہ کے ساتھ علم کا گروہ روز بروز مٹتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ علوم شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لیے انھوں نے قاضی ابوبکر بن حزم کو جو ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے لکھا کہ

احادیث بنویہ کی تلاش کر کے ان کو لو، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے۔

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاكتبه فانی خفت دروس العلم و ذهاب العلماء و لا یقبل لاحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ

لہ بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم باب۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابو نعیم کی تاریخ اصہبان سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ انھوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ بہر حال اس حکم کی تعمیل کی گئی اور جمع شدہ احادیث کے متعلق مجموعے تیار کر کے تمام ممالکِ محروسہ میں تقسیم کئے گئے۔ جامع بیان العلم میں سعد بن ابراہیم سے روایت ہے:

۱۔ رنا عمر بن عبد الخزیز
بجمع السنن وکتباھا
دفتر اذ فتر ابعث الی
کل ارض له علبھا
سلطان دفتر اذ
ہم کو عمر بن عبد العزیز نے جمع حدیث
کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کی دفتر
حدیثیں لکھیں اور انھوں نے
ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں
جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔

تعلیم مذہبی کی اشاعت | احادیث کی تدوین و ترتیب کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ عام طور پر ان کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسی فرمان میں قاضی ابوبکر بن حزم کو اس طرف توجہ دلائی اور لکھا:

ولیفشو العلم العلم
ویجلسوا حتی یعلم
من لا یعلم فان
العلم لا یهلك حتی
یکون سرا۔
لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم
کی اشاعت کریں اور تعلیم کے لیے
حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ
نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ
علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا
جب تک کہ وہ مخفی نہ رکھا جائے۔

ایک اور عامل کے نام لکھا:

۱۔ فتح الباری ج اول ص ۱۷۲۔ ۲۔ جامع بیان العلم ص ۳۸۔

اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں
علم کی اشاعت کریں، کیونکہ حدیثیں
مرچپی ہیں۔

اما بعد فأمر اهل العلم ان
ينشروا العلم في مساجدہم
فان السننہ كانت قد امنت

(۲) اور جو لوگ اس مقدم کام میں مصروف ہوتے، ان کو فکر معاش و ضروریات زندگی
سے بالکل بے نیاز کر دیا۔ چنانچہ حمص میں جو علماء تھے ان کی نسبت وہاں کے گورنر کو لکھا:

جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے
آپ کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف
کر رکھا ہے ان میں ہر ایک کو جس
وقت میرا خط پہنچے، بیت المال سے
سو دینار دو تاکہ وہ لوگ اس
حالت کو قائم رکھ سکیں کہ

انظر الى القوم الذين
نصبوا انفسهم للفقہ وحبسوا
في المسجد عن طلب الدنيا فاعط
كل رجل منهم مائۃ دينار يستعينون
بها على ما هم عليه من بيت
مال المسلمين يا تيك كتابي هذا

یہ فیاضی صرف علماء کے ساتھ محض نہ تھی، بلکہ اسی فیاضی کے ساتھ طلبہ کے وظائف
مقرر کئے تھے۔ ان کو علماء کی فراغ خاطر اور جمعیت قلب کا اس قدر خیال تھا کہ ہر ممکن
سے ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ قاسم بن مخیرہ ایک محدث تھے جو نہایت عسری
ساتھ زندگی بسر کرتے تھے وہ آتے تو ان کی جانب سے ستر دینار قرض ادا کیا۔ سواری
اور ۵۰ دینار وظیفہ مقرر کر دیا۔
ایک بار مجاہدان کی خدمت میں آئے تو ان کو ۳۰ درہم دیئے اور کہا کہ یہ رقم میں
اپنے عطیہ سے دی ہے۔

(۳) بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لیے خود متعدد علماء کو روانہ کیا۔ حضرت

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۴۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۵۔ ۳۔ جامع بیان العلم ص ۹۴
۴۔ تذکرہ الحقاظ جلد ۱ ص ۹۰۔ ۵۔ تذکرہ قاسم بن مخیرہ۔ ۶۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۴

نافع جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیں۔ چنانچہ اس تعلق سے نافع نے وہاں مدتوں قیام کیا اور جیشل بن عاہان جو قرآن میں تھے ان کو مصر سے مغرب کو بھیجا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرأت کی تعلیم دیں۔

بدوں کی تعلیم و تربیت کے لیے یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن مجدال شہری کو متعین کیا اور ان کے وظیفے مقرر کئے۔ یزید نے تو وظیفہ قبول کر لیا، لیکن حارث نے وظیفہ سے انکار کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خبر ہوتی تو لکھا کہ یزید نے جو کچھ کیا اس میں ہرج نہیں اور خدا ہم میں حارث جیسے بہت سے اشخاص پیدا کرے گا۔

رم) تعلیم کے علاوہ لوگوں کے ارشاد و ہدایت کے لیے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کئے، چنانچہ حلاج ابو کثیر اموی کو جو ان کے باپ کے مولیٰ تھے۔ اسکندریہ کا واعظ مقرر کیا۔ حجاز میں جو واعظ اس خدمت پر مامور تھا اس کو حکم تھا کہ تیسرے دن لوگوں کو وعظ و پند کرے گا۔

افتار کی خدمت پر متعدد لوگ مامور تھے اور جو لوگ مامور تھے وہ انتخاب روزگار تھے۔ مثلاً مصر میں یہ خدمت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے یزید بن ابی حبیب کے متعلق کی تھی اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اہل مصر کو فقہ و حدیث سے آشنا کیا۔ چنانچہ علامہ سیوطی حسن المحاضرہ میں لکھتے ہیں۔

وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصر میں
علم کو ظاہر کیا اور حلال و حرام کے
مسائل کو رواج دیا۔ وہاں کے

ہو اول من اظہر العلم
بمصر والمسائل فی
الحلال والحرام

لوحسن المحاضرہ ج اول ص ۱۹ و ذرقانی شرح موطا ج اول ص ۲۱۔ ۲۲ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۲۰ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۷۲۔ ۷۳ حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۲۳۔

وقبل ذلك كان يتحدثون

في الترهيب والملاحم والفتن

وهو احد ثلاث جبل

اليهم عمر ابن

عبد العزيز الفتيا له

لوگ اس سے پہلے صرف ترغیب

اور جنگ وغیرہ کے متعلق روایت

کرتے تھے۔ وہ ان تین اشخاص میں

ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن

عبد العزیز نے افتاء کی خدمت کی تھی۔

فن مغازی اور مناقب

صحابہ کی تعلیم و اشاعت

مغازی اور مناقب صحابہ کی طرف اب تک علمی حیثیت سے

کسی نے اعتناء نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے

خاص طور پر ان کی طرف توجہ کی اور عاصم بن عمر بن قتادہ کو جو مغازی اور سیرت میں کمال رکھتے تھے، حکم دیا کہ مسجد دمشق میں بیٹھ کر مغازی اور مناقب کا درس دیں۔

(حضرت عمر بن عبد العزیز کا اصلی فرض اگرچہ کتاب و سنت کی اشاعت

کرنا تھا اور انھوں نے ہر ممکن تدبیر سے اس کی اشاعت کی۔ تاہم

یونانی تصنیفات

کی اشاعت

غیر قوموں کے مفید علوم و فنون سے بھی انھوں نے مسلمانوں کو بالکل بیگانہ نہیں رکھا۔

طب میں ایک یونانی حکیم اہرن القس کی ایک مشہور کتاب تھی۔ جس کا ترجمہ ماسر جو یہ

نے مروان بن حکم کے زمانہ میں عربی زبان میں کیا تھا۔ یہ کتاب شاہی کتب خانے میں محفوظ تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو دیکھا تو چالیس روز تک استخارہ کیا۔ اس کے بعد عام طور

پر اس کو ملک میں شائع کیا۔

اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام ممالک محروسہ میں نہایت

کثرت سے سرزمین بنو امیہ۔ چنانچہ خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہاں کے راستوں میں بہت سی

سرزمین تعمیر کرائی جائیں۔ اور سمرقند کے عامل سلیمان بن ابی السری کے پاس فرمان بھیجا کہ

وہاں کے شہروں میں سرزمین تعمیر کرو اور جو مسلمان ادھر سے گزریں ایک شبانہ روز ان کی مہاں نوازی

لے حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۲۰۔ ۲ تہذیب التہذیب ترجمہ عاصم بن عمر بن قتادہ۔ ۳ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز

کرد۔ ان کی سوار یوں کی حفاظت کرو۔ جو مسافر مریض ہو اس کو دو رات اور دو دن مقیم رکھو اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو اس کو اس قدر سامان کر دو کہ وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔
ایک عام لنگر خانہ قائم کیا جس میں تمام فقراء، مساکین اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا۔ ممالک محروسہ میں جو چراگاہیں تھیں، ان میں نقتح کے سوا تمام چراگاہوں کو عام کر دیا اور ان کے متعلق ایک عامل کو لکھا:

جو زمینیں چراگاہ بنالی گئی ہیں تو
جہاں جہاں برسات کا پانی گرے
ان سے کسی کو نہ رد کا جلتے۔ اس
لیے چراگاہوں کو عام کر دو اور
ضرور عام کر دو۔

فما حمی من الارض
الا یمنع احد مواقع
القطر فاجم الاحماء
شم الجہا۔

جزائر کو بھی بالکل وقف عام کر دیا۔

۱۔ طبری ص ۱۳۶۴ - ۲۔ طبقات ص ۲۷۹ - ۳۔ ایضاً ص ۲۵۴ - ۴۔ ایضاً ص ۲۸۱ -
۵۔ طبقات ص ۲۷۷ -

عمارات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے کارنامہ ہائے زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ پست نظر آتی ہے وہ عمارتوں کے کنگرے ہیں۔ ان کے عہدِ خلافت میں ایک عمارت بھی شاندار طور پر تعمیر نہیں ہوئی۔ انھوں نے نہایت معمولی طور پر صرف ضروری عمارتیں تعمیر کرائیں اور ان میں بھی زیادہ تر مذہبی عمارتیں۔ چنانچہ ان تمام عمارتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مساجد | مدینہ میں قبیلہ بنو عدی بن النجار کی مسجد گر گئی تو قاضی ابوبکر بن حزم نے اس کی تعمیر کی طرف ان کو توجہ دلائی۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں دنیا سے جاؤں اور ایک پتھر پر دوسرا پتھر اور ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہ رکھوں۔ لیکن اس مسجد کو متوسط پیمانہ پر کچی اینٹ سے تعمیر کروادو۔

علامہ ابن جبیر نے شہر اہل العین کے حالات میں لکھا ہے کہ یہاں دو جامع مسجدیں ہیں ایک جدید اور ایک قدیم۔ قدیم حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی تعمیر کردہ ہے لیکن بہت پرانی ہو گئی ہے اور دمشق کی مسجد کے ذکر میں ایک جگہ ضمناً لکھا ہے کہ اس کے شمالی دروازہ کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی طرف منسوب ہے۔ تاریخ حلب میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کفریہ میں گئے اور وہاں کے لوگوں کے لیے ایک جامع مسجد اور ایک تالاب بنوایا۔

تجدید انصاب حرم | خلفاء کے دور میں اکثر حدود حرم کی تجدید ہوتی رہتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مدینہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ وہ حدود حرم کی تجدید کرائیں۔

قصر شاہی | تاریخ حلب میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حناصرہ میں ایک محل تعمیر کروایا تھا۔ جس میں آکر اترقیام کرتے تھے۔ لیکن غالباً ان کے عہدِ خلافت میں اس کے سوا کوئی سرکاری عمارت تعمیر نہیں ہوئی۔ ایک بار عدی بن ارطاة نے بصرہ کے دارالامارة کے اوپر بالاخانہ بنوانا چاہا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو روک دیا۔ اور لکھا کہ تیرے لیے وہ مکان بھی تنگ ہے جو زیاد اور آل زیاد کے لیے وسیع تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تعمیر سے ہاتھ کھینچ لیا۔

شہروں کی آبادی | سلیمان بن عبدالملک جب ولید کی طرف سے فلسطین کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اسی وقت سے اس نے شہر رملہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ جس میں سب سے پہلے اس نے اپنا محل اور دارالصباغین تعمیر کروایا تھا۔ جس کے وسط میں ایک تالاب بھی تھا۔ اس کے بعد ایک مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی۔ لیکن ابھی اس شہر کی تعمیر کا کام جاری تھا کہ اسی زمانہ میں وہ خلیفہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد خلافت میں بھی تعمیر کا کام برابر جاری رہا۔ اس کے انتقال کے بعد جو کمی رہ گئی تھی۔ اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پورا کیا۔ لیکن شہر کی داغ بیل جس وسیع پیمانے پر ڈالی گئی تھی۔ اس میں کمی کر دی اور کہا کہ اہل رملہ کے لیے اس قدر کافی ہو گا۔ ^{۱۵۰} اس میں رومیوں نے لاذقیہ کو جو ایک ساحلی شہر تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے از سر نو اس کی تعمیر اور قلعہ بندی کرائی۔ ^{۱۵۱}

۱۵۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۶۸۔ ۱۵۲۔ تاریخ مملکت حلب ص ۵۹۔ ۱۵۳۔ فتوح البلدان

ص ۳۵۷۔ ۱۵۴۔ فتوح البلدان ص ۱۵۰۔ ۱۵۵۔ فتوح البلدان ص ۱۳۹۔

سیاست و حکومت

فرائضِ خلافت | انسان میں مختلف قابلیتیں بہت کم جمع ہوتی ہیں۔ جو لوگ دماغی اور عقلی حیثیت سے ممتاز ہوتے ہیں۔ ان میں اخلاقی اوصاف بہت کم پائے جاتے ہیں۔ جو لوگ مذہبی اعمال میں اپنی زندگی صرف کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے اور کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے۔ اور جو لوگ ملکی و سیاسی کاموں کو نہایت سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے مذہب اور اخلاق کا سررشتہ بالکل چھوٹ جاتا ہے۔ لیکن قدرت کا کوئی کلیہ استثناء سے خالی نہیں ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس استثناء کی ایک نہایت عمدہ مثال ہیں۔

وہ جس پابندی اور مستعدی کے ساتھ مذہبی اعمال انجام دیتے تھے۔ اسی شوق و شغف کے ساتھ خلافت کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔ ان کی مشغولیت کو دیکھ کر بعض اشخاص ترس کھاتے تھے۔ اور ان کو آرام لینے کی ترغیب دیتے تھے۔ لیکن ان پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ عام معمول یہ تھا کہ دن بھر رعایا کے معاملات اور مقدمات کے فیصلہ میں مشغول رہتے۔ عشاء کے بعد چراغ جلا کے بیٹھتے اور پھر یہی کام شروع ہو جاتا۔ اس کے بعد باب رکے سے امور خلافت کے متعلق مشورہ لیتے۔ رات کے بقیہ اوقات جو بچتے۔ وہ عبادت گزار اور استراحت میں صرف کرتے۔ ایک دن رجا بن حیوۃ نے جو ان کے مشیر خاص تھے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کے اوقات تو بالکل رعایا کے معاملات میں صرف ہوتے ہیں۔ رات کو تھوڑا سا فرصت کا جو

وقت ملتا ہے۔ اس کو ہماری صحبت میں صرف کر دیتے ہیں۔ بولے لوگوں کی ملاقات سے عقل پار اور ہوتی ہے۔ اور مشورہ و مناظرہ رحمت کا دروازہ اور برکت کی کنجی ہے۔ جن کی وجہ سے کوئی راتے گمراہ نہیں ہوتی۔

اس مستندی کی بنا پر روز کا کام اسی روز انجام دیتے۔ ایک دن ان کے بھائی ریان بن عبدالعزیز نے ان کو مشورہ دیا کہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لیے باہر نکل جایا کیجئے۔ بولے پھر اس دن کام کیوں کر انجام پائے گا؟ انہوں نے کہا کہ دوسرے دن ہو رہے گا۔ بولے روز کا کام روز انجام پا جائے تو یہی بہت ہے۔ دو دن کا کام ایک دن میں کیوں کر پورا ہوگا؟

بعض اشخاص نے ان کی فرصت کے اوقات سے متمتع ہونے کی خواہش ظاہر کی تو بولے فرصت کہاں؟ فرصت گئی۔ اب صرف خدا کے یہاں فرصت نصیب ہوگی۔

خصوصیات حکومت | خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کے نام جو فرمان روانہ کیا اس کو پڑھ کر اس نے صاف کہہ دیا کہ یہ ان کے اسلاف کا کلام نہیں ہوتا۔ اور وہ ان کی شاہراہ پر چلنا نہیں چاہتے۔ یہ ان کے نظام حکومت کی خصوصیات پر ایک اجمالی ریویو ہے۔ اس لیے ہم کو تفصیل کے ساتھ بتانا چاہیے کہ ان کا طرز جہاں بنا فی کیا تھا؟ اور وہ کن اسباب کی بنا پر تمام خلفائے بنو امیہ سے مختلف تھا؟

اگرچہ یہ اختلاف ان کے نظام حکومت کے تمام جزئیات سے نمایاں ہو سکتا ہے لیکن جن خصوصیات کی بنا پر ان کا دور حکومت تمام خلفائے بنو امیہ کے دور حکومت سے ممتاز تھا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱) خلافت اسلامیہ کی بنیاد صرف کتاب و سنت اور آثار صحابہ پر قائم ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور سے یہ بنیاد بالکل متزلزل ہو چکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز

لے یعقوبی ج ۲ ص ۳۶۷ و طبقات ابن سعد ص ۲۵۶۔ لے سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۹۱۔ لے طبقات ابن سعد

ص ۲۹۴۔ لے طبری ص ۱۳۶۳۔

نے دوبارہ اس کو قائم کیا۔ اور عمر بھر قائم رکھا۔ چنانچہ ایک بار زمانہ حج میں خطبہ دیا تو عام اعلان کیا کہ جو عامل کتاب و سنت پر عمل نہ کرے اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ ایک موقع پر جب عباس بن ولید نے ان کے سامنے ولید کے ہاتھ کی ایک سند پیش کی۔ تو فرمایا خدا کی کتاب ولید کی کتاب سے زیادہ قابل اتباع ہے۔ ابو بکر بن حزم کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جو خط آتا تھا۔ اس میں سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مردہ کرنے کا حکم لازمی طور پر ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر خدا میرے گوشت کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے ہر بدعت کو مردہ اور سنت کو زندہ کرے یہاں تک کہ خیر میں میری جان پر بن جائے تو یہ خدا کے معاملہ میں نہایت آسان کام ہوگا۔ انھوں نے اس خصوصیت کو اپنی زندگی کی روح رواں قرار دیا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر میں سنت کو زندہ نہ کر سکوں یا شاہراہ حق پر نہ چل سکوں تو ایک منٹ بھی زندہ رہنا پسند نہ کروں گا۔

خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں سب سے زیادہ روشن زمانہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے سیاسی منزل میں قدم رکھا تو حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہما ہی کے نقش قدم کو چراغِ راہ بنایا۔ چنانچہ اس کے متعلق سالم بن عبداللہ کو ایک خط لکھا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

وقد رأيت ان اسير في الناس
بسيرة عمر بن الخطاب رضي الله عنه
ان قضى الله ذلك واستطعت
اليه سبيلا فابثت الي بكتب
عمر وقضائه في اهل القبلة و
اهل العهد فاني متبع اثره و

میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے معاملے میں حضرت
عمر بن الخطابؓ کی روش اختیار کروں۔ بشرطیکہ
یہ خدا کو منظور ہو اور میں اس پر قادر ہوں۔ آپ
میرے پاس حضرت عمرؓ کی تحریریں اور ان کے
فیصلے جو انھوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے
متعلق کئے ہیں۔ بھیج دیجئے۔ اگر خدا کو منظور

سائر سیرتہ انشاء اللہ تعالیٰ علیہ

ہوگا تو میں ان کے نقشِ قدم چلوں گا۔

اگرچہ اس روش کے اختیار کرنے کے لیے ان کا زمانہ اس قدر ناموزوں تھا کہ خود سالم ابن عبداللہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا دوسرے زمانے میں اور دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے کیا۔ اگر تم نے باوجود ان ظالمانہ آزمائشوں کے اس کے مطابق عمل کیا تو تم خدا کے نزدیک عمرؓ سے زیادہ افضل ہو گے۔ تاہم حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان مشکلات کی کچھ پروا نہ کی اور اپنا نظام حکومت اسی بنیاد پر قائم کیا۔ جس پر عہدِ خلافت راشدہ میں قائم ہو چکا تھا۔ اسی بنا پر بعض محدثین نے ان کو اسی سلسلے کی ایک کڑی خیال کیا ہے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ خلفاء پانچ ہیں۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور عمر بن عبدالعزیزؓ۔

(۱۲) ان کی خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جمہوریت کی روح کو جو بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ از سر نو زندہ کیا۔ ان کے اخلاق و عادات میں اگرچہ خلافت کے بعد انقلاب پیدا ہوا۔ تاہم ان کی طبیعت ابتدا ہی سے جمہوریت پسند واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ جب وہ ولید کی طرف سے مدینہ کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو مدینہ کے فقہار میں عروہ بن زبیر۔ عبید اللہ بن عبداللہ ابن عتبہ۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث۔ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حتمہ۔ سلیمان بن یسار۔ قاسم ابن محمد۔ سالم بن عبداللہ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور خارجہ بن زید ابن ثابت کو طلب کیا۔ اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لیے طلب کیا ہے۔ جس پر آپ کو ثواب ملے گا۔ اور آپ لوگ حق کے معاون قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کی رائے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دینا چاہتا۔ یہ سن کر ان تمام بزرگوں نے ان کو جزائے خیر کی دعادی کی۔ خلیفہ ہوئے تو چند منتخب لوگوں کو ندیم خاص مقرر کیا جو ان کو تمام ملکی معاملات میں مشورہ دیتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۷۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۳۔ ۳۔ ابوداؤد کتاب السنۃ باب

فی التفصیل۔ ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴۶۔

کان العزیز عبد العزیز سہار
 ينظرون فی امور الناس
 حضرت عمر بن عبد العزیز کے چند صاحب تھے
 جو رعایا کے معاملات میں غور کیا کرتے تھے۔

(۲) ان کے دور حکومت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے زمانے میں علماء کا رسوخ و اقتدار بہت زیادہ ترقی کر گیا۔ وہ ہمیشہ علماء سے مشورہ لیتے تھے۔ علماء سے صحبت رکھتے تھے اور علماء کو مقرب بارگاہ بنا سکتے تھے۔ طبقات میں متعدد علماء کے نام لکھے ہیں جو ان کے خواص میں تھے۔ عدی بن اوطاہ کو جو ہمیشہ شرعی امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ لکھا کہ گرمی اور سردی میں تم ہمیشہ ایک مسلمان کو تکلیف دیتے ہو کہ مجھ سے سنت کے متعلق استفسار کرے۔ تم اس طریقہ سے میری عظمت کرتے ہو۔ خدا کی قسم حسن بصری تمہارے لیے کافی ہیں۔ جب یہ خط پہنچے تو میرے لیے اور اپنے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے انہی سے استفسار کیا کرو۔ خداوند تعالیٰ احسن بصری پر رحم کرے کہ وہ اسلام میں ایک بڑے درجہ کے شخص ہیں۔ اور ان کو میرا خط پڑھ کر سناؤ۔

عَمَّال | زمانہ قدیم کا نظام سلطنت اس زمانہ کے نظام حکومت سے بالکل مختلف تھا۔ آج سلاطین کی شخصیتیں بدل جاتی ہیں، نظام حکومت الٹ پلٹ جاتا ہے۔ شخصیت کی جگہ جمہوریت لیتی ہے۔ لیکن سلطنت کے اعضاء و جوارح یعنی عمال پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن قدیم زمانے میں سلاطین کی شخصیت کا تغیر و تبدیل گویا نظام سلطنت کا انقلاب کلی تھا۔ اور یہ انقلاب حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ انھوں نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی ان تمام مفاسد کی اصلاح کرنی چاہی جن کا مادہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ ہی سے روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا۔ لیکن اس کے لیے سب سے بڑی ضرورت ان پرتزوں کی تھی جو نہایت نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ سلطنت کی کل کو چلائیں۔ اور ان کے زمانے میں اس قسم کے اجزاء صالح تقریباً مفقود ہو چکے تھے۔ ایسا بن معاویہ کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ایک نہایت تیز دست صنّاع تھے۔ لیکن ان کے پاس

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۶۳۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۲۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۰۱۔

اوزار نہ تھا۔ جس سے وہ کام لیتے۔ خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو نظر آتا تھا کہ ان کے لئے جس قسم کے اعوان و انصار کی ضرورت ہے۔ وہ سرکاری دفتروں میں نہیں مل سکتے۔ ان کے لئے وہ اپنی نگاہ کو دور دور تک دوڑاتے تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی سریشی بندہ ایشیاں نظر آتا تھا اس کو اسی جال میں پھنسانا چاہتے تھے۔ جس میں خود گرفتار ہو چکے تھے۔ سلف صالحین میں سے ایک بزرگ شام میں عزلت گزیرے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو معلوم ہوا تو ان کو لکھا کہ سچے مددگار کہیں نہیں ملتے۔ آپ میری اعانت فرمائیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں گنہگاروں کی اعانت نہیں کر سکتا۔ تاہم عمال سلطنت کا تقریر ضروری تھا۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی مختلف اشخاص کو ذمہ داری کے مختلف عہدے دیئے جن کے نام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابوبکر بن محمد بن حرم

سیلمان بن عبدالملک۔ نے ان کو ہرینہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بھی ان کو اس عہدہ پر قائم رکھا۔
ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو جزیرہ کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو دمشق کا گورنر مقرر کیا۔
ان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن خطاب
عدی بن ارطاة
عروہ بن محمد بن عطیہ السعدی
عدی بن عدی الکنذی
اسماعیل بن عبید اللہ بن ابی المہاجر
محمد بن سوید الفہری
جراح بن عبداللہ الحکمیؓ

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۴۰۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۴۱۔ ۳۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۵۱۔

لیکن ان کے علاوہ اور بہت سے عہدے اور بہت سے اشخاص تھے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نظام سلطنت کے لیے ضروری نہ تھے۔ مثلاً ان میں بہت سے چوبدار اور پہرے دار تھے۔ جن کا وجود سلاطین کی شان و شوکت اور ذاتی مصالح کے لحاظ سے ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ان کی تعداد چھ سو تھی۔ جن میں تین سو پولیس سے تعلق رکھتے تھے۔ اور تین سو پہرہ دار تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کو زہد و تقشف نے اس قسم کی شان و شوکت کے اظہار سے بے نیاز اور توکل علی اللہ نے ہر قسم کے خطرات سے بچا کر دیا تھا۔ اس لیے انھوں نے ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بے نیاز ہوں، تقدیر میری محافظ اور موت میری نگہبان ہے، تاہم ان کو بالکل موقوف کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اس بنا پر حکم دیا کہ جو شخص رہنا چاہے۔ اس کو دس دینار تنخواہ ملے گی۔ اور جو شخص قطع تعلق کرنا چاہے۔ وہ قطع تعلق کر سکتا ہے۔

شخصی حیثیت سے انھوں نے صرف خالد بن ریان کو موقوف کیا جو جلا د تھا اور خلفاء کے سامنے ہمیشہ تلوار لیے ہوئے کھڑا رہتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی قساوت قلب کا پہلے سے ذاتی تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے خلیفہ ہونے کے بعد خالد حسب معمول تلوار لے کر سامنے کھڑا ہوا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ تلوار رکھ دو۔ خداوند میں تیرے لیے خالد کو پست کرتا ہوں۔ اس کو تو کبھی بلند نہ کرنا۔ خالد کی موقوفی کے بعد اس کی جگہ پر عمر دین مہاجر الانصاری کو مقرر کیا۔ جو نہایت مذہبی شخص تھا۔ اٹھ عمال کے عزل و نصب کا دار و مدار جن اصول پر تھا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱) کوئی شخص جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قرابت دار ہوتا اس کو کبھی عامل مقرر نہیں کرتے تھے۔ بیٹے سے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا۔ ایک بار تمام بیٹوں کو جمع کر کے پوچھا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تم میں ہر

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۸ - ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۴۰ -

ایک کو ایک ایک صوبہ کا گورنر کر دوں اور تم چلو تو تمہارے ساتھ ڈاک کا گھنگھرو بجاتا چلے۔ ایک لڑکے نے کہا جو کام آپ کو کرنا نہیں ہے۔ اس کا سوال کیوں کرتے ہیں؟ بولے تم دیکھتے ہو کہ میرا یہ فرش پرانا ہو چلا ہے۔ لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم اس کو اپنے موزوں سے میلا کرو۔ پھر تم کو اپنا دین کیوں کہ حوالہ کر دوں کہ ہر صوبہ میں اس کو گرد آلود کر دو۔

ایک بار جراح بن عبداللہ الحکمی نے عبداللہ بن اہتم کو عامل مقرر کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ^{رض} کو خبر ہوئی تو لکھا کہ اس کو موقوف کر دو۔ کیونکہ اور باتوں کے علاوہ وہ خود امیر المؤمنین کا رشتہ دار ہے۔

(۲) جو لوگ کسی عہدے کے خواستگار ہوتے تھے۔ ان کو وہ عہدہ نہیں دیتے تھے۔ اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی تھی۔ ایک بار دو بھائی یعنی بلال بن ابی بردہ اور عبداللہ بن ابی بردہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دونوں نے اپنی مسجد میں اذان دینے کے متعلق مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ان کی نسبت بدگمانی پیدا ہوئی۔ ایک اور شخص کو کو خفیہ طور پر مقرر کیا کہ ان سے جا کر کہے کہ اگر میں امیر المؤمنین سے کہہ کر تم دونوں کو عراق کی گورنری دلا دوں تو مجھے کیا دو گے؟ اس نے بلال سے جا کر پوچھا تو اس نے ایک لاکھ دینے کا وعدہ کیا۔ آدمی نے آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خبر کی تو عبدالحمید بن عبدالرحمن گورنر عراق کو لکھ بھیجا کہ نہ بلال یعنی برے بلال کو کوئی عہدہ دو نہ آل موسیٰ کو۔

(۳) جو لوگ سفاک اور ظالم ہوتے تھے۔ ان کو بھی کوئی عہدہ نہیں دیتے تھے۔ ایک بار جراح بن عبداللہ الحکمی نے عمارہ کو عامل مقرر کیا۔ تو انہوں نے لکھا کہ مجھ کو نہ عمارہ کی ضرورت ہے نہ عمارہ کی مار پیٹ کی۔ نہ اس شخص کی جس نے اپنے ہاتھ کو مسلمانوں کے خون سے رنگین

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۴، تاریخ الخلفاء میں ہے کہ یہ سوال انہوں نے خاندان بنو امیہ کے چند افراد سے کیا تھا، ممکن ہے کہ لڑکے بھی اس میں شامل ہوں۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۶۔ ۳۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۹۲۔

کیا ہے۔ اس لیے اس کو معزول کر دو۔ خود جراح اور یزید بن مہلب کی معزولی کا سبب بھی یہی ظلم و عدوان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حجاج کے ملازموں اور اس قبیلہ کے لوگوں کو کوئی جگہ نہیں دیتے تھے۔ ابو مسلم جو حجاج کا جلا اور اس کا ہم قبیلہ تھا ایک فوج میں شریک ہوا۔ تو انہوں نے اس کو واپس بلا لیا۔ اسی طرح اور ایک شخص کو کوئی عہدہ دیا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حجاج کا عامل رہ چکا ہے تو اس کو موقوف کر دیا۔ اس نے معذرت کی کہ میں نے حجاج کی ماتحتی میں بہت کم کام کیا ہے۔ بولے بڑی صحبت ایک دن کی بھی بہت ہوتی ہے۔

(۴) عمال کے تقرر میں صرف لحاظ رکھتے تھے کہ قرآن و حدیث کا عالم ہو۔ چنانچہ اس وصف

کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے تمام عمال کے نام ایک عام فرمان بھیجا کہ اہل قرآن کے سوا اور کوئی شخص کسی عہدے پر مامور نہ کیا جائے۔ لیکن تمام عمال کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے اہل قرآن سے کام لیا مگر وہ خائن نکلے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اب بھی اس پر اصرار رہا اور لکھا کہ خبردار مجھے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم نے اہل قرآن کے سوا اور کسی کو عامل بنایا ہے۔ اگر اہل قرآن میں بھلائی نہیں ہے۔ تو دوسروں میں تو اور نہ ہوگی۔ گے

(۵) لیکن ان کے علاوہ جس شخص میں مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے کوئی خوبی پاتے تھے

اس کو حکومت کی کل میں رگانا چاہتے تھے۔ ان کے زمانہ خلافت سے پہلے سلیمان بن عبدالملک کے پاس اہل مصر کا ایک وفد آیا تھا۔ جس میں ایک شخص ابن خدام نامی بھی شریک تھا۔ سلیمان نے ان لوگوں سے اہل مغرب کے بعض حالات پوچھے۔ اور ابن خدام کے سوا سب نے وہاں کے حالات بیان کئے۔ وفد رخصت ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن خدام سے خاموشی کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہوئے مجھے خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس واقعہ کو یاد رکھا۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ ہوئے تو اس کو مصر کا قاضی مقرر کیا گے

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۶۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۹۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز

ص ۱۰۰۔ کہ کتاب دلائل مصر ص ۳۸۸۔

۱۰ تمام اخلاقی اوصاف میں سب سے زیادہ دیانت کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاة کو لکھا کہ فوج کے عرفا کی جانچ پڑتال کرو۔ جو شخص امین ہو اس کو رکھو اور جس کی امانت پر تم کو اعتماد نہ ہو اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرو۔ لیکن امانت اور پرہیزگاری پر سب سے زیادہ نظر رہے۔ قضات کے لیے اور سخت شرائط لگاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ قاضی میں پانچ خوبیاں ہونی چاہئیں۔ سنت نبویہ کا عالم ہو۔ حلیم ہو۔ جلد باز نہ ہو۔ پاک دامن ہو۔ اور مشورہ لینے والا ہو۔

(۶) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ خود اس قدر متقشف تھے کہ روزانہ دو درہم ان کے لیے کافی ہوتا تھا۔ لیکن عمال کی تنخواہیں نہایت فیاضی کے ساتھ مقرر کی تھیں۔ چنانچہ ایک بار کسی نے معترضانہ لہجہ میں ان سے کہا کہ آپ عمال کو سو سو اشرفیاں دو دو سو اشرفیاں بلکہ اس سے بھی زیادہ تنخواہ کس بنا پر دیتے ہیں۔ بولے کہ "وہ کتاب و سنت پر عمل کریں تو یہ بہت کم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو معاش اور اہل و عیال کے جھگڑوں سے فارغ کر دوں۔"

(۷) اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی شخصیت صالحہ نے جیسا کہ میمون بن مہران نے ان کو یقین دلایا تھا۔ ان کے تحت حکومت کے گرد بہترین اشخاص لاکر جمع کر دیئے تھے۔ لیکن یہ تمام شخصیتیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ہی کا وجود ظلی تھیں۔ اور ان ہی کے اشاروں سے یہ تمام پرزے حرکت کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا قاعدہ تھا کہ بات بات پر عمال کو ہاتھیں کرتے رہتے تھے۔ احکام بھیجتے رہتے تھے۔ ان کو کام کرنے کی ترغیب و ترہیب دیتے رہتے تھے۔

لیے طبائع پر خواہ مخواہ ان کا اخلاقی اثر پڑتا تھا۔ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم دن کی طرح

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۹۳۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۳۸۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۱۶۴۔ ۴۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو جب قابل اعتماد اعوان و انصار کی جستجو ہوئی تو میمون بن مہران نے کہا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ آپ ایک بازار میں وہی مال آتا ہے جو چلتا ہے۔ اس لیے جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کے یہاں صرف کھرا مال چلتا ہے تو سب کے سب کھرا مال لے کر آئیں گے۔ (طبقات ص ۲۹۱)

رات کو بھی کام کرتے تھے۔ اور یہ صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی ترغیب و تحریض کا اثر تھا۔ ایک بار ایک عامل نے ان کی خدمت میں کوئی شکایت کی۔ انھوں نے اس کو ایک ایسا موثر خط لکھا کہ وہ اپنے عہدے کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کا خط پڑھ کر دل کانپنے لگا۔ اب میں اپنی خدمت پر کبھی نہ جاؤں گا۔^۱

محدث ابن جوزی نے ان تمام احکام و فرامین کو ایک مستقل باب میں جمع کر دیا ہے۔ جن میں اگرچہ نہایت جزئی جزئی ہدایتیں شامل ہیں۔ لیکن اہم امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) احیائے سنت۔ احمائے بدعت اور تقسیم وظائف کی طرف ان کی اس قدر توجہ تھی

کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا جو خط آتا تھا۔ اس میں ان تینوں میں سے کسی نہ کسی چیز کی ہدایت ضرور ہوتی تھی۔^۲

(۲) اعمال کو سخت تاکید تھی کہ حجاج کی روش اختیار نہ کریں۔ ایک بار عدی بن ارطاة کو

لکھا کہ میں تمہیں حجاج کی روش سے روکتا ہوں۔ کیوں کہ حجاج ایک مصیبت تھا۔ ایک قوم نے

اپنے عمل سے اس کی غلط کاریوں کی موافقت کی۔ اس لیے اپنے زمانے میں اس نے جو چاہا

کیا۔ لیکن اب وہ زمانہ گزر گیا اور خدا کی سلامتی پھر واپس آگئی۔ اگر وہ صرف ایک ہی دن رہے

تب بھی یہ خدا کا عطیہ ہوگا۔ میں نے نماز کے متعلق اس کی تقلید سے روکا ہے۔ کیوں کہ وہ وقت

میں تاخیر کرتا تھا۔ میں نے زکوٰۃ کے متعلق اس کی تقلید سے روکا ہے۔ کیوں کہ وہ بے محل لیتا

تھا۔ اور بے محل صرف کرتا تھا۔

ایک اور عامل نے ذمیوں کے کھلیانوں کی حد بندی کی تو اس کو لکھا کہ ایسا نہ کرو۔ یہ

حجاج کا طریقہ تھا اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔^۳

(۳) تمام اعمال کو عدل و انصاف کا سخت تاکید حکم تھا۔ ایک عامل نے لکھا کہ ہمارا شہر

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۵۶۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۰۔

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۱۔ ۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۸۔

دیران ہو گیا ہے۔ کچھ مال مرحمت فرمائیے کہ اس کی مرمت کریں۔ اس کے جواب میں لکھا کہ اس کو عدل سے قلعہ کرو۔ ظلم سے اس کے راستوں کو صاف کرو۔ یہی اس کی مرمت ہے۔
 ایک عامل کو لکھا کہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ خشک، ان کے مال سے اپنا پیٹ
 خالی۔ اور ان کی عزت سے اپنی زبان کو محفوظ رکھو۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم پر کوئی اعتراض نہیں۔
 اعتراض اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ایک عامل کو لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے جس قدر ظلم کیا ہے۔ اگر تم اتنا انصاف،
 احسان اور اصلاح کر سکو تو کرو۔

(۴) لیکن ان کو صرف ان ہدایات پر قناعت نہ تھی۔ بلکہ مناسب طریقوں سے وہ عمال کے
 طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے کہ جاوہ اعتدال سے ہٹنے نہ پائیں۔ ریح ابن عبیدہ کا
 بیان ہے کہ میں نے ایک بار ان سے کہا کہ عراق میں جائداد میرے اہل و عیال ہیں اگر اجازت
 ہو تو میں ان کو دیکھ آؤں۔ انھوں نے اصرار کے بعد اجازت دے دی۔ جب میں رخصت ہونے
 لگا تو میں نے کہا کہ اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے۔ بولے میری ضرورت صرف
 یہ ہے کہ اہل عراق اور ان کے ساتھ حکام و عمال کے طرز عمل کے متعلق حالات دریافت کرو۔
 میں نے لوگوں سے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو سب کو عمال کا مداح پایا۔ واپس آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز
 کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ "اگر تم نے اس کے خلاف خبر دی ہوتی تو
 میں ان کو معزول کر دیتا" لیکن اس کے باوجود اس دار گیر کے وہ عمال کو عملاً کسی قسم کی سزا
 دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ان سے اس کے متعلق استمراج کیا گیا تو بولے کہ یہ
 مجھے پسند ہے کہ عمال خدا کے پاس اپنی اپنی حاجتیں لے جائیں لیکن مجھے یہ گوارا نہیں کہ میں خدا کے
 پاس ان کے خون کا بوجھ اپنی گردن پر لے کے جاؤں۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۰۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۴۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز

ص ۳۸۳۔ ۴۔ کتاب الخراج ص ۶۸۔ ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۲۷۷

ذمیوں کے حقوق | ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱) ان کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔ اور اسی طرح کی جائے جس طرح مسلمانوں کی کی جا سکتی ہے۔

(۲) ان کی مذہبی عمارتیں محفوظ رکھی جائیں اور ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی جائے۔

(۳) جزیہ کی وصولی میں کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے۔ بلکہ ہر قسم کی رعایتیں کی جائیں۔

(۴) عام حقوق میں ان پر مسلمانوں کو کسی قسم کا تفوق و امتیاز حاصل نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے مساوی قرار دیئے جائیں۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس طرح ان تمام چیزوں کی نگہداشت کی اس کی نظیر خلافت راشدہ کے سوا اور خلفاء کے دور میں بہ مشکل مل سکتی ہے۔ انہوں نے ذمیوں کی جاندار

کی حفاظت میں خاندانی تعلقات کی بھی پروا نہیں کی۔ چنانچہ جب انہوں نے اموال منسوبہ کو واپس کرنا شروع کیا تو جمص کے ایک بوڑھے ذمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المؤمنین

عباس بن ولید بن عبدالملک نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ عباس بھی وہی موجود تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم کیا جواب دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ اس کو ولید نے

مجھے جاگیر میں دیا ہے۔ اور میرے پاس اس کی سند بھی ہے۔ اب ذمی کی طرف مخاطب ہوئے اس نے کہا میں آپ سے کتاب اللہ کے موافق فیصلہ چاہتا ہوں۔ بولے خدا کی کتاب ولید کی سند

پر مقدم ہے۔ عباس تم اس کی زمین چھوڑ دو لیے۔ ان کے عہد میں ذمیوں کی تمام چیزیں اس قدر محفوظ تھیں۔ کہ ان سے ذرہ برابر بھی

تعرض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بار ربیعہ شوزمی نے ایک بنطی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو ۱۰۰ کھوڑے لگوائے۔ ایک بار ان کے

۱۵-۱۶ - لے ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۶

عامل کو لکڑی کی ضرورت پڑی جو کسی ذمّی کے یہاں تھی۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے استصواب کیا تو انھوں نے لکھا کہ پوری قیمت لے لو۔

جان جاندا دے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ذمیوں کی جان کو ہمیشہ مسلمانوں کی جان کے برابر سمجھا۔ ایک بار کسی مسلمان نے چہرہ کے کسی ذمّی کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے وہاں کے گورنر کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کر دو۔ چاہے وہ قتل کرے۔ چاہے وہ معاف کر دے۔ چنانچہ اس نے قاتل کو اس کے حوالے کر دیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پہلے ذمیوں کے بعض مذہبی حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔ اس بنا پر انھوں نے صرف ان حقوق کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ ان کو نئے بہرے سے قائم کیا۔ دمشق میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا۔ جو خاندان بنو نصر کی جاگیر میں آگیا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں اس کا دعویٰ کیا۔ اور انھوں نے اس کو واپس دلا دیا۔ ایک اور مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدے میں داخل ہے تو تم اس کو نہیں پاسکتے۔

دمشق میں عیسائیوں کا سب سے بڑا کنیسہ یوحنا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ اور عبدالملک ابن مروان نے اس کو بیش قرار قیمت پر لے کر مسجد میں شامل کرنا چاہا۔ لیکن عیسائی راضی نہیں ہوئے۔ ولید نے بھی یہ کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بالآخر اس نے جبراً گرجے کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا دورِ خلافت آیا تو عیسائیوں نے اس کی واپسی کی درخواست کی اور انھوں نے اس کو واپس کر دیا۔ لیکن تمام مسلمانوں کو اس کا سخت رنج

۱۔ مقررہ ج ۱ ص ۲۹۵۔ ۲۔ نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ ص ۳۶۰۔

۳۔ فتوح البلدان ص ۱۳۰۔

ہوا۔ اور انھوں نے اس کے عوض میں غوطے کے تمام گرجے ان کے حوالہ کئے۔ اور ان کو مطالبہ سے باز رکھا۔

جزیرہ کی تخفیف اور وصولی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہمیشہ ذمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کیا۔ عراق میں جب ابن الاشعث نے حجاج سے بغاوت کی تو اس نے ان کے زمینداروں پر اس کی اعانت کا الزام قائم کیا۔ اور ان کے خراج و جزیرہ کو بہت زیادہ سنجیدگی سے لیا۔ وہ پہلے اپنے جزیرہ میں مصالحتہ سالانہ کپڑے دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب ان کی مصالحت میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی تو حضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ نے کپڑوں کی تعداد میں کمی دی۔ لیکن حجاج نے اس جرم میں اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ یعنی سالانہ ۸ سو رنگین کپڑے کے بدلے ۲۰ کپڑے کر دیئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ان لوگوں نے اپنے مصالحتہ کپڑے اظہار کیا تو انھوں نے گھٹا کر دو سو کپڑے کر دیئے جن کی قیمت ۸ ہزار درہم تھی۔

برابرہ کے ممالک میں ایک گاؤں جس کا نام کواتہ تھا۔ وہاں کے باشندوں سے حضرت عمرو بن العاص نے مصالحت نامہ میں یہ شرط کر لی تھی کہ عورتوں اور بچوں کو فروخت کر کے انھیں جزیرہ ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عام حکم دے دیا کہ جس کے پاس عورتوں کی عورتیں ہوں وہ یا ان کے بالوں سے نکاح کی درخواست کرے یا ان کو واپس کر دے۔ ذمیوں کے ساتھ جزیرہ وغیرہ کی وصولی میں وہ جس قدر نرمی سے کام لیتے تھے۔ اسے اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! یہ کیا بات ہے کہ آپ کے زمانے میں بازار کا نرخ نہایت گرا ہے۔ اور دوسرے خلفاء کے زمانے میں بازار اتنا تھا۔ بولے! وہ لوگ ذمیوں کو ناقابل برداشت تکلیفیں دیتے تھے۔ اس لیے جس شخص پر ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے غلہ کو فروخت کر ڈالتے تھے۔ اور میں ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہوں جس کا وہ متحمل ہو سکے۔ اس لیے ہر شخص جس طرح چاہتا ہے فروخت کرتا ہے۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۱۳۲۔ ۲۔ فتوح البلدان ص ۷۷۔ ۳۔ فتوح البلدان ص ۲۳۳۔ ۴۔ کتاب الخراج ص ۷۶۔

عمال کو حکم بھیجتے رہتے تھے کہ ذمیوں کے ساتھ ہر قسم کی اخلاقی رعایتیں کی جائیں۔ چنانچہ
سبار عبدی بن ارطاة کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کرو اور اگر ان میں کوئی شخص بوڑھا ہو جائے اور
نادار ہو تو اس کے مصارف کے متکفل بنو۔ اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اس کو حکم دو کہ اس
کے مصارف برداشت کرے۔ جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اس کو آزاد کرنا پڑے
یا تادم آخر تک اس کو کھلانا پڑے گا۔

عام حقوق میں انھوں نے ذمیوں اور مسلمانوں کو ہمیشہ ایک صف میں کھڑا کیا۔ ایک بار
لمہ بن عبد الملک اور دیر اسحق کے چند ذمی ان کے دربار میں فریق مقدمہ کی حیثیت سے
آئے تو مسلمہ آکر فرش پر بیٹھ گئے۔ اور ذمی بے چارے کھڑے رہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز
نے دیکھا تو بولے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہیں اپنے فریق کے برابر کھڑا ہونا گوارا نہیں ہے۔
کسی کو وکیل کر دو۔ مسلمہ نے ایک شخص کو وکیل کر دیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے مقدمہ کو
ان کے خلاف فیصل کیا۔ اسی طرح جب ہشام بن عبد الملک پر ایک عیسائی نے مقدمہ دائر
یا۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو اپنے فریق کے برابر کھڑا کیا۔ ہشام نے عیسائی کے
ساتھ سخت کلامی شروع کی تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ڈانٹا۔ اور سزا دینے کی دھمکی دی۔

قامت عدل | کسی واقعہ کی شہرت کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اس کے متعلق مبالغہ آمیز
واہتیں پیدا ہو جائیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عدل و انصاف کے واقعات اس معیار پر
بیک اترتے ہیں۔ شعراء جب مبالغہ آمیز طور پر کسی بادشاہ کے عدل و انصاف کا ذکر کرتے ہیں۔
کہتے ہیں کہ اس کے زمانے میں بھیڑ یا اور بکری ایک ساتھ پانی پیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ
بھیڑ یا بکری کی چوبانی کہتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں اس مبالغہ نے واقعہ

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸۰ - ۲۸۱ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۳۷ اصل کتاب میں یہ تصریح نہیں کہ یہ لوگ
ذمی تھے۔ لیکن ہم نے دیر اسحق کی مناسبت سے ان لوگوں کو ذمی قرار دیا ہے۔ ۳۔ رسائل شبلی بحوالہ

کی صورت اختیار کر لی۔ اور اس کے متعلق بہت سی موضوع روایتیں پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ موسیٰ بن
 اعین سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت کے زمانے میں بکریاں چرانے
 تھے۔ تو بھیڑیے بھی ان کے ساتھ ساتھ چرتے تھے۔ لیکن ایک رات بھیڑیے ایک بکری پر
 حملہ کیا تو میں نے کہا کہ وہ نیک مرد ضرور ہو گیا۔ چنانچہ واقعی انہوں نے اسی شب کو انتقال کر
 لیا۔ اب ہم کو تاریخی واقعات کی زبان سے یہ بتانا چاہیے کہ اس مبالغہ میں سچ کا کس قدر
 حصہ شامل ہے۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے عہد خلافت سے پہلے

۱) رعایا کے مال و جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔

۲) قبلہ گاہ یعنی نبوہ شتم کے تمام حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔

۳) نہایت سفاک اور خونریز اعمال مقرر کئے گئے تھے۔

۴) محض ظن و تخمین کی بنا پر رعایا کو سزائیں دی جاتی تھیں۔ اور عورتوں کو مردوں کے بد
 میں گرفتار کیا جاتا تھا۔

۵) رعایا سے بغیر مزد و اجرت بیکار کی خدمت لی جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ان تمام مظالم
 طرف توجہ کی۔ اور عدل و انصاف کا منارہ بلند کیا۔ مورخ یعقوبی لکھتا ہے۔

فکت عمر اعمال اهل بیتہ

سماها مظالم و کتب الی عماله جیعا

امابعہ فان الناس قد

اصابهم بلاء و شدۃ

وجور فی احکام اللہ و سنن

الہی میں ان بدترین عہدہ داروں کی وجہ
 سے جنہوں نے بہت کم انصاف۔ نرمی اور

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۷۰

احسان کا ارادہ کیا۔ مصیبت۔ سختی اور ظلم

میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے بڑے دستور

سنة سنہا علیہم عمال السعیر

قلما تصد وقصد الحق والرفق

والاحسان لہ

قائم کئے

چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے رعایا کے حقوق کی طرف توجہ کی اور اموالِ مغبوبہ کو واپس

یا۔ جس کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

خاندان نبوت کے حقوق کی پامالی کا آغاز حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانے میں ہو چکا تھا۔

چنانچہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا۔ اور جس سے آپ بنو ہاشم کی اعانت کرتے

تھے۔ اس کو انھوں نے مروان کی جاگیر میں دے دیا تھا۔ خمس جو خالص بنو ہاشم کا حق تھا، اس

بھی انھوں نے روک دیا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ولید اور سلیمان بن عبدالملک کو

نی خلافت سے پہلے اس طرف توجہ بھی دلائی۔ لیکن دونوں نے انکار کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

دور آیا تو انھوں نے اپنے قدیم مشورہ پر عمل کیا۔ فدک کا نصف حصہ اگرچہ وراثتہ خود ان کی ملک

سا گیا تھا۔ لیکن ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہ میرے لیے جائز نہیں ہے۔

بری رائے ہے کہ عہد نبوت۔ عہد ابوبکرؓ۔ عہد عمرؓ اور عہد عثمانؓ میں اس کی جو حالت تھی۔ اس پر

اس کو واپس لاؤں۔ اور بعد کو جو کچھ ہوا، اس کو چھوڑ دوں۔ خمس کے متعلق بھی تحقیقات کی اور

پنج ہزار دینار ابوبکر بن حزم کے پاس بھیجے اور لکھا کہ اس میں پانچ ہزار اور ملا کر بنو ہاشم کے مرد۔

دلت۔ چھوٹے بڑے سب کو برابر دے دو۔ اگرچہ زید بن حسن سخت برہم ہوئے کہ ہم کو نوٹوں

کے برابر کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی کچھ پروا نہیں کی۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل سے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پہلا مال

وہم اہل بیت پر تقسیم کیا۔ اس میں مرد، عورت اور بچے سب کے سب برابر شریک تھے اور

ایک کو تین تین ہزار اشرفیاں ملیں۔ انھوں نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر میں زندہ رہا تو

تمہارے تمام حقوق تم کو دوں گا۔

خاندان نبوت پر اس کا نہایت عمدہ اثر ہوا اور وہ ان کے پر جوش حامی بن گئے چنانچہ ایک بار علی بن عبداللہ بن عباسؓ اور ابو جعفر بن علیؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی غیبت شروع کی۔ ان لوگوں نے منع کیا اور کہا کہ امیر معاویہؓ کے زمانے سے آج تک ہم کو خمس نہیں ملا تھا۔ لیکن عمر بن عبدالعزیزؓ نے بنو عبدالمطلب پر اس کو تقسیم کیا۔

حضرت فاطمہ بنت حسینؓ نے ان کو نہایت شکر گزاری کے ساتھ ایک خط میں کہ امیر المؤمنینؓ نے ائمہ راشدین مہدیوں کی سنت کے اتباع میں ہم کو جو مال بھیجا وہ پہنچا۔ اور ہم پر تقسیم ہوا خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ہم پر ظلم کیا گیا تھا۔ اور ضرورت تھی کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے، اے امیر المؤمنین میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس کے پاس خادم نہ تھا اس کو خادم مل گیا۔ جس کے پاس کپڑا نہ تھا اس کو کپڑا مل گیا اور جس کے پاس خرچ نہ تھا اس کو خرچ مل گیا۔

قاصد یہ خط لے کر ان کے پاس آیا تو نہایت مسرور ہوئے۔ خدا کا شکر ادا کیا اور اس کو دس اشرفیاں دیں اور فاطمہ کی خدمت میں پانچ سو اشرفیاں اور بھیجیں۔ اور لکھا کہ اس کو اپنی ضروریات میں صرف کیجئے۔

عمال میں حجاج بن یوسف، ولید کے زمانے میں سب سے زیادہ مقبول بارگاہ تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اس کو بدترین خلاق سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کی تمام قومیں خباثت میں مقابلہ کریں۔ اور ہر قوم اپنے اپنے خبیثت کو مقابلہ میں لائے۔ تو ہم حجاج کو پیش کر کے تمام دنیا پر غالب ہو جائیں گے۔ اگرچہ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خوش قسمتی تھی کہ سلیمان ابن عبدالملک نے حجاج کے تمام مقرر کردہ عمال کو معزول کر کے اس

لے تمام تفصیل طبقات ابن سعد ص ۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹ میں ہے۔ لے سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۹

لے تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶۔

کے جبارانہ اقتدار کو بہت کچھ مٹا دیا تھا۔ تاہم اب تک اس کے ظلم و ستم کی جو یادگاریں باقی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حجاج کے تمام خاندان کو یمن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل ابو عقیل کو بھیجتا ہوں۔ عرب میں یہ بدترین خاندان ہے۔ ان کو اپنی حکومت میں ادھر ادھر منتشر کر دو۔ جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ تھے۔ یا ان کی ماتحتی میں کام کر چکے تھے۔ ان کو ہر قسم کی ملکی خدمات سے محروم کر دیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔

سیاست کا تمام تر دار و مدار سوظن پر ہے۔ اس لیے ظلم پیشہ سلطنتیں ہمیشہ ذرا ذرا سی بدگمانی پر رعایا کو سزائیں دیتی ہیں۔ جو سب سے بڑا ظلم ہے۔ خلفائے بنو امیہ میں مورخ یعقوبی کے بیان کے مطابق ولید نے اس کی ابتدا کی اور محض ظن و تخمین کی بنا پر مجرموں کو قتل کی سزائیں دیں۔ لیکن مورخ طبری نے اولیت کا شرف زیادہ کو بخشا ہے۔ بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانہ خلافت سے پہلے اس ظلم کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اور سینکڑوں آدمی اپنے وہمی جرائم کی پاداش میں تہ تیغ ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس طریقہ کو بالکل تاجاز اور خلاف سنت قرار دیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

بیگاری کا جو طریقہ جاری تھا۔ نہایت سختی کے ساتھ اس کا انسداد کیا۔ ایک افسران کی خدمت میں بیگاری کی سواری میں آیا تو بولے کہ میری حکومت میں تم بیگار پکڑتے ہو۔ اس کے بعد اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔

رعایا کی خوشحالی | مذہب۔ حکومت۔ اخلاق۔ قانون، غرض تمام اجتماعی چیزوں کا آخری نتیجہ صرف یہ ہے کہ دنیا فراغ بالی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اور اس نتیجہ کے لحاظ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا دور حکومت دنیا کے کل بادشاہوں سے زیادہ کامیاب رہا۔

جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے ایک پیشین گوئی کی تھی

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۰۔ ۲۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۸۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۷۶۔

جس کے الفاظ یہ ہیں -

کیوں عدی! تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں
نے کہا دیکھا نہیں ہے سنا ہے فرمایا تو اگر کچھ
دنوں اور زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک ہووج
نشین عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور
خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ اور خدا کے سوا
اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔۔۔

اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ
کے خزانے مفتوح ہو گئے۔۔۔ اگر تم کچھ
دنوں زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص
مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس شخص کی
تلاش میں نکلے گا جو اس کو قبول کر لے لیکن
اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔

یا عدی هل رأیت الحیرة قلت
لم ارها وقد انبت عنها قال
فان لهالت بك حياة لترين
الطعينة ترتحل من الحیرة
حتى تطوف بالكعبة لا تخاف
احدا الا الله
ولئن طالت بك حياة لتفقون
كنوز كسریا ولئن
طالت بك حياة لترين الرجل
تخرج مل الكفه من ذهب او
فضة يطلب من يقبله منه فلا
يجد احدا يقبله منه .

عدی بن حاتم کی زندگی ہی میں اوپر کی دو پیشین گوئیاں پوری ہو چکی تھیں۔ لیکن تیسری
پیشین گوئی ان کے سامنے نہیں پوری ہوئی۔ اور انہوں نے اس کی صداقت کو آئندہ نسل کے لیے
چھوڑ دیا۔ اس بنا پر محدثین میں اختلاف ہے کہ یہ پیشین گوئی کب پوری ہوگی؟ بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ اس کا زمانہ نزول عیسیٰ کے بعد آئے گا۔ لیکن بیہقی کے نزدیک حضرت عمر بن عبدالعزیز
کے زمانہ میں یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی۔ چنانچہ انہوں نے دلائل میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت
عمر بن عبدالعزیز نے صرف ڈھائی برس خلافت کی۔ لیکن اسی مختصر زمانے میں یہ حالت ہو گئی
کہ لوگ ان کے عمال کے پاس بہ کثرت مال لے کر آتے تھے اور کہتے تھے کہ فقرا کو دے
دو۔ لیکن ان کو اپنا مال واپس لے کر جانا پڑتا تھا۔ کیوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام

لوگوں کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی شخص اس قابل نہیں ملتا تھا کہ اس کو یہ مال دیا جائے۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ کیوں کہ آپ نے عدی بن حاتم سے فرمایا تھا۔

لئن طالت بك حياة ،
اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے ۔

اور وہ نزول عیسیٰ کے زمانے تک کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔^۱

تاریخی واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ طبقات ابن سعد میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ مستحقین پر صدقہ تقسیم کیا جائے۔ لیکن میں نے دوسرے سال دیکھا کہ جو لوگ صدقہ قبول کرتے تھے وہ صدقہ دینے کے قابل ہو گئے۔^۲ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے افریقہ کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ میں نے صدقہ وصول کر کے فقراء کو بلایا کہ ان پر تقسیم کر دوں۔ لیکن مجھ کو کوئی فقیر نہیں ملا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو دولت مند بنا دیا تھا۔ اس لیے میں نے صدقہ کی رقم سے غلام خرید کر آزاد کر دیئے۔^۳

ایک بار مدینہ سے کوئی شخص آیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے اہل مدینہ کے حالات پوچھے اور کہا کہ ان مسکینوں کا کیا حال ہے جو فلاں فلاں جگہ بیٹھتے تھے۔ اس نے کہا کہ اب وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ خدا نے ان کو بے نیاز کر دیا۔ یہ وہ غزبار تھے جو مسافروں کے لیے چارہ بیچتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں ان سے چارہ مانگا گیا تو کہا کہ اب ہم کو عمر بن عبدالعزیز کے عطیہ نے اس تجارت سے بالکل بے نیاز کر دیا۔^۴

ان کے زمانے میں رعایا کی یہ خوشحالی اس درجہ کو پہنچ گئی کہ ان کے عمال کو خوف پیدا ہوا کہ لوگ دولت کے نشے میں کہیں حد اعتدال سے گزر کر کبر و نخوت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ عدی بن ارطاة نے ان کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے

۱۔ فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۱۔ ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۵۶۔ ۳۔ سیرت ابن

عبدالرحمن ص ۶۹۔ ۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۶۔

کہ وہ فخر و غرور نہ کرنے لگیں۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جواب دیا کہ خدا نے جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا تو ان کے لیے یہ پسند کیا کہ وہ الحمد للہ کہیں۔ اس لیے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ خدا کا شکر بجالائیں۔

ان واقعات کے پیش نظر رکھنے کے بعد ایک نکتہ سنج مورخ کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عام خوشحالی کے اسباب کیا تھے۔ لیکن ہم کو ان اسباب کی جستجو میں بہت زیادہ کدو کاوش کی ضرورت نہیں۔ وہ اس کثرت سے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سوانح زندگی جہاں سے اٹھا کر پڑھو۔ ان میں کوئی نہ کوئی سبب ضرور نظر آئے گا۔

۱) اسلامی خلافت میں ملک کی خوشحالی کا تمام تر دار و مدار بیت المال پر تھا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بیت المال کا دروازہ تمام قوم کے لیے کھول دیا تھا۔ اس سے امیر و غریب سب یکساں طور پر متمتع ہوتے تھے۔ ایک بار ایک شخص کو رقم میں تقسیم مال کے لیے بھیجا تو اس نے کہا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیجتے ہیں۔ جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا۔ حالانکہ ان میں امیر و غریب ہر قسم کے لوگ ہیں۔ بولے جو شخص تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو دو۔

اپاہجوں کے وظائف مقرر کئے۔ اور اس پر اس شدت کے ساتھ عمل کیا کہ جو عامل اس کی خلاف ورزی کرتا تھا وہ معتوب ہوتا تھا۔ ایک بار دمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کا وظیفہ مقرر کیا گیا۔ تو ایک عامل نے کہا کہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ سلوک تو کیا جاسکتا ہے لیکن صحیح آدمی کے برابر وظیفہ نہیں مقرر کیا جاسکتا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو انھوں نے اس پر اپنا عتاب ظاہر فرمایا۔

ملک میں جتنے مسلمان تھے ان میں بچے بچے کا وظیفہ مقرر کیا۔ محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں اس میں پیدا ہوا تو میری دایہ مجھ کو ابو بکر بن حزم کی خدمت میں لے گئی۔ اور انھوں نے

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۸۲۔ ۲۔ زرقانی شرح موطا ج ۲ ص ۲۳۷۔

۳۔ اصابت تذکرہ عوام بن المنذر۔ ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸۱۔

مجھ کو ایک دینار دیا۔ ہشیم بن واقد کہتے ہیں کہ میں ۹۷ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے اور مجھے ان کی خلافت میں تین دینار بطور وظیفہ سالانہ کے ملے۔

یہ وظائف تمام لوگوں کو مساویانہ طور پر ملتے تھے۔ یہاں تک کہ جو لوگ ہمیشہ سے تفوق و امتیاز کے خوگر تھے۔ وہ اس مساوات کو دیکھ کر ان سے بالکل الگ ہو گئے۔ عرب اور موالی میں ہر قسم کے عطیہ میں مساوات تھی۔ صرف آزاد شدہ غلاموں کے وظائف میں کچھ فرق تھا۔ یعنی وہ ۲۵ اشرفیاں پاتے تھے۔

وظائف میں معتد بہ اضافہ بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار اس میں دس دس دینار یا درہم کا اضافہ کیا۔ اور اس سے عرب اور موالی دونوں یکساں طور پر متمتع ہوئے۔ اس فیاضانہ طرز عمل سے بیت المال کو سخت نقصان پہنچا۔ چنانچہ بعض عمال نے ان کو اس طرف توجہ دلائی۔ لیکن انہوں نے اس کی کچھ پروا نہیں کی۔ اور ان کو لکھا کہ جب تک خزانے میں روپیہ ہے دیتے چلے جاؤ۔ جب کچھ نہ رہے گا تو اس میں کوڑا کرکٹ بھر دو۔

۱۔ وظائف و عطایا کے علاوہ غربا کی امداد و اعانت کے مختلف طریقے قائم کئے۔

(۱) ایک عام لنگر خانہ قائم کیا۔ جس سے فقراء و مساکین کو برابر کھانا ملتا تھا۔

(۲) تمام لوگوں کے لیے مساویانہ طور پر غلہ مقرر کیا۔ جو فی کس ساڑھے چار اردب ملتا تھا۔

(۳) غربا کے پاس جو کھوٹے سکے ہوتے تھے ان کی نسبت بیت المال کے افسروں کو لکھا

کہ اگر یہ لوگ ان سکوں کو بدلنا چاہیں تو کھرے سکوں سے بدل دیئے جائیں۔

(۴) بیت المال میں ایک خاص مد قائم کی جس سے قرض داروں کا قرض ادا کیا جاتا تھا۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۵۵۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۵۴۔ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۴۔

۴۔ طبقات ص ۲۷۷۔ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۷۔ مورخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ اس اضافہ سے

اہل عراق محروم رہے۔ ۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۵۔ ۷۔ طبقات ص ۲۷۹۔ ۸۔ طبقات ص ۲۵۵۔

۹۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۰۔ ۱۰۔ طبقات ص ۲۵۷۔

(۵) قیدیوں کا وظیفہ مقرر فرمایا گیا۔

(۶) جن لوگوں کے وظائف کسی جرم یا کسی سبب سے روک دیئے گئے۔ ان کو تمام بقایا

وظیفہ دے دیا گیا۔

(۳) دوسرے خلفاء کے زمانہ میں ملک کی غربت و افلاس کا بڑا سبب یہ تھا کہ خلفاء

و عمال دوسروں کے مال و جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے ان کی ملک

ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جیسا کہ اوپر گزرا ان تمام لوگوں کی جائدادیں واپس

کر دیں۔ بلکہ اس کے معاوضہ میں خود بیت المال سے بہت سی رقمیں واپس دلوائیں۔ خود ان کے

امراء و عمال ہیں اگر کسی نے اس قسم کی دست درازی کی۔ اور ان کو اس کا علم ہوا تو فوراً مال معصوبہ

کو واپس دلایا۔ ایک بار کسی شخص نے ان کی خدمت میں شکایت کی کہ آذربيجان کے عامل نے

ظلماً میرے ۱۲ ہزار درہم لیے۔ اور اس کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز

نے حکم دیا کہ اس کو فوراً یہ رقم واپس دلادی جائے۔ ایک بار ایک شخص نے شکایت کی کہ شاہ

فوج کے گزرنے سے اس کی زراعت بالکل پامال ہو گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو

دس ہزار درہم تاوان دلوایا۔

(۳) رعایا کو جو کچھ بیت المال سے ملتا تھا۔ اس کے دینے میں تو یہ فیاضی تھی۔ لیکن رعایا

سے جو رقم وصول ہو کر بیت المال میں داخل ہوتی تھی۔ اس میں بہت سی رقموں کو بالکل ناجائز

قرار دیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

صدقات میں پہلے جو زائد رقمیں وصول کی جاتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان تمام

رقموں کو معاف کر دیا۔ ایک بار ان کا ایک عامل صدقہ وصول کر کے آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز

نے اس کی مقدار پوچھی۔ اس نے مقدار بتائی تو پوچھا کہ تم سے پہلے کس مقدار میں صدقہ وصول ہوتا

تھا۔ طبعات ص ۲۵۷۔ طبعات ص ۲۵۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۷۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص

یہ واقعہ اس موقع سے بہت کم مناسبت رکھتا ہے، ہم نے استطراداً اس کا تذکرہ کر دیا۔

اس نے اس سے زیادہ مقدار بتائی فرمایا یہ کہاں سے وصول ہوتی تھی۔ اس نے کہا یا امیر المؤمنین پہلے گھوڑے سے ایک دینار، خادم سے ایک دینار اور فدان سے پانچ درہم وصول کئے جاتے تھے۔ لیکن آپ نے ان رقموں کو بالکل معاف کر دیا۔ فرمایا میں نے معاف نہیں کیا خدا نے معاف کیا۔^۱ خراج کی وصولی کے متعلق سخت حکم تھا کہ اس میں کسی قسم کا ناجائز طریقہ استعمال نہ کیا جائے۔ چنانچہ میمون بن مہران کو لکھا کہ میں نے مقدمات و تحصیل خراج و جزیہ میں تم کو ظلم کے لیے تکلیف نہیں دی۔ جو کچھ وصول کرو حلال مال سے وصول کرو۔ اور مسلمانوں کے لیے صرف حلال طیب مال جمع کرو۔^۲

اگر کبھی معلوم ہوتا تھا کہ خراج کی وصولی میں اس قسم کا ناجائز طریقہ اختیار کیا گیا ہے تو سخت وارڈ گیر کرتے تھے۔ اور اس کی تحقیقات کے لیے اشخاص روانہ کرتے تھے۔ ایک بار معلوم ہوا کہ ایران میں بہت سے مال پھلوں کا تخمینہ کر کے اس کو نرخ بازار سے مختلف پرفروخت کرتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں روپیہ لیتے ہیں۔ اور بہت سے کروڑا ستہ میں لوگوں سے عشر وصول کرتے ہیں تو اس کی تحقیقات کے لیے بشر بن صفوان۔ عبداللہ بن عجلان۔ اور خالد بن سالم کو مقرر فرمایا۔ اور عدی بن ارطاة کو لکھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوگا تو یہ لوگ ان پھلوں کو جو اس طریقہ سے وصول کئے گئے ہیں واپس کر دیں گے۔ معمولی نرخ کی پابندی کریں گے۔ اور جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں۔ ان سب کی تحقیقات کریں گے۔ تم ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔^۳

ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ذمیوں سے غیر معمولی سختی کے ساتھ جزیہ وصول کرتے تھے۔ اس لیے وہ پیداوار کو نہایت ارزاں قیمت پرفروخت کر کے اس شکنجہ عذاب سے آزاد ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس معاملے میں نہایت آسانیاں کیں۔ اس لیے ان کے زمانے میں پیداوار کا نرخ کسی قدر گراں ہو گیا تھا۔ جس سے ناگزیر طور پر ذمیوں کو مالی فائدہ پہنچا۔

۱۔ طبقات ص ۲۷۷۔ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۵۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۰۔ ۴۔ کتاب الخراج ص ۷۹۔

اب ملک کی شادابی، سرسبزی اور خوشحالی کے ان اسباب پر مجموعی حیثیت سے غور کریں کہ بیت المال کی کل رقم صرف رعایا پر صرف ہوتی ہے۔ سب کے وظائف مقرر ہوتے ہیں، بولے، لنگڑے، بوڑھے بچے، موالی و عرب سب اس سے یکساں طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وظائف میں اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ لنگرخانہ قائم ہوتا ہے۔ تمام قوم کو غلہ ملتا ہے۔ غریبوں کے کھوٹے سکے بیت المال سے بدل دیئے جاتے ہیں۔ مخصوبہ جائدادیں رعایا کو واپس ملتی ہیں رعایا کے نقصانات کا تاوان دلایا جاتا ہے۔ مختلف قسم کے گرانبار ٹیکس معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جزیہ و خراج میں تخفیف ہوتی ہے۔ اور ان کی وصولی کا طریقہ بالکل جائز اور نہایت آسان اختیار کیا جاتا ہے۔ ملک کی پیداوار کا نرخ گراں ہو جاتا ہے تو اس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ جس ملک، جس قوم اور جس سلطنت میں یہ سب جمع ہو جائیں گے۔ تو اس میں رعایا خوشحالی، تمول اور سرسبزی و شادابی کے سوا اور کس چیز کا دور دورہ ہوگا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عہد سلطنت ان تمام اسباب کا جامع تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا جیسا کہ بیہقی کا خیال ہے۔ مصداق تھا۔

نظام حکومت کا انقلاب | حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جو عادلانہ نظام حکومت قائم کیا تھا۔ یزید بن عبدالملک نے جو ان کا جانشین ہوا۔ صرف چالیس دن تک اس کو قائم رکھا۔ اس کے بعد جادو اعتدال سے الگ ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو متدین عمال مقرر کیے تھے۔ یزید نے ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا۔ نو روز اور مہر جان کے تحفے اور بیگار کی رسم جو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بالکل مٹا دیا تھا۔ دوبارہ قائم کی۔ فدک جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی وراثت سے نکال کر اولاد فاطمہ کو دیا تھا۔ یزید نے اس کو پھر واپس لے لیا۔ دمشق ایک گرجا جو بنی نصر کی جاگیر میں آگیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے انصاری کو واپس کر دیا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۶۷ تذکرہ یزید بن عبدالملک۔ ۲۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۷۔ ۳۔ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۷۔

۴۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۶۶۔

تھا۔ لیکن یزید نے اس کو دوبارہ پھر اسی خاندان کو دے دیا۔ محمد بن یوسف نے اہل یمن پر ظالمانہ خراج لگایا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کو عشر سے بدل دیا تھا۔ لیکن یزید بن عبدالملک نے اس کو دوبارہ قائم کیا۔ حجاج اہل بخران سے جزیہ میں آٹھ سو منقش کپڑے لیتا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کے ساتھ تخفیف و رعایت کی اور دو سو کپڑے کر دیئے۔ لیکن یوسف بن عمر بن ولید بن یزید کے زمانے میں جب عراق کا والی ہوا تو اس نے پھر حجاج کا وہی قدیم طریقہ قائم کر دیا۔ فرات کے پاس نو مسلموں کی جو زمینیں تھیں یا غیر قوموں کی جن زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ حجاج نے ان کو خراجی قرار دیا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے دوبارہ اس کو عشری قرار دیا۔ لیکن عمر بن، بمیرہ نے اس طریقہ کو بدل دیا۔ اور پھر ان سے خراج وصول کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لوگوں کو قدریہ کے مذہب کے قبول کرنے سے سختی کے ساتھ روکا تھا۔ لیکن جب یزید ابن الولید خلیفہ ہوا تو اس نے اس مذہب کی عام دعوت دی اور غیلان کے رفقاء کو مقرب بارگاہ بنایا۔ غرض حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جو نظام سلطنت قائم کیا تھا۔ وہ چند ہی روز میں بالکل درہم برہم ہو گیا۔ اور دنیا نے صرف ڈھائی برس حضرت عمر بن الخطاب کے طرز حکومت سے فائدہ اٹھایا۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۱۳۰۔ ۲۔ فتوح البلدان ص ۱۸۰۔ ۳۔ فتوح البلدان ص ۲۴۔ ۴۔ فتوح البلدان ص ۲۵۵۔
۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۵۔

ماثر بنی امیہ

عیب نے جملہ بگفتی ہنرش نیز بہ کو

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے واقعات زندگی کے سلسلہ میں خلفائے بنو امیہ کے جو مشا
ضمنی طور پر آگئے ہیں۔ ان کی بنا پر ان کے محاسن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

قومی عصبیت کا تحفظ | ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے عرب کی عصبیت،

عرب کی سادگی اور عرب کے شعار کو قائم رکھا، اس بنا پر ان کا نظام حکومت ڈپلومیسی یعنی

محادثات سیاسیہ سے بالکل نا آشنا رہا اور اس کی تمام تر بنیاد قوت، بسالت اور شجاعت

پر قائم رہی۔ اس کے بخلاف دولت عباسیہ بالکل عجمی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خلفاء تو بے شبہ

عربی النسل تھے۔ لیکن خلافت کے چلانے والے تمام تر عجمی تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خلافت

نے قوت کے سرمایہ کو بالکل کھو دیا اور اس کی بنیاد تمام تر حیل سیاسیہ پر قائم ہو گئی۔ چنانچہ

آداب السلطانیہ میں اس کی سب سے بڑی خصلت عصبیت یہ لکھی ہے:

دولت عباسیہ ایک پرفریب

واعلم ان الدولة العباسیة

اور حیلہ باز سلطنت تھی۔ اس

كانت دولة ذات خدع

میں بہ نسبت قوت کے مکر و فریب

ودها وغدر و كان قسم

کا عنصر زیادہ غالب تھا۔

التحیل والمخادعة فیها

حضرت الاستاد علامہ شبلی مخرم نے اپنے رسالہ الاشقادیں جو کچھ ماثر بنو امیہ پر لکھا ہے وہ اس مضمون میں لے لیا گیا

بالخصوص اس کے آخری زمانہ
میں پچھلے خلفا نے تو قوت و
شجاعت کو بالکل کھو دیا۔ اور
مکر و فریب کی طرف مائل ہو گئے۔

أو فر من قسم القوة
والشدة خصوا في أواخرها
المتأخرين منهم ابطلوا القوة والشدة
والنجدة وركنوا إلى الخيل والخذل

ثرت فتوحات | اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اموی دور میں فتوحات کو جس قدر وسعت ہوئی، تاریخ
اسلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ خلافت راشدہ میں اگرچہ اسلام کی فتوحات کا دائرہ بہت کچھ
سعت پذیر ہو چکا تھا۔ تاہم مجاہدین کا قدم حدود عرب، دیار شام اور مصر و ایران سے آگے نہ
بڑھ سکا تھا، لیکن بنو امیہ کے دور حکومت میں طرابلس، طنجہ، اندلس، چین، ہند، روم، قسطنطنیہ،
عراق، تیونس، مراکش، خراسان، فارس، توران، طبرستان، جرجان، سجستان، افغانستان
سبھی اسلام کے زیر نگیں ہوئے اور مشرق و مغرب، جنوب و شمال غرض دنیا کے ہر حصے میں
اسلام کا پرچم لہرایا۔

خلفائے بنو امیہ میں اس حیثیت سے ولید کا زمانہ خصوصیت کے ساتھ ایک یادگار
زمانہ خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔

لیکن اس نے اپنے زمانہ میں
جہاد قائم کیا اور اس کی خلافت
میں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔

ولكنه اقام الجهاد
في أيامه وفتحت في خلافته
فتوحات عظيمة

یہ جنگی طاقت اسی ساز و سامان کے ساتھ ہشام کے زمانے تک قائم رہی۔ چنانچہ
مسعودی نے اس کے حالات میں لکھا ہے:

اس نے عمدہ لباس، عمدہ فرش
اور عمدہ آلات حرب تیار کرائے

واستجاد الكسى والفرش
وعدد الحرب ولامتبا

لہ آداب السلطانیہ ص ۱۳۲۔ لہ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۲۔

واضطنح الرجال وقوی

المشور

فوجی کام کے لیے سپاہی تیار

کئے اور سرحد کو مضبوط کیا۔

باقاعدہ طور پر بحری جنگ کا آغاز بھی بنو امیہ ہی کے زمانہ میں ہوا۔ انہی کے زمانہ میں اس نے وسعت حاصل کی۔ انہی کے زمانے میں سواحل کی قلعہ بندی ہوئی اور انہی کے زمانہ میں جہاز سازی کے کارخانے قائم ہوئے۔

انتظاماتِ ملکی | لیکن فتح بجائے خود کوئی ایسا قابلِ فخر کارنامہ نہیں ہے، بلکہ فتوحات

ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مفتوحہ ممالک میں کیا کیا انتظامات کئے گئے۔ رعایا کی بہبود

زراعت کی شادابی اور رفاہِ عام کے متعلق کیا کیا خدمات انجام دی گئیں اور ملک کی آ

پر فاتح کا کیا اثر پڑا؟ لیکن بنو امیہ کا دور حکومت اس حیثیت سے بھی ایک مہذب دور حکومت

کہا جاسکتا ہے۔

زمین کی پیمائش | زمین کی پیمائش سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ نے کرائی تھی،

کے بعد کسی خلیفہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ یزید بن عبد الملک پہلا شخص ہے جس نے اس

کی طرف توجہ کی اور عمر بن ہبیرہ کو عراق کے بندوبست کے لیے لکھا۔ تاہم علامہ یعقوبی

تصریح کے موافق اس سے خراج میں کوئی تخفیف اور آسانی پیدا نہیں ہوئی۔ تاہم اس سے

انتظامات کی باقاعدگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

زریں نہریں | حضرت امیر معاویہؓ نے ذرائع آبپاشی کو نہایت ترقی دی اور ان کو اس کا

اہتمام تھا۔ چنانچہ خلاصۃ الوفا میں ہے۔

مدینہ شریف اور اس کے اطراف

میں بہت سی نہریں جاری تھیں

اور امیر معاویہؓ کو اس کا خاص اہتمام تھا۔

کان یا المدینۃ الشریفۃ

وما حولها عیون کثیرة وکان

لمعاویۃ اہتمام بہذا الیاب

حضرت امیر معاویہؓ نے جو نہریں جاری کرائیں ان میں نہر نظامہ، نہر اذق اور نہر شہدار وغیرہ
م و ف ا ر ا ل و ف ا ر ا و ر خ ل ا ص ت ہ الیوفار میں مذکور ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے پہاڑوں کی بعض گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر ان کو بھی تالاب کی
صورت میں بدل دیا تھا جس میں پانی جمع ہوتا تھا اور ان سے زراعت کی پیداوار کو جو ترقی ہوئی
کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان نہروں کے ذریعہ سے ڈیڑھ لاکھ و سق خرما اور ایک
و سق گہوں کی پیداوار ہوتی تھی۔

نی پینے کے چشمے | خلفائے بنو امیہ نے زرعی نہروں کے علاوہ اور بہت سے چشمے

ری کرائے جس سے رعایا کو شور پانی کے بجائے آب شیریں میسر ہو۔ سلیمان بن عبد الملک
مکہ میں آب شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا جس کا پانی سیسہ کی نالی کے ذریعہ سے مسجد حرام
پہنچتا تھا۔ پھر ایک نوارے کے ذریعہ سے ایک سنگی حوض میں گرتا تھا۔ جو رکن اسود
و زمزم کے درمیان تیار کرایا گیا تھا۔

یہ حوض بنو امیہ کے اخیر زمانے تک قائم رہا۔ لیکن جب بنو ہاشم کا دور حکومت آیا
داؤد بن علی نے اس کو منہدم کر دیا۔ ہشام نے بھی مکہ کے راستوں میں متعدد حوض تالاب
تیار کرائے تھے لیکن وہ بھی دولت عباسیہ کے آغاز میں داؤد بن علی کے ہاتھوں برباد ہوئے۔
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ نے کس بے دردی کے ساتھ بنو امیہ کی یادگاروں کو
ٹھایا۔ مکہ کے بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ بصرہ والوں کو تھی اور خلفائے بنو امیہ نے
ہمایت اہتمام کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کیا۔ چنانچہ ایک بار بصرہ کے لوگوں نے یزید کے
عامل کے پاس آب شیریں کی ضرورت ظاہر کی تو اس کی اطلاع دینے پر یزید نے اس کو
ایک نہر کھدوانے کا حکم دیا اور لکھا کہ ”اگر عراق کا کل خراج اس پر صرف ہو جائے تب بھی
خرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک نہر کھدوائی جس کا نام نہر عمر ہے۔

لہ و ف ا ر ا ل و ف ا ر ج ۲ ص ۳۲۱۔ لہ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۲۔ لہ مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیب ج ۳ ص ۲۱۔

بنو امیہ کے عمال نے بصرہ میں اور بھی بہ کثرت نہریں کھدوائیں جن کے نام فتوح البصرہ

میں قدم قدم پر ملتے ہیں۔

راستوں کی ہمواری | عرب ایک سنگستانی مقام ہے جہاں کے راستے نہایت دشوار گزرتے ہیں۔ ولید نے رفاہ عام کے جہاں بہت سے کام کئے۔ انہی سلسلہ میں اس نے عرب کے تمام راستے ہموار کرائے اور ان میں کتبوں کھدوائے۔

انطاکیہ اور مصیصہ کے درمیان جو راستہ تھا وہ موذی جانوروں کی وجہ سے غیر قابل تھا۔ ولید نے اس خطرے کے السعد کے لیے چار ہزار بھینسے بھیجے جن سے درندوں کا بہت کم ہو گیا۔ اسی طرح اس نے اور بھی بعض جنگل کٹوائے جن سے لوگوں کو درندوں کے سے نجات ملی۔

شفاخانہ | رفاہ عام کے کاموں میں ولید پہلا فرماں روا ہے جس نے شفاخانے کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے:

ولید پہلا شخص ہے جس نے مریضوں

وکان اول من عملی

کے لیے شفاخانہ بنایا۔

البیہارستان للمرضی

مہمان خانہ | مسافروں کے لیے سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب نے مہمان خانہ بنوایا۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ان کی تقلید کی اور ولید نے بھی اس سنت راشدہ کو قائم رکھا اور ایک مہمان خانہ تعمیر کروایا۔

فقراء بیکس اور اپاہج | ہمارے مورخین ولید کے جبر و تشدد کے جہاں شاکی ہیں۔ اس کے لوگوں کے وظائف

اس نے جزایوں، اندھوں اور فقیروں کے وظائف جاری کیے اور یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لیے معلمین کا تقرر کیا۔ ہر اندھے کے لیے ایک آدمی متعین کیا جو اس کو راستہ دکھاتا تھا۔

آپاچ کو ایک خادم دیا جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ ولید کے بعد خلفائے بنو امیہ میں ولید بن یزید بن عبد الملک نے بھی اس کی تقلید کی۔ چنانچہ علامہ ابوالفرج نے اس کے حال میں لکھا ہے:

فلما ولی الولید اجری
 علی زمنی اهل الشام
 وعمیانهم وکساحم
 جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے شام
 کے اپاچوں اور اندھوں کے
 وظائف مقرر کیے اور ان کو کپڑے
 دینے۔

عمارات | اسلام میں فن تعمیر کی ترقی بنو امیہ کے عہد میں ہوئی اور امیر معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شاندار عمارتیں بنوائیں۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی میں لکھا ہے:

بنی وشد البناء
 انہوں نے عمارتیں بنوائیں اور
 شاندار بنوائیں۔

امیر معاویہؓ کے بعد ولید بن عبد الملک نے صلیغہ تعمیر کو اس قدر ترقی دی کہ تاریخ اسلام میں اس کا دور حکومت اس حیثیت سے ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔ آداب السلطانیہ میں ہے:

وکان شدید الکلف
 بالعمارات والانتیة و
 امتخاذ المصانع والضیاع
 وکان الناس یلیقون فی زمانہ فیصل
 بعضهم بعضاً عن الابتیة والعمارات
 اس کو عمارت اور جہاز سازی کے
 کارخانے وغیرہ بنانے کا نہایت
 ذوق تھا۔ یہاں تک کہ اس کے
 زمانے میں جب لوگ باہم ملتے تھے
 تو صرف عمارت کا تذکرہ کرتے تھے۔

ولید نے جو عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان میں جامع مسجد دمشق، مسجد دمشق، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ تمدن اسلام کے چہرے کا آب و رنگ ہیں۔ عمارت کے علاوہ خلفائے بنو امیہ نے ملک کے اطراف

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۲ و یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸۔ ۲۔ مختصر الدول ص ۲۰۳۔ ۳۔ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۶۔ ۴۔ آداب السلطانیہ ص ۱۱۴۔

میں نہایت کثرت سے شہر آباد کرائے۔ حجاج نے کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک شہر بسایا جس کا نام واسط رکھا۔ سلیمان بن عبد الملک نے رملہ کو آباد کیا اور اس میں محل، مسجد، کنوئیں اور تالاب تیار کرائے۔ عقبہ بن نافع نے افریقیہ میں قیروان کو آباد کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہ کثرت شہر آباد کرائے جن کی تفصیل اس موقع پر نہیں کی جاسکتی۔

اولیات | بنو امیہ کے ترقی پذیر دور حکومت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انھوں نے مختلف قسم کے جدید انتظامات کئے جن کی تفصیل یہ ہے:

ڈاک کا انتظام | حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے پہلے ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جس کی وجہ سے فوجی اور ملکی خبریں سرعت کے ساتھ نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس غرض سے مختلف مقامات پر تیز رو گھوڑے مقرر کیے جن کے ذریعہ سے خبر رسائی میں نہایت آسانی پیدا ہو گئی۔ عربی میں اس صیغہ کا نام برید ہے اور لغت میں برید کا اطلاق ۱۲ میل کی مسافت پر ہوتا ہے۔ علامہ مخزی نے لکھا ہے کہ غالباً بارہ میل پر گھوڑے مقرر کئے گئے ہوں گے اور یہ اس صیغہ کا نام بریدہ رکھا۔

دیوان الخاتم | حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے پہلے خلفاء جو احکام صادر کرتے تھے وہ ہر شکل بے ضابطہ ہوتے تھے جس کی بنا پر لوگوں کو بددیانتی کا موقع مل سکتا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں بھی کچھ دنوں یہی طریقہ جاری رہا، لیکن ایک بار انھوں نے ایک شخص کو ایک لاکھ دہم دلواتے اور اس کے لیے زیاد کے نام حکم لکھا وہ فرمان لے کر چلا تو ایک لاکھ کے بجائے دو لاکھ بنا دیئے۔ بعد کو جب زیاد نے حساب پیش کیا تو امیر معاویہؓ نے اس گرفت کی اور ایک لاکھ مزید رقم اس شخص سے واپس لی۔ اس واقعہ کے بعد ان کو فرامین شاہی کی باضابطگی کی طرف توجہ ہوئی اور انھوں نے ایک خاص محکمہ قائم کیا۔ جس کا نام دیوان الخاتم رکھا۔ اس محکمہ کے قائم ہونے کے بعد جو فرمان صادر ہوتا تھا۔ اس کی باضابطہ نقل لی جاتی تھی۔ اس منتھی کی جاتی تھی اور اس پر مہر لگائی جاتی تھی جس سے کسی کو اس قسم کی بددیانتی کا موقع نہیں مل سکتا۔

تھا۔ یہ صیغہ خلافت عباسیہ کے وسط زمانہ تک قائم رہا لیکن اس کے بعد توڑ دیا گیا۔
باضابطہ محکمے | اسلام میں باضابطہ محکمے بھی حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانہ میں قائم ہوئے۔
 چنانچہ مورخ یعقوبی نے زیاد کے حال میں لکھا ہے۔

زیاد پہلا شخص ہے جس نے محکمے قائم
 کئے اور کاغذات کی نقایں لیں اور
 سرکاری کاغذات کے لکھنے کے لیے
 فیصیح عرب اور موالی مقرر کیے
 زیاد کہا کرتا تھا کہ خراج کے محرر عجم
 کے روسا میں سے مقرر کرنے چاہئیں
 جو خراج کے معاملات سے واقف
 ہوتے ہیں اور زیاد پہلا شخص ہے
 جس نے اپنے عہدہ داروں کی
 تنخواہیں بڑھائیں اور ان کے لیے
 ہزار ہزار درہم مقرر کئے۔

وكان اول من دون
 الدواوين ووضع النسخ
 لكتب وافراد كتاب
 الرسائل من العرب
 والموالی المتفصحين
 وكان زیاد يقول
 ينبغي ان يكون كتاب
 الخراج من رؤساء
 الاعمالي العالمين
 باهور الخراج... وكان زیاد اول من لسط
 الازراق على عماله الف الف درهم^{لہ}

ملکی صیغوں میں عربی | لیکن ان تمام محکموں میں فارسی زبان راج تھی۔ لیکن عبدالملک کا
 زبان کا رواج | دور حکومت آیا تو اس نے تمام صیغوں کی زبان عربی کر دی۔ اور
 یہ پہلا دن تھا کہ عربی زبان کو سرکاری زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

عبدالملک نے غالباً عراق اور حدود عراق کے محکموں میں یہ اصلاح کی تھی۔ شام کے
 اطراف میں رومی زبان سرکاری حیثیت سے تمام محکموں میں جاری تھی اور اس میں کسی قسم کا تغیر
 نہیں ہوا تھا۔ لیکن ولید نے اپنے زمانہ میں اس ناہمواری کو بھی مٹا دیا اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ

لہ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۹ - ۲۸۰ آداب السلطانیہ ص ۱۱۰۔

سرکاری کاغذات رومی زبان میں نہ لکھے جائیں۔ عربی زبان میں لکھے جائیں۔

ٹکسال | عبد الملک کے زمانے سے پہلے تمام ممالک اسلامیہ میں رومی سکے جاری تھے عبد الملک پہلا شخص ہے جس کے زمانے میں ٹکسال قائم کی گئی اور اس میں سکے ڈھالے گئے۔

صنعت پارچہ بافی | سلیمان بن عبد الملک نہایت خوش پوشاک اور جامہ زیب تھا۔ وہ خود نہایت باریک، نہایت رنگین اور نہایت منقش کپڑے پہنتا تھا اور اپنے خاندان، اپنے عمال اور اپنے ملازمین تک کو اسی قسم کے کپڑے پہناتا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے زمانے میں ان کپڑوں کا شوق عام ہو گیا۔ اس لیے ان کی صنعت میں غیر معمولی ترقیاں اور ایجادیں ہوئیں، چنانچہ مسعودی لکھتا ہے:

وفی ایامہ عمل الوشی
الجید بایمن والکوفۃ
والاسکندریۃ ولبس
الناس جمیعاً الوشی
جبابا واریۃ وامر اول
وعالم وقلانسہ

اور اس کے زمانے میں مین، کوفہ
اور اسکندریہ میں رنگین اور عمدہ
کپڑے بننے لگے اور لوگوں نے
ان کپڑوں کے جبے، چادریں،
پانجامے، عملے اور ٹوپیاں
پہنیں۔

علم و فنون کی
ترویج و اشاعت
اسلامی علوم و فنون میں کوئی فن ایسا نہیں ہے جس کی ترتیب و ترویج و اشاعت پر داحت اور ترقی و اشاعت میں خلفائے بنو امیہ کی کوشش کا حصہ شامل نہ ہو۔

قرآن مجید | قرآن مجید جو تمام اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ ہے، وہ اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانے تک مرتب و مدون ہو چکا تھا۔ لیکن اب تک اس میں نقطے اور اعراب نہیں لگاتے تھے۔ عرب کے لیے اس کی قرآت میں کوئی دقت نہ تھی۔ لیکن جب عجمی قومیں اسلام لائیں تو ان کو

قرآن مجید کی قرأت میں دشواریاں پیش آئیں اور عراق میں اس کے متعلق سخت غلطیاں پھیل گئیں۔
حجاج نے فوراً اس کا تدارک کیا اور قرآن مجید میں نقطے لگوائے، اس کے بعد بھی غلطیاں ہونے لگیں
تو لوگوں نے اعراب لگائے۔

تفسیر | بنو اُمیہ ہی کے زمانے میں یہ فن مدون ہوا اور انہی کے زمانے میں بڑے بڑے مفسرین
پیدا ہوئے۔ تفسیر کی پہلی کتاب جو سعید بن جبیر نے لکھی وہ عبد الملک کے حکم سے لکھی گئی۔
حدیث | علم حدیث کی تدوین و تالیف کا شرف بھی بنو اُمیہ کو حاصل ہے۔ چنانچہ اس کی
تفصیل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کارنامہ ہائے زندگی میں گزر چکی ہے۔

اصول لغت | اصول لغت کی تدوین بھی بنو اُمیہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ چنانچہ ابو اسود
ولی نے زیاد بن ابیہ سے اصولِ نحو کے مرتب کرنے کی اجازت چاہی۔ اس نے پہلے تو انکار
کیا لیکن بعد کو اجازت دے دی۔

تاریخ | فن تاریخ کی تدوین و ترتیب بھی بنو اُمیہ کے دور حکومت میں ہوئی اور سب سے
پہلے انہی کے زمانے میں تاریخی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ایک طرف تو فن سیر و مغازی کے بڑے
بڑے علماء مثلاً وہب بن منبہ، محمد بن مسلم الزہری، موسیٰ بن عقبہ اور عوانہ جو اس فن کے متعلق
کتابوں کی تدوین و تالیف میں مصروف تھے، انہی کے زمانے میں تھے۔ دوسری طرف خلفائے
بنو اُمیہ کو فن تاریخ کے ساتھ خود نہایت شغف تھا۔ علامہ مسعودی نے مروج الذهب میں
لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ہمیشہ عشرہ کے بعد پہلے وزیر ارے سے مشورہ کرتے تھے، پھر تاریخی
واقعات سنتے، جب رات کا ثلث حصہ گزر جاتا تو سو جاتے پھر اٹھتے اور دوبارہ یہی مشغلہ
شروع ہو جاتا۔ متعدد دلہ کے تاریخی کتابیں لے کر آتے اور ان کو پڑھ پڑھ کر سناتے۔ جب
اس پر بھی قناعت نہ ہوتی تو صنعائے یمن سے ایک عالم کو جس کا نام عبید بن شمر یہ تھا بلا پیا
اور اس سے بہت سے تاریخی واقعات سُننے اور ان واقعات کو ایک کتاب کی صورت میں

۱۔ ابن خلکان تذکرۃ حجاج۔ ۲۔ میزان الاعتدال ذہبی تذکرہ عطار بن دینار۔ ۳۔ ابن خلکان ج اول ص ۲۲۰۔ ۴۔ مروج
الذہب مسعودی برہانشیہ نفع الطیب ج ۲ ص ۲۲۲

میں جمع کرنے کا حکم دیا جو عبید بن شریہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

ہشام کے شوق و ایثار سے عربی لٹریچر میں اور بھی متعدد تاریخی تصنیفات کا اضافہ
چنانچہ جہلہ نے اس کے لیے ایران کی بعض تاریخی کتابوں کا ترجمہ فارسی سے عربی میں کیا۔ ہشام
نے ایک اور کتاب تاریخ ملوک الفرس کا ترجمہ کرایا۔ جس میں ایرانی سلطنت کے قوانین اور
شاہان ایران کے حالات ملتے ہیں۔

یونانی علوم و فنون کے تراجم | یونانی علوم و فنون کے ترجمہ کی ابتداء بھی بنو اُمیہ ہی کے دور
حکومت میں ہوئی۔ چنانچہ ابن اثال نے حضرت امیر معاویہ کے لیے یونانی زبان سے طب
متعدد کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور یہ پہلا ترجمہ تھا جو اسلام کے دور حکومت میں کیا گیا
مروان بن حکم کے زمانے میں ماسرجویہ نے عربی زبان میں ایک طبی کتاب کا ترجمہ
کیا تھا۔ یہی کتاب تھی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شاہی کتب خانے میں پایا اور ممالک
مخرومہ میں اس کے مختلف نسخے تقسیم کیے۔

خاندان بنو اُمیہ میں خالد بن یزید بن معاویہ ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کو حکیم آل
مروان کا لقب دیا گیا۔ وہ پہلے خلافت کے دعویداروں میں تھا۔ لیکن جب اس کو ناکامی ہوئی
تو اس نے علم کیمیا کی طرف توجہ کی اور مریانس نامی ایک رومی راہب سے اس کی تعلیم حاصل
کی۔ اس کے ساتھ یونان کے جو فلسفی مصر میں رہتے تھے اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ ان
کی ایک جماعت کو بلا یا اور ان کے ذریعہ سے عربی زبان میں فن کیمیا کی متعدد یونانی اور
قبطی کتابوں کے ترجمے کرائے۔ خالد نے طب اور کیمیا میں جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے
خود بھی متعدد رسالے لکھے۔ ہشام کے زمانے میں ایرانی تاریخ کے علاوہ بعض یونانی کتابوں
کا ترجمہ بھی ہوا چنانچہ سالم نے ارسطو کے ان رسالوں کا ترجمہ کیا جو اس نے سکندر کے لیے لکھے تھے۔

۱۔ کتاب الفہرست ص ۱۳۲۔ ۲۔ کتاب التہنیہ والاشراف ص ۱۰۶۔ ۳۔ مختصر الدول ص ۱۹۲۔
۴۔ اخبار الحکماء تذکرہ ماسرجویہ۔ ۵۔ کتاب الفہرست ص ۲۳۸ و ص ۲۲۹ ابن خلکان جلد اول ص ۱۶۸۔ ۶۔ ایضاً

خلفائے بنو امیہ نے اندلس میں بھی اپنے اولیت کے شرف کو قائم رکھا۔ چنانچہ انہی کے زمانے سے ابن اندلس کو یونانی علوم و فنون کی طرف توجہ ہوئی اور انہی کے زمانے میں وہاں عقلیات کے اکابر علماء پیدا ہوئے۔

اندلس کے اس جدید علمی دور کا آغاز تیسری صدی کے وسط سے ہوا اور چوتھی صدی کے وسط تک اس نے آہستہ آہستہ ترقی کی یہ لیکن اس کے بعد امیر الحکم المستنصر باللہ بن عبد الرحمن الناصر الدین اللہ نے عقلی علوم و فنون کی طرف غیر معمولی توجہ کی اور مصر و بغداد سے ان علوم کی کتابیں منگوا کر اس کثرت سے جمع کیں کہ خلفائے عباسیہ کا دور حکومت اپنے علمی ساز و سامان کے ساتھ لوگوں کی نگاہ کے سامنے آگیا۔ چنانچہ علامہ ابن صاعد اندلسی لکھتے ہیں:

| | |
|-----------------------------|-------------------------------------|
| واستجلب من بغداد و مصر و | اس نے بغداد، مصر اور ان کے |
| غیرھا من دیار المشرق عیون | علاوہ دیار مشرق سے علوم قدیمہ و |
| التوالیف الجلیلة والمصنفات | جدیدہ کی نہایت عمدہ کتابیں منگوائیں |
| الغریبة فی العلوم القدیمة | اور ان کو اپنے باپ کی بقیہ زندگی |
| والمحدثیة وجمع منها فی بقیة | کے زمانے میں پھر اس کے بعد اپنے |
| ایام ابیہ ثم فی مدة ملكه من | دور حکومت میں اس طرح جمع کیا |
| بعدها ما کاد یضاهی ما جمعة | جو خلفائے عباسیہ کے اس علمی سرمایہ |
| ملوک بنی العباس فی | کی ہمسری کرنے لگا جو انھوں نے ایک |
| الازمان الطویلة | طویل زمانے میں جمع کیا تھا اور اس |
| وتھیاء له ذلك لفرط | کی یہ سرگرمی صرف اس لیے تھی کہ اس |
| محبۃ العنم وبعدهمته فی | کو علم سے محبت تھی۔ کسب کمالات |
| اکتساب الفضائل وسمو | میں نہایت بلند ہمت تھا اور ان |

نفساً الى التشبه

باهل الحکمة من

الملوک فکثر تحرك

الناس في زمانه

الى قراءة كتب الا

وائل و تعلم

مذاهبهم۔

سلاطین کے مشابہ بننا چاہتا تھا جو

بادشاہ ہونے کے ساتھ حکیم بھی تھے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس کے

زمانے میں متقدمین کی کتابوں کے

پڑھنے کی طرف نہایت شدت سے

توجہ کی اور ان کے مذاہب کی تعلیم

حاصل کی۔

تدبیر و سیاست | خلفائے بنو امیہ کے جبر و استبداد کے متعلق جو واقعات عام طور پر مشہور ہیں ان کو پڑھ کر عام طور پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے رعایا کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لی تھیں اور اپنے عیش و عشرت کے سامنے رعایا کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے۔ لیکن تاریخ بالکل اس کے خلاف شہادت دیتی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت مسعودی مروج الذهب میں لکھتا ہے کہ

”وہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ دربار کرتے تھے“

”ان اوقات میں ایک وقت صرف استغاثہ کے لیے تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ ان کا غلام مسجد میں ایک کرسی بچھا دیتا تھا۔“

”کرسی پر بیٹھ جاتے تھے اور فوجداری کے مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔“

ضعیف بدو بچے، عورت اور بیس لوگ ان کے سامنے آتے اور کہتے کہ

ہم پر ظلم کیا گیا ہے، وہ فرماتے کہ ان کی مدد کرو۔ وہ لوگ کہتے کہ ہم لوگ

ستائے گئے ہیں۔ وہ کہتے کہ اس کے ساتھ تحقیقات کے لیے آدمی بھیجو۔ وہ لوگ

کہتے کہ ہمارے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے، وہ کہتے کہ اس کے معاملے کی تفتیش

کر و۔ یہاں تک کہ جب کوئی باقی نہ رہ جاتا تو تخت پر بیٹھتے اور درباری لوگ حسب مراتب حاضر ہوتے جب وہ لوگ اطمینان سے بیٹھ جاتے تو کہتے کہ جو لوگ ہم تک پہنچ نہیں سکتے ان کی ضروریات ہمارے سامنے پیش کرو۔ اب ایک شخص کھڑا ہو کر کہتا کہ فلاں آدمی شہید ہو گیا۔ وہ کہتے کہ اس کے بچوں کا وظیفہ مقرر کرو۔ دوسرا کہتا کہ فلاں شخص بال بچوں کو چھوڑ کر کہیں نکل گیا۔ وہ کہتے کہ ان کی نگرانی کرو۔ ان کو دو۔ ان کی ضروریات پوری کرو اور ان کی خدمت کرو۔ پھر کھانا آتا۔ اسی حالت میں ان کا پیشکار حاضر ہوتا اور کاغذات پڑھتا اور وہ احکام صادر کرتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام اہل حاجت کی ضرورت پوری کر دیتے۔

اس کے بعد مسعودی نے امیر معاویہ کی تدبیر و سیاست کے متعلق متعدد واقعات نقل کیے ہیں اور ان کے اخیر میں لکھا ہے کہ

” ان کے اخلاق ان کے احسانات اور ان کی فیاضیوں نے لوگوں کو اپنا اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ لوگوں نے ان کو اپنے قرابتداروں پر بھی ترجیح دی۔“

امیر معاویہ کے بعد عبد الملک وغیرہ نے بھی انہی کے اخلاق و عادات اور انہی کے طرز حکومت کی تقلید کرنی چاہی۔ مسعودی کے بیان کے موافق اگرچہ یہ لوگ ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکے۔ تاہم اس قدر مستم ہے کہ

عبد الملک بن مروان سخت
بیدار مغز تھا اور اپنے عمال کی
سخت نگرانی کرتا تھا۔

کان عبد الملک بن مروان
شديد ليقظة كثير التعاهد
لولا ذلك

چنانچہ ایک بار اس کو معلوم ہوا کہ اس کے کسی عامل نے کسی کا ہدیہ قبول کیا ہے تو اس کو طلب

۱۔ مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیب ج دوم ص ۲۲۲، ۲۲۳۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۳۱۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۲۵۔

۴۔ کتاب البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۸۶۔

کر کے باز پرس کی لے

ولید عبد الملک کا بیٹا تھا اور عبد الملک اپنی اولاد کو ہمیشہ فضل، احسان اور مکارم اخلاق کے اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ ایک بار اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا کہ لڑکو! تمہارا خاندان ایک معزز خاندان ہے۔ اس کے شرف کو مال و دولت صرف کر کے محفوظ رکھو۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا۔ جس نے ولید کو اہل شام کی نگاہوں میں تمام اموی خلیفہ سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا۔ چنانچہ آداب السلطانیہ میں لکھا ہے کہ

کان الولید من افضل
خلفائهم سیرة عند
اهل الشام۔
ولید اخلاقی حیثیت سے اہل شام کے
نزدیک تمام خلفائے بنو امیہ سے
اچھا تھا۔

اور اس محبوبیت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس نے جامع دمشق، جامع مدینہ اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کروایا۔ جزامیوں کو وظیفہ دے کر بھیک مانگنے سے محفوظ رکھا۔ ہر پانچ کے لیے ایک ایک خادم اور ہر اندھے کے لیے ایک ایک راستہ دکھانے والا مقرر کیا۔ سلیمان بن عبد الملک کے فخر و مزیت کے لیے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی نظام حکومت کی بنیاد اسی کے زمانہ میں پڑی۔ لوگوں کے اموال جو غصب کر لئے گئے تھے اس نے واپس کر دیئے جو لوگ ظلماً گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے تھے اس نے ان کو رہا کر دیا۔ نماز کو وقت پر قائم کیا۔ راک باجے کی ممانعت کر دی اور حجاج کے عمال کو ایک قلم موقوف کر دیا اور سب بڑھ کر یہ کہ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور ان کے تمام نیکیاں مشورے قبول کئے۔

دفع مطاعن | خلفائے بنو امیہ کے طرز حکومت اور آئین جہان نانی پر جو اعتراضات ہیں

۱۔ مروج الذهب برہاشیہ نفع الطیب ج دوم ص ۵۳۷۔ ۲۔ مروج الذهب برہاشیہ نفع الطیب جلد

دوم ص ۶۰۰۔ ۳۔ آداب السلطانیہ ص ۱۱۴۔ ۴۔ مختصر الدول ص ۱۹۶۔ ۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۶۔

ان کے اجمالی جواب کے لئے ہم عبد الملک بن مروان کی یہ معذرت کافی سمجھتے ہیں۔
 ”کہاں وہ لوگ جن پر حضرت عمر بن خطابؓ حکومت کرتے تھے اور کہاں اس
 زمانہ کے لوگ؟ میرا خیال ہے کہ بادشاہ کی روش رعایا کے ساتھ ساتھ
 بدلتی رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس زمانے میں حضرت عمرؓ کی روش اختیار
 کرے تو لوگوں کے گھروں میں لوٹ ڈال دی جائے۔ ڈاکے پڑنے لگیں
 اور باہم جنگ و جدل ہونے لگے۔ اس لیے والی کا فرض ہے کہ وہ روش
 اختیار کرے جو اس کے زمانے کے لیے موزوں ہو۔“ اس لیے خود ان کا
 کوئی تفصیلی جواب دینا نہیں چاہتے۔

خاتمہ

سلطنت بنو امیہ کا زوال | دعوتِ عباسیہ کی ابتدا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے

میں ہوئی اور اس کے ۳۰ سال کے بعد اموی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس لیے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس مبارک عہد کے ۳۰ ہی سال بعد زمانہ نے کیونکر خاندان بنو امیہ کا دفتر الٹ دیا؟ کیا اس کے اسباب حضرت عمر بن عبدالعزیز ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے؟ کیا ان کا عادلانہ نظام سلطنت اس زمانہ کے لیے موزوں نہ تھا؟ کیا قدیم جبر و اقتدار کے استیصال نے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک شاندار کارنامہ ہے۔ نظامِ حکومت میں ایسا ضعف پیدا کر دیا جس سے حریفانہ طاقتوں نے فائدہ اٹھایا۔

اس بنا پر ہم ان کے سوانحِ زندگی کے خاتمہ میں سلطنت بنو امیہ کے اسبابِ زوال پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اوپر گزر چکا ہے کہ عرب میں زمانہ جاہلیت ہی سے اموی اور ہاشمی دو حریفانہ طاقتیں قائم تھیں اور اسلام کے زلزلے تک قائم رہیں، لیکن جب تک اہل عرب کی قومی طاقت کا رخ غیر قوموں کی طرف رہا۔ ان میں باہم کسی قسم کا تصادم نہیں ہوا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں یہ دونوں طاقتیں باہم ٹکرائیں اور پہلا دن تھا جس میں عرب کی خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی۔ جس کا آخری نتیجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اہلِ عجم جو اپنے فطری خواصہ کی بنا پر ابتدا ہی سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تے رہتے تھے۔ اب ان کی سازشوں کے لیے ایک وسیع میدان ہاتھ آیا اور انھوں نے اہل بیت
 کی حمایت کے پردے میں اپنے قدیم بغض و حسد کا انتقام لینا چاہا۔ لیکن عبدالملک اور ولید
 نے زمانے تک یہ مخفی طاقت دبی رہی لیکن جب یہ پُر زور شخصیتیں مٹ گئیں تو بنو ہاشم اہل
 غم کے سہارے پر لٹے اور عراق و خراسان میں جو عجمی طاقت کے مرکز تھے اپنے نقب اربھیلا
 یے اور ۱۰۲ھ، ۱۰۵ھ، ۱۰۶ھ، ۱۰۹ھ، ۱۱۰ھ میں اپنی مکشہ طاقت کی واپسی کے لیے خاص
 و پر پر کوششیں کیں۔ جو لوگ اس سازش میں مصروف تھے انھوں نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت
 تھی۔ ۱۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا تو وہ ابراہیم امام کو اپنا جانشین کر گئے۔ ۱۲۷ھ میں ابراہیم امام
 ابو مسلم خراسانی ایک عجیب و غریب شخص ہاتھ آگیا۔ جس کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے قدرتی
 در پر وہی ذریعہ مل گیا جس سے تحریک کا آغاز ہوا تھا۔ عجمی طاقت کا ظہور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے
 عرب کی خانہ جنگی سے ہوا تھا اور ابو مسلم کے زمانے میں اس آگ کے شعلے اور بھی بلند ہو گئے
 و عرب کے مضرعی اور قحطانی قبائل میں باہم سخت رشک و منافست قائم ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ
 ہوا کہ نصر بن سیار نے جو قحطانیوں کا مخالف تھا ان کے لیے سرکاری ملازمت کا دروازہ بالکل
 بند کر دیا۔ خراسان میں قحطانیوں کا سردار جدیلح بن علی کرمانی تھا۔ اس نے نصر کو سمجھایا کہ اس
 ملازمت سے سخت شورش ہوگی اور ان سیاہ پوشوں کو (حامیان بنو ہاشم نے سیاہ لباس اختیار
 لیا تھا، اس لیے ان کو مسودہ کہتے تھے) حملہ کا موقع ملے گا۔ اس پر نصر نے کرمانی کو قید کر دیا۔
 لیکن کرمانی اپنے ایک عجمی غلام کے حسن تدبیر سے قید خانے سے نکل بھاگا اور ربیعہ اور قبائل
 یمن کی باہمی حلف و اعانت سے نصر کا مقابلہ کیا اور تقریباً پونے دو برس تک باہم جنگ قائم
 رہی۔ اس مدت میں فریقین کی قوت میں جس قدر ضعف آتا گیا اسی قدر ابو مسلم کی طاقت میں
 اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ خراسان کے اطراف میں جن لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی
 تعداد کم از کم دو لاکھ تک پہنچ گئی۔ اب ابو مسلم نے نصر کی طاقت توڑنے کے لیے کرمانی کو ملا لیا۔
 لیکن جب نصر کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے کرمانی کو لکھا کہ ہم دونوں الگ ہو جائیں اور قبیلہ ربیعہ۔

کے کسی شخص کو سردار بنالیں۔ چونکہ کرمانی نے پہلے ہی مصالحت کے لیے یہ تجویز پیش کی تھی۔ اس لیے اس پر راضی ہو گیا اور رات کو مخفی طور پر ابو مسلم کی فوج سے نکل کر نصر کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن نصر نے اس کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اب کرمانی کے لڑکے علی نے ابو مسلم کے دامن میں پناہ لی اور اس کا اعانت سے باپ کے خون کا انتقام لینا چاہا۔ ابو مسلم نے قحطیہ کو نصر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور نصر نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی اور قحطیہ نے اس کو امان دے دی، لیکن وہ ایک رات کو مخفی طور پر اس کی فوج سے نکل بھاگا اور ساوہ میں پہنچ کر چند روز کے بعد مر گیا۔ اب نصر اور کرمانی دونوں فوجیں ابو مسلم کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئیں اور ابو مسلم نے تمام حجاز اسان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد جو ممالک رہ گئے وہ نہایت آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے۔ مروان بن محمد نے جو خاندان بنو امیہ کا آخری تاجدار تھا، بھاگ کر مصر میں پناہ لینی چاہی لیکن بالآخر مقتول ہوا اور اسی کے ساتھ اس شان دار سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا ہو گا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دورِ خلافت سے پہلے ہی بنو امیہ کی سلطنت کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ عرب کی خانہ جنگی نے ان کو کامل طور پر نشوونما دے دی۔ حضرت عمرؓ عبدالعزیزؓ کے دورِ خلافت کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔

۱۔ یہ تفصیل الاخبار الطول سے ماخوذ ہے۔

سلسلہ دار المصنفین

سیرت عمر بن عبد العزیز

یعنی

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے مفصل
سوانح زندگی اور ان کے عہد حکومت کے مجددانہ کارنامے

مؤلفاً

مولانا عبد السلام ندوی



نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد
لاہور - راولپنڈی - ملتان - کراچی - سکھر - پشاور - کوئٹہ